

50 تقاریر

بابت

تربیت اولاد

حصّہ اوّل

یکے از آن لائن مطبوعات ”مشاہدات“

44

ابوسعید حنیف احمد محمود

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا

قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا

(الفرقان:75)

50 تقاریر

بابت

تربیتِ اولاد

(حصہ اوّل)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

44

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے



ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

”تربیتِ اولاد“ کی تاء

”تربیت“ ایک ایسا لفظ ہے جو دل و دماغ اور ذہن میں آتے ہی جب زبان سے باہر اُترتا ہے تو انسان کے وجود کو پکار کر اَور اُسے مخاطب کر کے فیملی اور خاندان کے کوریڈور سے راستہ بناتے ہوئے اور اُس میں موجود ہر مرد، خاتون اور چھوٹے، بڑے کو اُس کی ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہوا جب معاشرے، ماحول اور محلے میں بود و باش رکھنے والے لوگوں سے مخاطب ہوتا ہے تو اُنہیں اُن کی عظیم ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلاتا ہے جو اسلام احمدیت میں قرآن کریم اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسٹیج یعنی احادیث اور سنّتِ رسولؐ اور آج کے آخری دَور میں اقوالِ مسیح موعودؑ و خلفائے کرام سے مزیّن ہوتی ہے۔ اِس معاشرے میں جو افراد اپنی پیدائش کے اغراض و مقاصد کو سمجھتے ہیں وہ مربّی کہلاتے ہیں۔ جو اپنے محدود دائرہ میں اپنے ربّ کے رہنما اصولوں کو اپناتے ہوئے نہ صرف اپنی اولاد کی پرورش اور نگہداشت کرتے ہیں بلکہ تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال کی ذمّہ داریاں نبھاتے ہیں۔

”تربیتِ اولاد“ اتنا وسیع و بلیغ لفظ ہے جسے ایک اسلامی اصطلاح کے طور پر متعارف کروانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ میرا مربّی ہونے کے ناطے رجحان اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما تک ہی نہیں رہا ہے بلکہ جہاں جہاں بطور مربّی قیام رہا جماعت کے بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کی طرف توجہ رہی جسے خاکسار نے اپنی خداداد طاقت و استطاعت کے مطابق احمدی بچوں اور نوجوانوں سے ذاتی تعلق رکھ کر، اُن کے گھروں میں جا کر، تربیتی اجلاسات، میٹنگز اور سٹنگز میں اُنہیں دعوت دے کر گفتگو کے ذریعہ، چھوٹے چھوٹے بروشرز، ہینڈ بلز اور کتابچوں کے ذریعہ اُن کی تربیتی امور کو نبھایا۔ پھر افریقہ میں پورے ساؤتھ رن صوبہ کے مربّی ہونے، پاکستان میں مربّی ضلع لاہور، مربّی ضلع پشاور اور مربّی ضلع اسلام آباد اور پھر نائب ناظر اصلاح ارشاد مرکزیہ، قائد تربیت مجلس انصار اللہ پاکستان اور ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ، ایڈیٹر گلدستہ علم و ادب لندن اور ایڈیٹر روزنامہ الفضل آن لائن لندن کے ناطے جب تربیتی ذمّہ داریاں

بڑھیں تو تربیتی اغراض کے لیے اپنے تربیتی دائرہ کو وسیع کرنا پڑا۔ "مشاہدات" کی جب بناء ڈالی تو تین سال کے قلیل عرصہ میں 1300 سے زائد منتخب عناوین پر مضامین و تقاریر لکھنے کی توفیق پائی۔ آج جب خاکسار نے "تربیتِ اولاد" پر اپنی تقاریر کو Compile کرنے کے لئے "تربیتِ اولاد" پر تقاریر کے عناوین کے چناؤ کی کوشش کی تو یہ احساس لوہے کی میخ کی طرح مضبوطی سے دل میں گڑھ گیا کہ میرے تو 1300 کے 1300 "مشاہدات" کا تعلق کسی نہ کسی رنگ میں لفظِ "تربیت" اور لفظِ "اصلاح" سے ہے تاہم اِن میں سے اپنی ٹیم کے ممبران سے مشورہ کے بعد تربیت، تعلیم اور اصلاح کے قریب قریب جو عناوین منتخب کئے تو اُن کی تعداد بھی 150 کے لگ بھگ ہو گئی جسے عزیزم زاہد محمود نے 50،50 تقاریر کی صورت میں تین مجموعوں کی شکل دی ہے۔ اُن میں سے پہلی 50 تقاریر حصّہ اوّل کے طور پر پیش ہیں۔ یہ "مشاہدات" کے مجموعاتِ تقاریر کی 44ویں کاوش ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

اس کتاب میں شامل تقاریر کی تیاری میں جن احباب و خواتین یا ان کے مضامین تیار کرنے میں تعاون کرنے والے تمام دوست و خواتین کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ جن میں مکرم منہاس محمود صاحب (جرمنی)، مکرم حافظ جہانزیب قریشی صاحب (بیلجیئم)، مکرم تمثیل احمد صاحب، مکرمہ عائشہ چوہدری صاحبہ (جرمنی) خاص طور پر شکریہ کے مستحق ہیں۔ کتاب مدوّن کرنے میں یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں عزیزان فضل عمر شاہد، زاہد محمود، سعید الدین احمد اور عامر محمود کی کوششوں سے پہنچ رہی ہے۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا كَثِيْرًا وَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاء

مکرم سید طفیل شہباز صاحب قادیان دارالامان سے تحریر کرتے ہیں:

"مشاہدات کے اسلحہ خانہ سے ایک سے ایک بڑھ کر میزائل آہستہ آہستہ لانچ کیا جارہا ہے۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مشاہدات کی تعداد ایک سے ہزار ہوویں یعنی ایک سے شروع ہو کر اب 1300 تک پہنچ چکی ہے۔ ماشاء اللہ۔ بہت خوب، پُرانی کتب کا از سر نو اجراء اس کے علاوہ ہیں۔ 6500 صفحات سے زائد اس کی مجموعی ضخامت ہو چکی ہو گی۔ اللہ مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔

ایک اَور میسج میں تحریر کرتے ہیں کہ

”مشاہدات اب ایک برانڈ بنتا جارہا ہے۔“

مکرم ڈاکٹر دلاور احمد صاحب قادیان دارالامان سے تحریر کرتے ہیں:

”مشاہدات میں علم و معرفت کے خزانے کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔“

خاکسار

اسلام، احمدیت کا ادنیٰ خادم

ابو سعید حنیف احمد محمود

واقفِ زندگی، مربّی سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ و الفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

20/ اکتوبر 2026ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ای میل: hanifahmadmahmood@hotmail.com

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی وذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

1۔ جماعت احمدیہ و ذیلی تنظیموں کے عہدہ اور ہماری ذمّہ داریاں

2۔ تقاریر سیرت و شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی

4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)

6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)

7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)

8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ

9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ

10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام

11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ

12۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)

13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ

14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)

15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)

16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)

17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)

18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت

19۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)

20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

22۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

23۔ 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

24۔ 20 تقاریر بعنوان صحبتِ صالحین

25۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ سوم)

26۔ 30 تقاریر بابت قولِ سدید و قولِ زور

27۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد دوم)

28۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد سوم)

29۔ 50 تقاریر برائے نَونہالانِ جماعت

30۔ "مشاہدات" کی مالا کے 1000 موتی

31۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد چہارم)

32۔ 50 تقاریر بابت وجودِ باری تعالیٰ (جلد اول)

33۔ 25 تقاریر بابت عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم

34۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2026ء (ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)

35۔ 75 تقاریر بابت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی احبابِ جماعت کو پند و نصائح

36۔ 25 تقاریر بعنوان اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات (حصہ اول)

37۔ 5 تقاریر بابت دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری

38۔ "مشاہدات" کی مالا کے 1200 موتی

39۔ 10 تقاریر بابت ”متاعِ آسمانی“

40۔ 10 تقاریر بابت جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات

41۔ 5 تقاریر بعنوان مَنْطِقُ الطَّیْرِ

42۔ ”مشاہدات“ کی مالا کے 1300 موتی

43۔ 50 تقاریر بابت ایمان اور اِس کی 70 شاخیں

44۔ 50 تقاریر بابت تربیت اولاد (حصّہ اوّل)



زیر ترتیب کتب

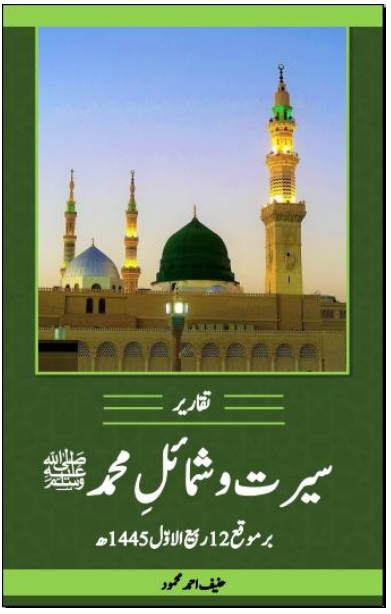
1۔ 50 تقاریر بابت تربیت اولاد (حصّہ دوم)

2۔ 50 تقاریر بابت تربیت اولاد (حصّہ سوم)

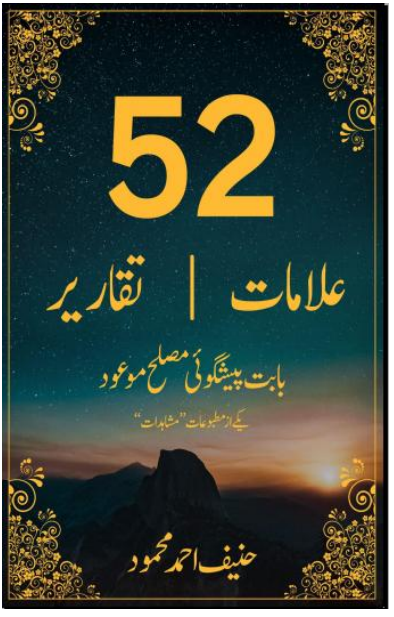
3۔ 50 تقاریر بابت عبادات

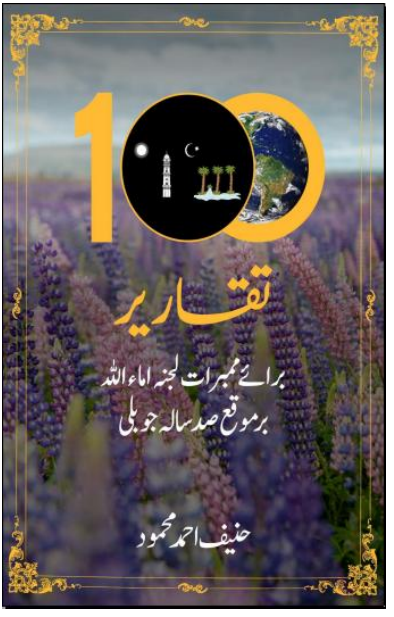
4۔ 50 تقاریر بعنوان قرآنی آیات

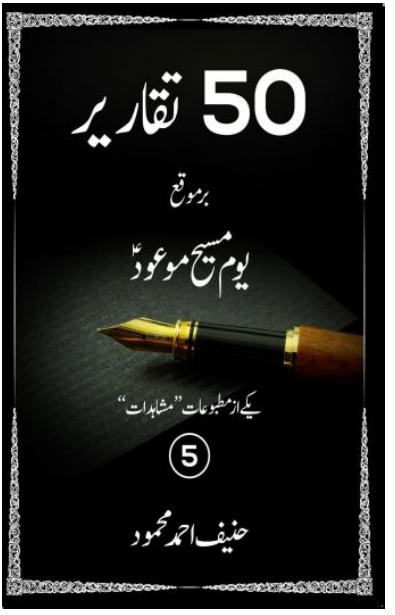


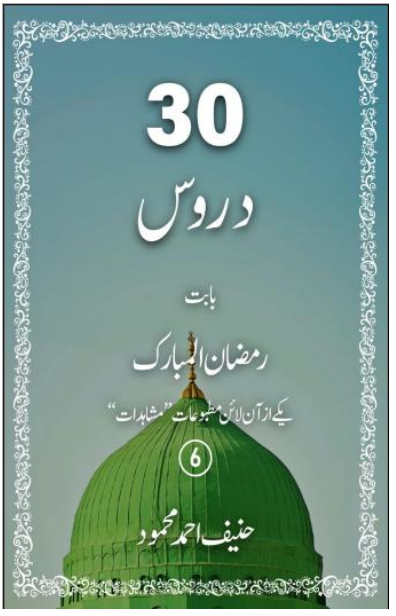

تقاریر
سیرت و شمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ
حنیف احمد محمود

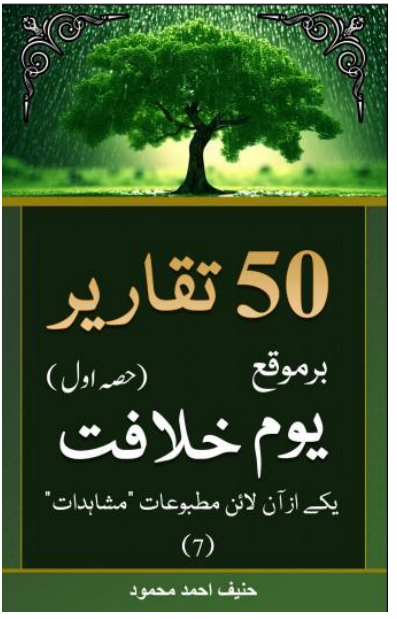

تقاریر
جماعتِ احمدیہ و ذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

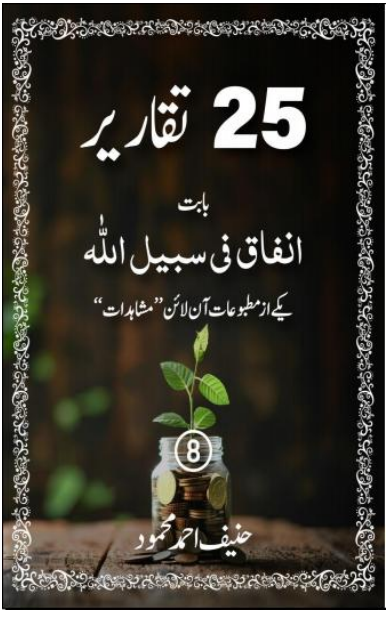

52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
کے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

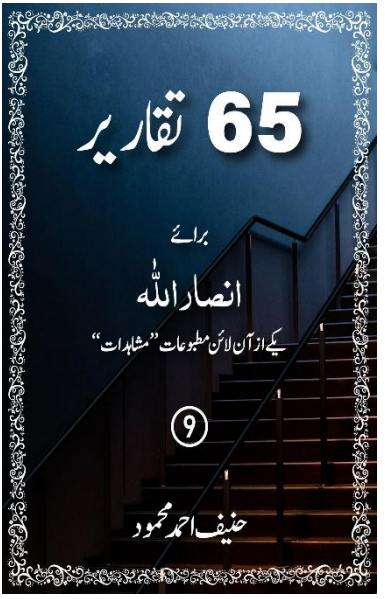

100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
بر موقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

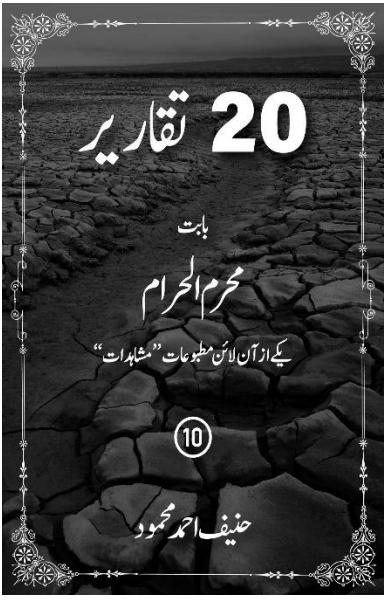

50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود


30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

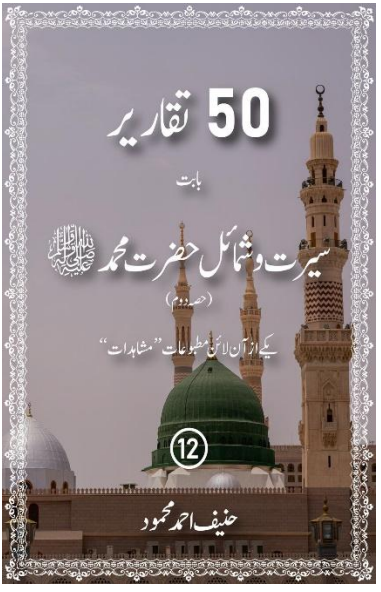

50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

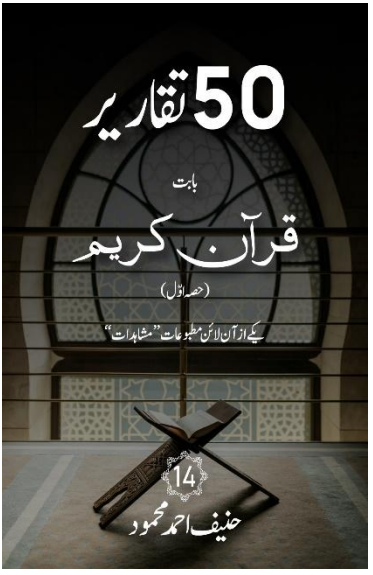

25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

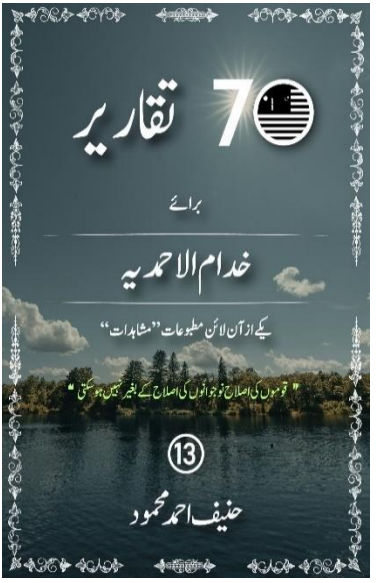

65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑨
حنیف احمد محمود

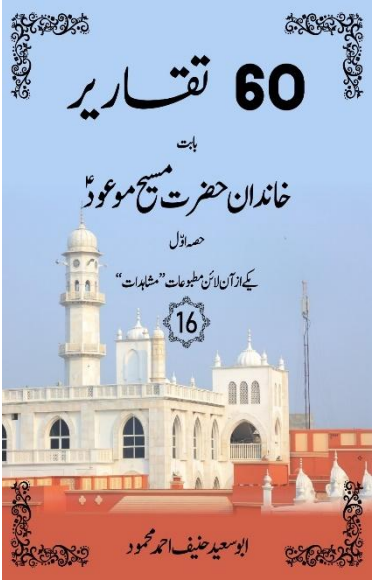

20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑩
حنیف احمد محمود

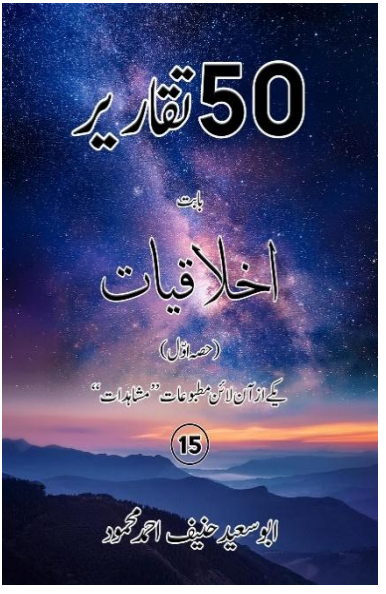

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑪
حنیف احمد محمود

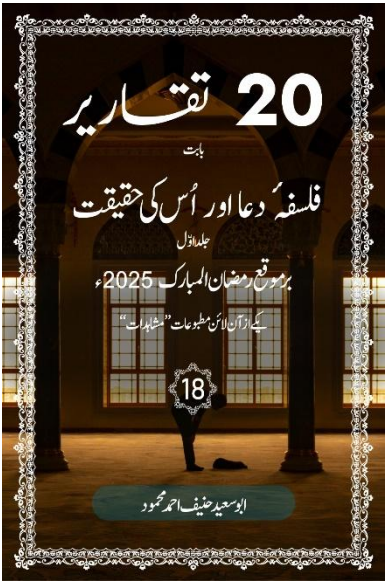

50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
⑫
حنیف احمد محمود

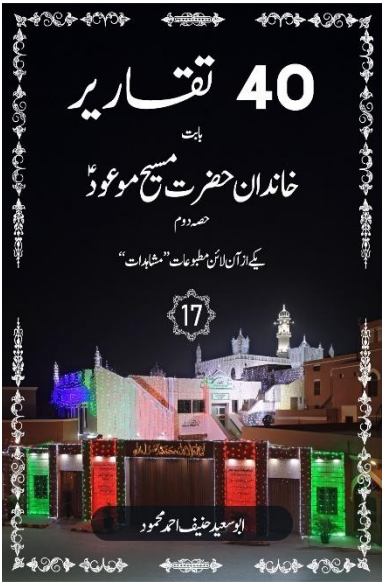

50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اول)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
14
حنیف احمد محمود

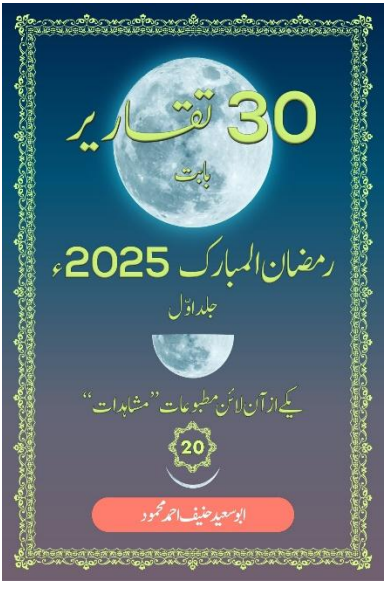

70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
13
حنیف احمد محمود

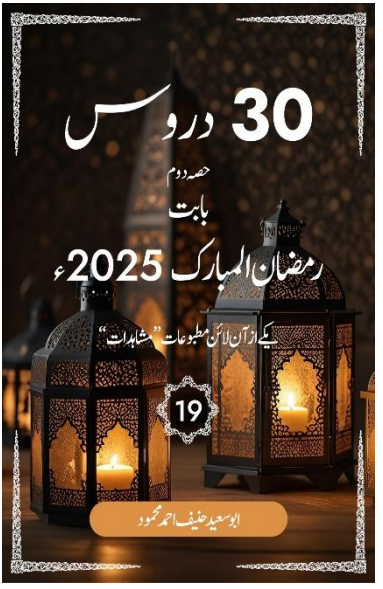

60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اول
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
16
ابو سعید حنیف احمد محمود

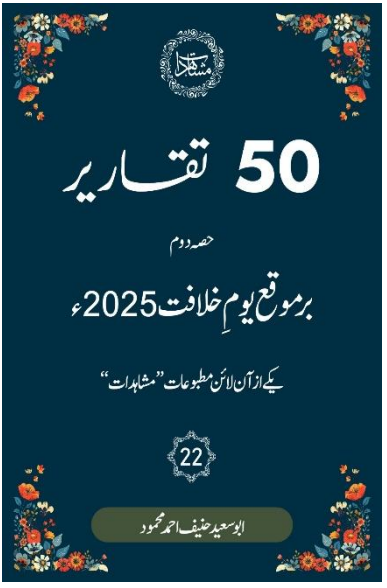

50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اول)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
15
ابو سعید حنیف احمد محمود

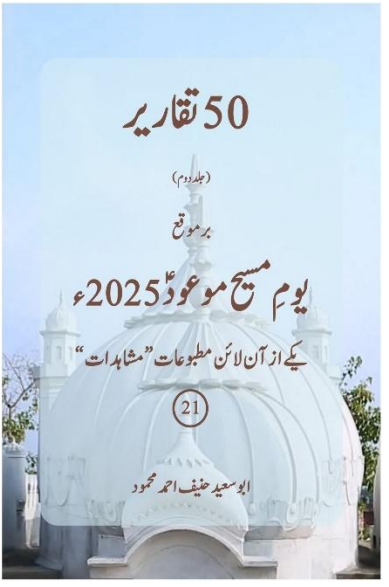

20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
برموقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابو سعید حنیف احمد محمود

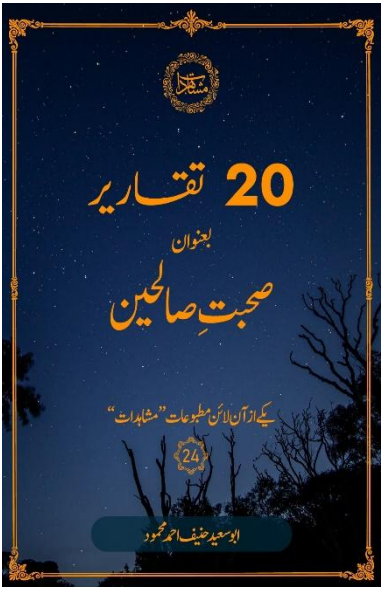

40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابو سعید حنیف احمد محمود

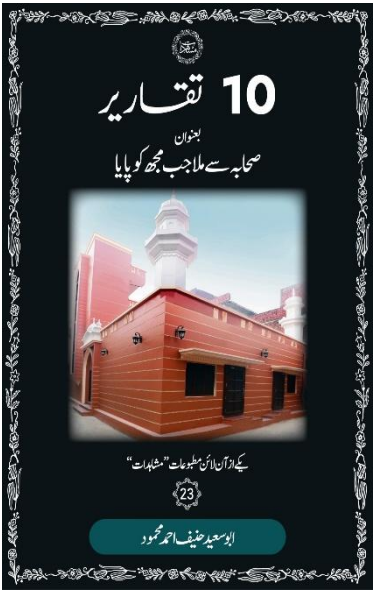

30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابو سعید حنیف احمد محمود

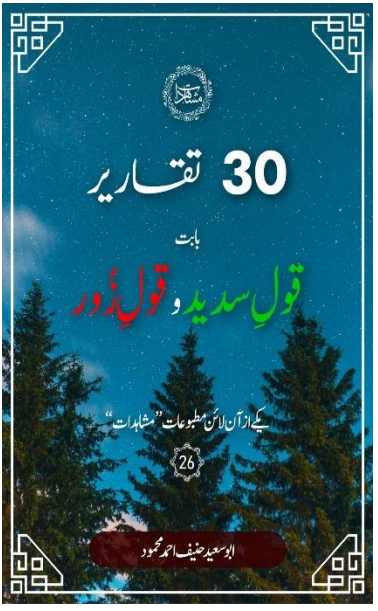

30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابو سعید حنیف احمد محمود

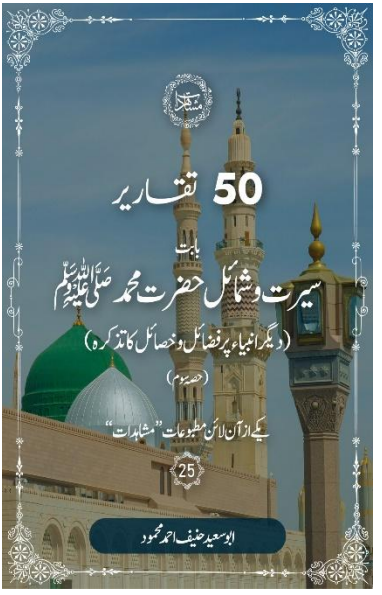

50 تقاریر
حصہ دوم
برموقع یومِ خلافت 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
22
ابو سعید حنیف احمد محمود

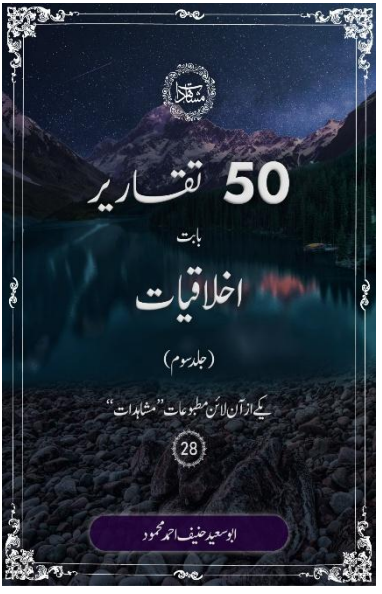

50 تقاریر
(جلد دوم)
برموقع
یوم مسیح موعودؑ 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
21
ابو سعید حنیف احمد محمود


20 تقاریر
بعنوان
صحبتِ صالحین
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
24
ابو سعید حنیف احمد محمود


10 تقاریر
بعنوان
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
23
ابو سعید حنیف احمد محمود

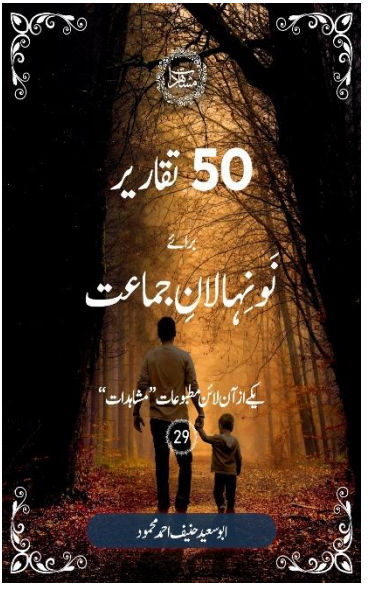

30 تقاریر
بابت
قولِ سدید و قولِ زُور
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
26
ابو سعید حنیف احمد محمود

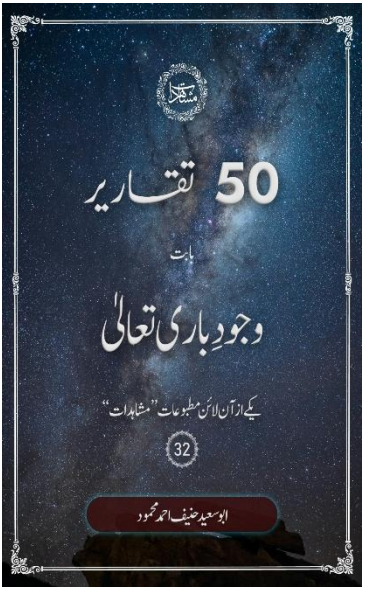

50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(دیگر انبیاء پر فضائل و خصائل کا تذکرہ)
(حصہ سوم)
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
25
ابو سعید حنیف احمد محمود

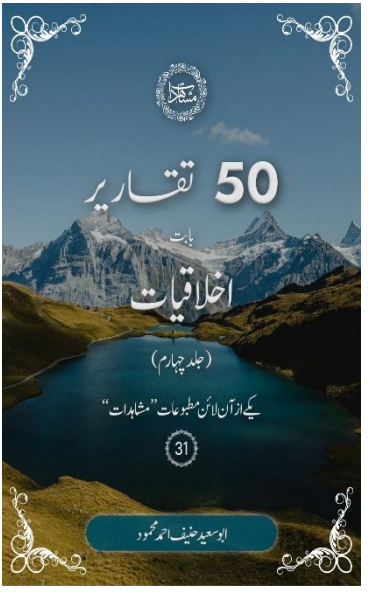

50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد سوم)
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
28
ابو سعید حنیف احمد محمود

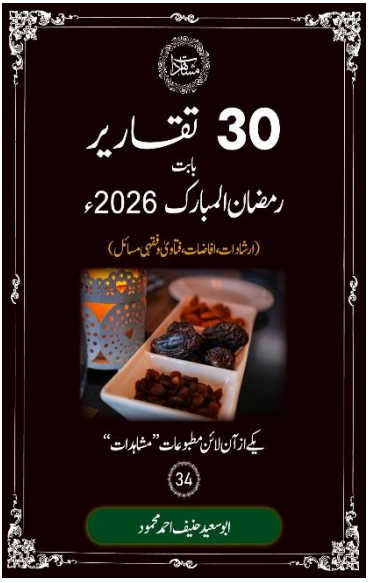

50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد دوم)
کیے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
27
ابو سعید حنیف احمد محمود

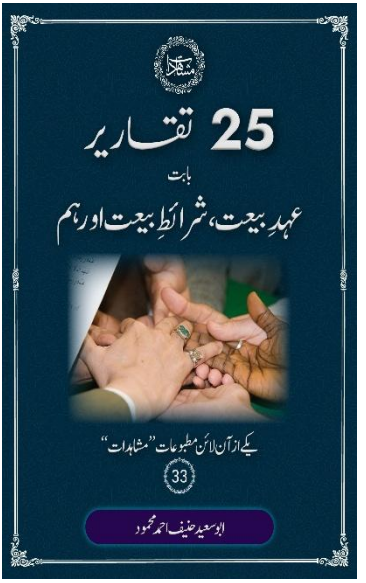

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1000
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
30
ابو سعید حنیف احمد محمود

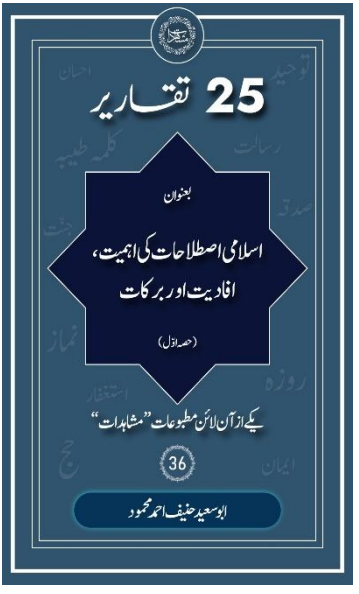

50 تقاریر
برائے
نونہالانِ جماعت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
29
ابو سعید حنیف احمد محمود

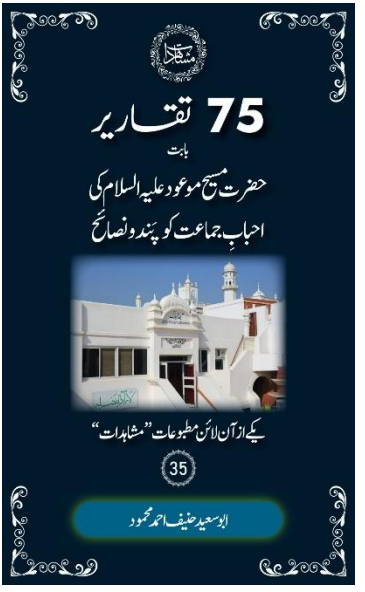

50 تقاریر
بابت
وجودِ باری تعالیٰ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
32
ابو سعید حنیف احمد محمود


50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد چہارم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
31
ابو سعید حنیف احمد محمود

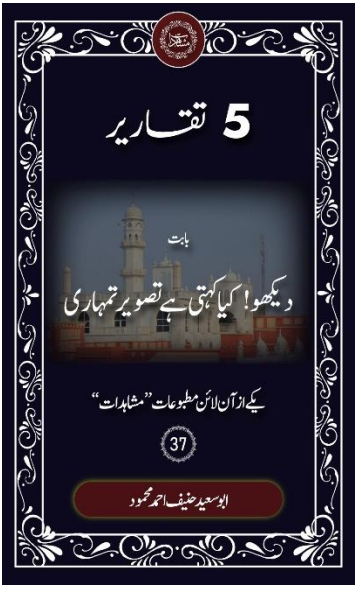

30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2026ء
(ارشادات، افاضات، فتاویٰ و فقہی مسائل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
34
ابو سعید حنیف احمد محمود

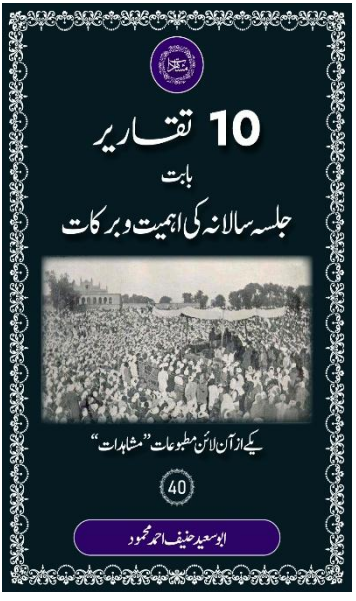

25 تقاریر
بابت
عہدِ بیعت، شرائطِ بیعت اور ہم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
33
ابو سعید حنیف احمد محمود

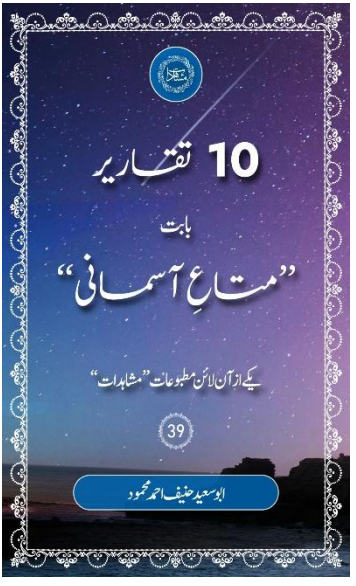

25 تقاریر
بعنوان
اسلامی اصطلاحات کی اہمیت، افادیت اور برکات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
36
ابو سعید حنیف احمد محمود

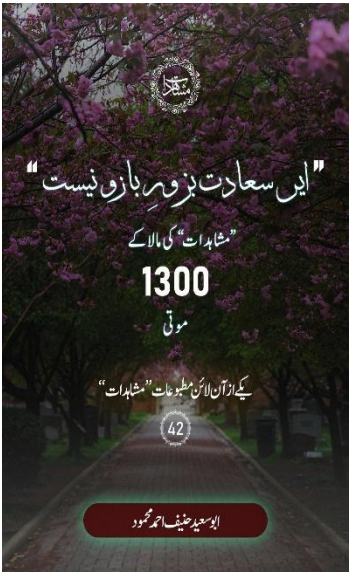

75 تقاریر
بابت
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی
احبابِ جماعت کو پند و نصائح
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
35
ابو سعید حنیف احمد محمود

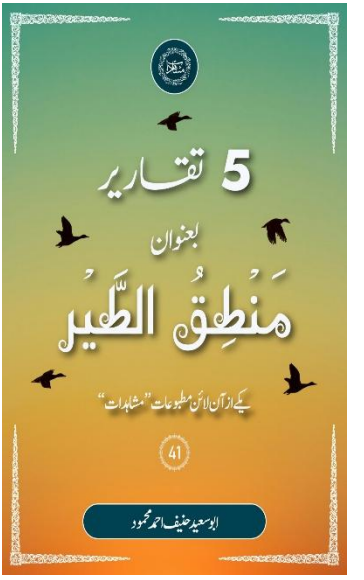

"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1200
موتی
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
38
ابو سعید حنیف احمد محمود

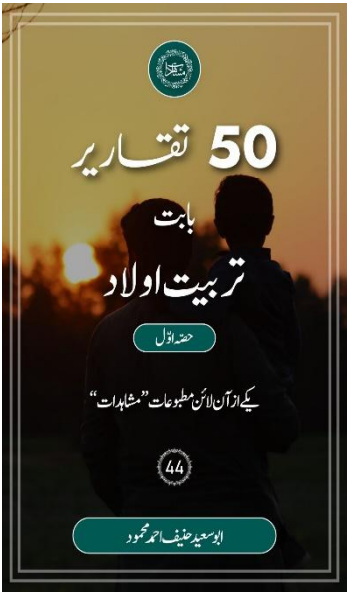

5 تقاریر
بابت
دیکھو! کیا کہتی ہے تصویر تمہاری
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
37
ابو سعید حنیف احمد محمود

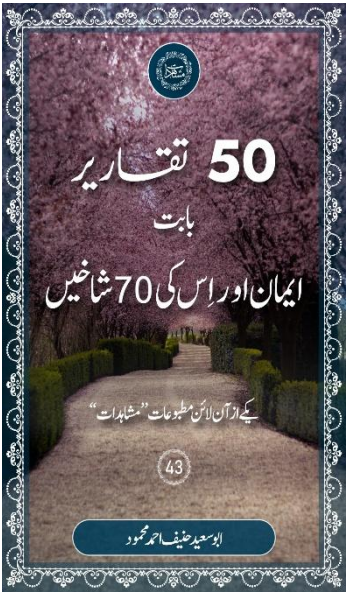

10 تقاریر
بابت
جلسہ سالانہ کی اہمیت و برکات
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
40
ابو سعید حنیف احمد محمود


10 تقاریر
بابت
"متاعِ آسمانی"
کے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
39
ابو سعید حنیف احمد محمود


"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1300
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
42
ابو سعید حنیف احمد محمود


5 تقاریر
بعنوان
مَنطِقُ الطَّیر
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
41
ابو سعید حنیف احمد محمود


50 تقاریر
بابت
تربیت اولاد
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
44
ابو سعید حنیف احمد محمود


50 تقاریر
بابت
ایمان اور اس کی 70 شاخیں
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
43
ابو سعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد 200 مرتبہ، 15 سے 25 سال کے افراد 100 مرتبہ یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین 3، 4 دفعہ دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers 200 times, individuals aged 15 to 25 should recite them 100 times, and parents should repeat these prayers with young children three or four times:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ، سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

"جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہوگی"

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اول :۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم :۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

سوم :۔ یہ کہ بلاناغہ پنج وقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا۔ اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خدا تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو اپنا ہر روزہ ورد بنائے گا۔

چہارم :۔ یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم :۔ یہ کہ ہر حال رنج اور راحت اور عُسر اور یُسر اور نعمت اور بلا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور ہر بہر حالت راضی بقضاء ہو گا اور ہر ایک ذِلّت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

ششم :۔ یہ کہ اتباعِ رسم اور متابعتِ ہوا و ہوس سے باز آجائے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلّی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل کو اپنے ہر یک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم :۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلّی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم :۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردئ اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم :۔ یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم :۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہو گا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 28 دسمبر 2025ء کو فرمایا:۔

"جنہوں نے شرائط بیعت اپنے گھروں میں سامنے نہیں لگائیں وہ اب لگالیں جن سے پتہ لگتا رہے کہ شرائط بیعت کیا ہیں اور پڑھنے سے اپنی اصلاح بھی ہو گی"

Conditions of Initiation (Bai'at)

I. That he/she shall abstain from Shirk (association of any partner with God) right up to the day of his/her death.

II. That he/she shall keep away from falsehood, fornication, adultery, trespasses of the eye, debauchery, dissipation, cruelty, dishonesty, mischief and rebellion; and will not permit himself/herself to be carried away by passions, however strong they might be.

III. That he/she shall regularly offer the five daily prayers in accordance with the commandments of God and the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); and shall try his/her best to be regular in offering the Tahajud (pre-dawn supererogatory prayers) and invoking Darood (blessings) on the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him); that he/she shall make it his/her daily routine to ask forgiveness for his/her sins, to remember the bounties of God and to praise and glorify Him.

IV. That under the impulse of any passions, he/she shall cause no harm whatsoever to the creatures of Allah in general, and Muslims in particular, neither by his/her tongue nor by his/her hands nor by any other means.

V. That he/she shall remain faithful to God in all circumstances of life, in sorrow and happiness, adversity and prosperity, in felicity and trial; and shall in all conditions remain resigned to the decree of Allah and keep himself/herself ready to face all kinds of indignities and sufferings in His way and shall never turn away from it at the onslaught of any misfortune; on the contrary, he/she shall march forward.

VI. That he/she shall refrain from following un-islamic customs and lustful inclinations, and shall completely submit himself/herself to the authority of the Holy Quran; and shall make the Word of God and the Sayings of the Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) the guiding principle in every walk of his/her life.

VII. That he/she shall entirely give up pride and vanity and shall pass all his/her life in humbleness, cheerfulness, forbearance and meekness.

VIII. That he/she shall hold faith, the honor of faith, and the cause of Islam dearer to him/her than his/her life, wealth, honor, children and all other dear ones.

IX. That he/she shall keep himself/herself occupied in the service of God's creatures for His sake only; and shall endeavor to benefit mankind to the best of his/her God-given abilities and powers.

X. That he/she shall enter into a bond of brotherhood with this humble servant of God, pledging obedience to me in everything good, for the sake of Allah, and remain faithful to it till the day of his/her death; that he/she shall exert such a high devotion in the observance of this bond as is not to be found in any other worldly relationship and connections demanding devoted dutifulness.

(Translated from Ishtehar Takmeel-e-Tabligh, January 12, 1889)

www.mushahedat.com | hanifahmadmahmood@hotmail.com | +44 7376 159966

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	964	تربیتِ اولاد	1
2	1234	"متاعِ آسمانی" (تربیتِ اولاد)	9
3	47	تربیتِ اولاد اور انصار کی ذمّہ داریاں	17
4	44	عہد انصار اللہ اور ہماری ذمّہ داریاں	26
5	46	تربیت اولاد اور ماؤں کی ذمّہ داریاں (جدید ایجادات کی روشنی میں)	31
6	29	عہد لجنہ اماء اللہ اور ہماری ذمّہ داریاں	41
7	49	تربیتِ اولاد کے گُر	49
8	159	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم	55
9	81	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک	67
10	156	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح	74
11	251	رحمۃ للعالمینؐ اور عالَمِ اَطفال	86
12	1016	آنحضورؐ کے دور کے مسلمان بچوں کے سنہری کارنامے	97
13	323	حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت	102
14	331	حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی اولاد کے حق میں دعائیں	110
15	237	خلفائے احمدیت کی بچوں سے شفقتیں اور حسنِ سلوک	120
16	34	والدین سے حسن سلوک	132
17	1291	ماں باپ کبھی نہیں مرتے؟	140
18	201	دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ	151

19	735	اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ	163
20	28	اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ	171
21	1153	ماں کا نعم البدل کوئی نہیں	179
22	73	اچھے احمدی کی اچھی ماں۔ زندہ باد	191
23	976	سچّے احمدی کی ماں۔ زندہ باد	199
24	186	احمدی خاتون کے فرائض	208
25	936	اولاد دین کی پہلوان ہو (سیرت حضرت مسیح موعودؑ کے تناظر میں)	216
26	1292	اِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ (تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے) (تقریر نمبر 1)	226
27	1293	اِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ (تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے) (قرآن کریم کی روشنی میں) (تقریر نمبر 2)	234
28	1294	اِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ (تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے) (قرآن کریم کی روشنی میں) (تقریر نمبر 3)	244
29	1215	بچے، جماعت کا قیمتی اثاثہ ہیں	253
30	951	نونہالانِ جماعت	266
31	539	احمدی بچوں کا مقام اور ان کے فرائض	272
32	322	ایک احمدی مسلم بچے کی ذمّہ داریاں	277
33	955	آؤ بچو! لغویات سے کیسے بچیں؟	281
34	96	اطفال کا وعدہ اور بچوں کی ذمّہ داریاں	288
35	30	میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟	296
36	20	ہیں دیں کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم	301

37	169	ہم چھوٹی لجنہ، ناصرات الاحمدیہ کے فرائض	305
38	1221	گلشنِ احمد کی ہیں ہم چہچہاتی بُلبلیں	313
39	16	میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی	320
40	11	اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ	328
41	92	خدام الاحمدیہ کا عہد اور نوجوانوں کی ذمّہ داریاں	333
42	116	قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی	343
43	77	نوجوانوں کو کلائیوں پر دھاگے کے بینڈ، بالی اور لاکٹ پہننے کی ممانعت	353
44	154	اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ	364
45	459	ایک احمدی خادم کے اوصاف۔ پانچ بنیادی اخلاق	377
46	74	پانچ بنیادی اخلاق	394
47	977	اسپورٹس مَین سپرٹ	405
48	931	آج کا نوجوان بطور ایک اُمید کے	406
49	296	اچھے دوست بنانے کی اہمیت	416
50	715	اللہ ہمارا بہترین دوست ہے	422

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ يَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

﴿1﴾ ﴿مشاہدات۔964﴾

تربیتِ اولاد

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اس موقع پر زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی۔ اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

معزز سامعین! مجھے آج آپ دوستوں کے سامنے تربیتِ اولاد پر بات کرنی ہے۔ والدین کے لئے اولاد کی تربیت نہایت اہم فریضہ ہے۔ اس لئے مرد اور عورت جب ہم صحبت ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ دعا پڑھا کریں اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی اے خدا! ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں دے اُسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دعا کرنے سے جو بچہ پیدا ہو گا اُس میں شیطان کا دخل نہیں ہو گا۔ جب بچہ پیدا ہو جائے اُس وقت اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ اذان دینے اور اقامت کہنے کے حکم سے ماں باپ کو سمجھانا مقصود ہے کہ بچہ کی تربیت کا وقت ابھی سے شروع ہو گیا ہے۔ پھر بچہ کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ پیشاب پاخانہ فوراً صاف کرنا چاہیے۔ جب بچہ کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو باطنی صفائی کس طرح ہو گی کیونکہ صفائی نصف ایمان ہے۔

انسانی فطرت میں جہاں بہت سے جذبات قدرت کی طرف سے ودیعت کیے گئے ہیں وہاں اولاد کی محبت کا جذبہ قریباً تمام جذبات سے زیادہ نمایاں اور زیادہ شدّت سے اس میں مرکوز کیا گیا ہے۔ انسان اپنے بچوں کی خاطر دن کی دھوپ، رات کی بے خوابی، سب کچھ برداشت کر لیتا ہے مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اُن پر ذرا بھی رنج آئے۔ سب سے بڑی وجہ بچوں کے خراب ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ ماں باپ بوجہ قدرتی محبت اور فطری پیار کے جب تک بچہ نادانی کے عالم اور بے سمجھی کے زمانہ میں ہوتا ہے، اُس کی تربیت اور اخلاق کی درستی کی جانب توجہ نہیں کرتے اور نادانی کی حالت اور بے سمجھی کا زمانہ کہہ کر اسے معذور قرار دیتے ہیں لیکن جب یہی بُری عادات راسخ ہو جاتی ہیں اور بُرائیوں کی جڑ مضبوطی سے بچے کے دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے اور بچہ نادانی سے نکل کر سمجھ کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اُس وقت والدین ان عادات کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اُس وقت ان عادتوں کا دور کرنا ماں باپ کے اختیار کی بات نہیں رہتا کیونکہ جب بچہ سمجھ دار ہو جائے تو وہ اپنی سمجھ سے کام لے کر ہی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکتا ہے۔ اُس وقت ماں باپ کے فعل کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا۔

سامعین! وقت کے ساتھ ساتھ جب بچے بڑے ہو رہے ہوتے ہیں تو اُن کی تربیت کے لئے بچوں کو اچھائی اور بُرائی کے بارے میں بتانا چاہیے۔ مثلاً سچ بولنا، بڑوں کا ادب کرنا، والدین کی عزت و احترام، مجالس کے آداب، کھانا کھانے کا سلیقہ اور کوشش کریں کہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور عملاً کھانے کے آداب سکھائیں۔ کھانا کھانے سے پہلے اونچی آواز میں بِسْمِ اللهِ عَلٰى بَرَكَةِ اللهِ پڑھیں اور کھانا کھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَاجَعَلْنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بلند آواز سے کہیں تاکہ بچوں کو معلوم ہو کہ یہ رزق ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب ہم اپنے گھر آئیں تو اونچی آواز میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہیں جو کہ اپنی فیملی کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔ یہی طریق ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہمیں اس سُنّت نبوی پر عمل کرنا چاہیے۔

پیارے بھائیو! بچوں کو بچپن سے ہی نماز پڑھنے اور صبح فجر کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا عادی بنائیں۔ سب سے پہلے خود اِس پر عمل کریں اور پھر پیار اور شفقت کے ساتھ بچوں کو نماز پڑھنے کا

کہیں اور جب والد گھر پر ہو تو نماز با جماعت ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جب بچے بڑے ہو جائیں تو مسجد یا نماز سنٹر میں لے کر جائیں۔ مسجد اور نماز ادا کرنے کے آداب سکھائیں۔ اگر بچے نماز نہیں پڑھتے تو سختی سے پیش نہ آئیں بلکہ پیار اور محبت سے نماز ادا کرنے کے فوائد بتائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی بات مانیں گے تو اللہ میاں ہم سے خوش ہو گا اور ہم نماز میں جو دعا مانگیں گے اللہ میاں قبول فرمائیں گے۔

بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُنہیں ایم ٹی اے سے جوڑ دیں۔ انہیں بچوں کے پروگرام دکھائیں۔ خاص طور پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بچوں کے سوال و جواب کے پروگرام جس میں بچوں کو اپنے بہت سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے جو یورپین ممالک میں خاص طور پر بچوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اپنے پیارے آقا کی زبانی اُن کے جوابات سنیں گے تو ضرور مطمئن ہوں گے۔ اسی طرح حضور اقدس کا خطبہ جمعہ اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر باقاعدگی کے ساتھ دیکھیں۔ یقیناً اس طرح بچوں کا خلیفۂ وقت کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

بچوں کی تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ والدین نظامِ جماعت کے ساتھ وابستہ ہوں اور بچوں کو بھی نظامِ جماعت کے ساتھ وابستہ کریں۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی بچوں کو نظامِ وصیت میں شامل کریں۔ اس طرح بچوں کو بچپن سے ہی شرائطِ بیعت پر عمل کرنے کی عادت پڑ جائے گی اور مالی قربانی کرنے کا بھی جذبہ پیدا ہو گا۔ بعض لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی فیملی میں بیٹھ کر عہدیداروں کے خلاف باتیں کرتے ہیں جس کا سب سے بڑا نقصان اُن کے اپنے بچوں کا ہو رہا ہوتا ہے۔

تربیتِ اولاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ والدین کا اپنی اولاد کے ساتھ مضبوط تعلق ہو۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمارے بچے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے ہم سے ہر بات شیئر کریں گے اور بچوں کا اپنے والدین سے دوستانہ تعلق ہو گا نیز اس ماحول میں بچے اپنے والدین کی ہر بات مانتے ہیں اور اس طرح والدین کا اپنے بچوں کی تربیت کرنا بھی آسان ہو گا۔ بچوں کا زیادہ وقت اپنے والدین کے پاس گزرتا ہے اور یہی وقت ہوتا ہے جب بچہ اپنے والدین کی ہر نقل و حرکت کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی کا آپس میں تعلق محبت اور پیار والا ہو گا اور ایک دوسرے سے عزت و احترام سے پیش آتے ہوں گے تو اس

کا بہت اچھا اثر اولاد پر ہو گا۔ بچے سب سے پہلے اپنے والدین سے سیکھتے ہیں یہی اِن کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ آگے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا مسلمان بناتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت مصلح موعودؓ اِس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں۔

"اس طرح یہ بھی سچ ہے کہ ماں باپ ہی اسے مسلمان یا ہندو بناتے ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو ماں باپ اسے گرجا میں لے جا کر عیسائی بناتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے اور ان کی باتیں سن کر وہی بنتا ہے جو اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بچہ میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ اسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کے افعال کی نقل کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہئے خود بڑے ہو کر احمدی ہو جائیں گے۔ مَیں کہتا ہوں اگر بچہ کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی تب ہو سکتا ہے کہ جب وہ بڑا ہو کر احمدیت کے متعلق سنے تو احمدی ہو جائے لیکن جب اَور آوازیں اُس کے کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں اور بچہ ساتھ کے ساتھ سیکھ رہا ہے تو وہ وہی بنے گا جو دیکھے گا اور سنے گا۔ اگر فرشتے اسے اپنی بات سنائیں گے تو شیطان اس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اس کے کان میں نہ پڑیں گے تو بد پڑیں گی اور بد ہو جائے گا۔

پس اگر آپ لوگ گناہ کا سلسلہ روکنا چاہتے ہیں تو جس طرح سگریشن کیمپ ہوتا ہے، اِس طرح بناؤ اور آئندہ اولاد سے گناہ کی بیماری دور کر دو تا کہ آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔"

(منہاج الطالبین صفحہ 57)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"قرآن مجید نے جو لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، کے الفاظ فرمائے ہیں اِن میں بھی اِسی حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگر تم اپنے بچوں کی عمدہ تربیت اور اچھی تعلیم کا خیال نہیں رکھو گے تو گویا اِنہیں قتل کرنے والے ٹھہرو گے۔"

(چالیس جواہر پارے صفحہ نمبر 65)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"یہ یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں کہ اگر کامیاب نصیحت کرنی ہے تو آپ کو ہمیشہ اپنی بیوی اپنے بچوں کے قریب رہنا ہو گا روحانی طور پر اپنے دلی تعلقات کے لحاظ سے کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ اور اُن کے درمیان کوئی خلیج حائل ہو جائے۔ حوصلہ کریں، وسعتِ قلبی کا ثبوت دیں، ان کی کمزوریوں کو دیکھیں تو اپنی کمزوریاں بھی تو یاد کیا کریں۔ آپ بھی کب پہلے دن سے ہمیشہ کے لئے نمازی بن گئے تھے۔ کئی مراحل میں سے آپ گزرے ہیں۔ کئی کمزوریاں ہیں جو آپ کی ذات میں موجود ہیں جن کے ساتھ آپ زندہ رہ رہے ہیں۔ جن کے ساتھ آپ نے ایک قسم کی صلح کر رکھی ہے۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں اُن کے اندر بھی کمزوریاں ہیں۔ ان کے اندر بھی ایسے جذبات ہیں جو بچپن کی عمر میں بعض دفعہ غیر اللہ کی طرف زیادہ مائل ہو جایا کرتے ہیں اور ان کی تادیب کی ضرورت ہے۔ ان کو رفتہ رفتہ تربیت دے کر ایک خاص نہج پر چلانے کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہ شوخیاں اور تیزیاں اور تحقیر کی باتیں کام نہیں دیں گی۔ حوصلہ کرنا ہو گا مگر حوصلے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ مَیں نے دو طرح کے لوگ دیکھے ہیں بعض اپنی اولاد سے اس قسم کا حوصلے کا سلوک کرتے ہیں کہ وہ جو مرضی کرتی رہے ان کو پرواہ کوئی نہیں۔ یہ حوصلہ نہیں ہے یہ تو بے حسی ہے یہ تو موت ہے۔ حوصلہ یہ ہے کہ دکھ محسوس کریں اور دکھ کے ساتھ رہیں اور اس دکھ کو برداشت کر کے پھر اخلاق کا ثبوت دیں۔ اگر آپ ان کمزوریوں کو دیکھیں اور آپ کی روح بے چین نہ ہو جائے تو خدا کی قسم! آپ حوصلے والے نہیں آپ مردہ ہو چکے ہیں۔ تکلیف کی آزمائش کے وقت حوصلہ دکھانا اور اُن محرکات کے وقت غصے کو قابو میں رکھنا جبکہ انسان لازماً طیش کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کو حوصلہ کہتے ہیں اور تربیت کے لئے اس حوصلے کی ضرورت ہے۔"

(مشعلِ راہ جلد سوم صفحہ 388، 389)

تربیتِ اولاد کے لئے سب سے ضروری امر اُن کے حق میں دعا ہے۔ والدین کو ہمیشہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے دعا کرنی چاہیے۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ نے بھی کئی دفعہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی اولادوں کے لئے یہ دعا کرنی چاہیے کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: 75)

یعنی اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

پس والدین کو چاہیے اپنے بچوں کے لئے خود بھی دعا کریں اور پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھی باقاعدگی کے ساتھ دعائیہ خطوط لکھا کریں اور بچوں سے بھی لکھوایا کریں۔ اس طرح بچوں کا بھی اپنے مقدس و پیارے روحانی آقا کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا ہو گا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو نیک صالح و خادم دین بنائے اور علم و معرفت میں بھی ترقی دے اور ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھتے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے حلقۂ احباب اور دوستوں کو اولاد کے حق میں دعا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں۔ اگر اولاد کی خواہش کرے تو اِس نیت سے کرے... کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جائے جو اعلاءِ کلمۃُ الاسلام کا ذریعہ ہو جب ایسی پاک خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ زکریا کی طرح اولاد دے دے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 579)

آپ علیہ السلام اولاد کی پرورش کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

" اُن کی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے واسطے بلکہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کا لحاظ ہو کہ یہ اولاد دین کی خادم ہو۔ لیکن کتنے ہیں جو اولاد کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ اولاد دین کی پہلوان ہو۔ بہت ہی تھوڑے ہوں گے جو ایسا کرتے ہوں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کیوں اولاد کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اکثر ہیں جو محض جانشین بنانے کے واسطے اَور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں، صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شریک یا غیر اُن کی جائداد کا مالک نہ بن جاوے۔ مگر یاد رکھو کہ اس طرح پر دین بالکل برباد ہو جاتا ہے۔

غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذباتِ نفس سے محفوظ رہے۔ اس

کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ رحم اور تقویٰ مدنظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہمّ و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 599-600)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تربیت اولاد کے بارہ فرماتے ہیں:

" ہر مرد عورت کی جب شادی ہوتی ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اولاد ہو۔ اگر شادی کو کچھ عرصہ گزر جائے اور اولاد نہ ہو تو بڑی پریشانی کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ مجھے بھی احمدیوں کے کئی خط روزانہ آتے ہیں جن میں اس پریشانی کا اظہار ہوتا ہے، دعا کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن ایک احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اولاد کی خواہش ہمیشہ اس دعا کے ساتھ کرنی چاہئے کہ نیک صالح اولاد ہو جو دین کی خدمت کرنے والی ہو اور اعمال صالحہ بجالانے والی ہو۔ اس کے لئے سب سے ضروری بات والدین کے لئے یہ ہے کہ وہ خود بھی اولاد کے لئے دعا کریں اور اپنی حالت پر بھی غور کریں۔ بعض ایسے ہیں جب دعا کے لئے کہیں اور ان سے سوال کرو کہ کیا نمازوں کی طرف تمہاری توجہ ہوئی ہے، دعائیں کرتے ہو؟ تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح توجہ ہونی چاہئے اس طرح نہیں ہے۔ مَیں اس طرف بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ اولاد کی خواہش سے پہلے اور اگر اولاد ہے تو اس کی تربیت کے لئے اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد سے نوازے یا جو اولاد موجود ہے وہ نیکیوں پر قدم مارنے والی ہو اور قرۃ العین ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک دعا حضرت زکریاؑ کے حوالے سے ہمیں سکھائی ہے کہ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ (آل عمران:39) کہ اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔ ایسی پاک نسل عطا کر جو تیری رضا کی راہوں پر چلنے والی ہو اور جب انسان یہ دعا کر رہا ہو تو خود اپنی حالت پہ بھی غور کر رہا ہوتا ہے کہ کیا مَیں ان سارے حکموں پر عمل کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیئے ہیں؟

پھر ایک جگہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا ذکر ہے، فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (الصّٰفّٰت:101) اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے وارث عطا کر، مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما۔ پس جو والدین اولاد

کے خواہش مند ہوں انہیں نیک اولاد کی خواہش کرنی چاہئے اور پھر اولاد کی تربیت بھی اس کے مطابق ہو اور جیسا کہ میں نے کہا اولاد کی تربیت کے لئے سب سے پہلے اپنے نمونے قائم کرنے چاہئیں۔ واقفین نو بچوں کے جو والدین ہیں انہیں خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے جس انعام سے نوازا تھا اس نے تو قربانی کا بھی اعلیٰ معیار قائم کر دیا۔ پس جو والدین اپنے بچوں کو وقف نو میں شامل کرتے ہیں انہیں خصوصاً اور دوسروں کو بھی، عام طور پر ہر احمدی کو دعا کرتے رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں ایسی اولاد سے نوازے جو حقیقت میں دین کی خادم بننے والی ہو، جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کو تلاش کرنے والی ہو اور صالحین میں شمار ہو۔"

(خطبہ جمعہ 13 اکتوبر 2006ء)

(بتعاون: عبد المجید زاہد صاحب۔ آسٹریلیا)

۞۞۞۞

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔1234﴾

"متاعِ آسمانی"

(تربیتِ اولاد)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (الانفال:29)

اور جان لو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض ایک آزمائش ہیں اور یہ (بھی) کہ اللہ کے پاس ایک بہت بڑا اَجر ہے۔

کہاں تک حرص و شوقِ مالِ فانی!
اٹھو ڈھونڈو! متاعِ فانی

معزز سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک طویل منظوم کلام بعنوان "مرزا بشیر احمد، مرزا شریف احمد اور مبارکہ بیگم کی آمین پر" ارشاد فرمائے۔ اِس شعر پر میری یہ دسویں تقریر ہے۔ جس کو خاکسار نے "تربیتِ اولاد" کا عنوان دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ حضور علیہ السلام نے اِس نظم میں جہاں اپنی موعود اولاد کا ذکر فرمایا ہے وہاں اِن پر ہونے والے نعماء کا ذکر فرمایا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد کے لئے اس کا شکر ادا کیا ہے۔ ہم سب احبابِ جماعت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ہمیں علم ہو کہ یہ وہ گُر ہیں جن کو بروئے کار لا کر ہم اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کر سکتے ہیں۔ تربیتِ اولاد کے عمیق اور ضروری مضمون میں داخل ہونے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضورؑ کے اس منظوم کلام کا اختصار سے احاطہ کریں۔ حضورؑ نے اپنی تمام اولاد کو اللہ تعالیٰ کا احسان قرار دیا اور ان کو بہت دعائیں دی ہیں جو ہماری مادری زبان ہونے کی وجہ سے دل سے نکلتی ہیں اور تیر کی طرح نشانے پر لگتی ہیں۔ اس لئے اپنی اولاد کے حق میں انہیں دہراتے رہنا چاہیے جیسے فرماتے ہیں۔

بَنا اِن کو نیکوکار و خِردمند
کرم سے اِن پہ کر راہِ بدی بند
ہدایت کر اِنہیں میرے خداوند
کہ بےتوفیق کام آوے نہ کچھ پَند
وہ دے مجھ کو جو اِس دل میں بھرا ہے
زبان چلتی نہیں شرم وحیا ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر ایک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تیری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے اِن کو جو مجھ کو دیا ہے

پھر اولاد کے لئے تقویٰ کی دعا کرتے ہوئے انہیں تقویٰ کی نصیحت کی اور اپنی پختتن اولاد کو دولت اور بہار قرار دے کر فرمایا۔

یہ دولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی
بہار آئی ہے اِس وقتِ خزاں میں
لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں

سامعین! اِن دو اشعار میں اپنی اولاد کو دولت اور بہار قرار دے کر اِسے اپنا باغیچہ قرار دے کر کہا کہ یہ اولاد پھول ہیں جو میرے باغ کا حصہ ہیں جن کی وجہ سے میرا بوستان خوبصورت ہو گیا ہے۔ حضورؑ نے اولاد کو دولت قرار دے کر تربیتِ اولاد کا ایک اہم گُر سمجھایا ہے کہ جس طرح مادی دولت اور اپنی جمع پونجی کی قدر کی جاتی ہے۔ اُس کی حفاظت کی جاتی ہے ویسے ہی بلکہ اِس سے کہیں بڑھ کر اپنی اولاد کو روحانی دولت

سمجھ کر اِس کی حفاظت کریں۔ اِس کی دیکھ بھال کریں۔ کہیں شیطان اُچک کر نہ لے جائے۔ اِس کی ویسے ہی حفاظت کریں جیسے بینک بیلنس کی کی جاتی ہے۔ جو مستقبل میں کام آتا ہے۔ اس پورے کلام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کمال مہارت سے اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے اور اپنی اولاد کے اوپر خدا تعالیٰ کی نعمتوں کے حوالے سے چسپاں کیا ہے۔ اِس سے ایک تو حضورؑ کی اپنے خالقِ حقیقی سے پیار و محبت عیاں ہوتا ہے اور دوسرا آپؑ اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ کی صفات سے منقّش کرنا چاہتے تھے۔ قرآنی حکم صِبْغَۃَ اللّٰہِ کے تحت صفاتِ باری تعالیٰ کو اولاد کے دل میں اُتارنا چاہتے تھے۔ فرماتے ہیں۔

تری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر
مری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
تری رحمت عجب ہے اے میرے یار
ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار

اِن دو اشعار میں اپنا سارا انحصار اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اُس کے فضل پر رکھا ہے۔ رحمتِ الٰہی کو گھر کا شہتیر قرار دیا ہے۔ شہتیر وہ مضبوط اور تناور لکڑی ہوتی ہے۔ جو پُرانے وقتوں میں یا آج کل پہاڑی علاقوں میں جہاں لکڑی کی بہتات ہو مکان کے اوپر چھت ڈالنے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ آج کل اِس کی جگہ لوہے کے Beam نے لے لی ہے۔ حضورؑ نے اپنے گھر کو رحمتِ الٰہی کا شہتیر قرار دے کر بچوں کو یہ سمجھایا ہے کہ ہمارے گھر کا انحصار اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہے اور فضلِ الٰہی کو گھر کا گلزار قرار دے کر سمجھایا کہ ہم پر جو افضال اللہ تعالیٰ کے نازل ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں وہ پھولوں کا ایک باغیچہ ہے جو جسمانی صحت کے لئے روح افزاء ہے۔ شاید اِسی کثرت اور تکرار کے ساتھ رحمتِ الٰہی اور فضلِ خداوندی کے ذکر کی وجہ سے آپ کے موعود بیٹے حضرت مصلح موعودؓ نے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کر کے اپنی تحریرات اور خطوط پر "خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ۔ ھو الناصر" لکھنا شروع کیا۔ حضورؑ نے فضل اور رحم کے الفاظ کو بار بار اس نظم میں استعمال فرمایا ہے جیسے "ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات"۔ "ترحّم سے مری سُن لی ہر اک بات" اور "ہوا مَیں تیرے فضلوں کا منادی"۔ وغیرہ

پھر حضورؑ نے اپنے بچوں کو یہ سمجھایا ہے کہ میرے مخالفین نے مجھے تباہ و برباد کرنے میں کون کون سا دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا مگر میرے خدا نے مجھے سہارا دیئے رکھا اور میری حفاظت فرمائی۔ مجھے ترقیات دیتا رہا۔ یہ محض اُس تعلق کی وجہ سے ہے جو مجھے اللہ تعالیٰ سے ہے جیسا کہ حضورؑ نے فرمایا مجھے اُس یار سے پیوند جان ہے۔ شاید یہی وجہ ہے حضورؑ نے اپنے منظوم کلام میں بار بار "فسبحان الذی اخزی الاعادی" کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں اور لکھا کہ

مری اُس نے ہر اک عزّت بنا دی
مخالف کی ہر اک شیخی مٹادی
مجھے ہر قسم سے اُس نے عطا دی
سعادت دی، ارادت دی، وفا دی

حضورؑ بار بار اپنے اللہ کے احسانات کو گنوا کر شکرِ خداوندی کی طرف اپنے آپ کو دعوت دے رہے ہیں اور اولاد کو متوجہ فرماتے ہیں۔ آپؑ لکھتے ہیں کہ

بیان اُس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبت کا تو اِک دریا رواں ہے
تری نعمت کی کچھ قلّت نہیں ہے
تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شُمار فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے

تاریخِ احمدیت نے ایک واقعہ یوں محفوظ کیا ہے کہ ایک دفعہ آپؑ کے بچوں میں بحث جاری تھی کہ دولت اچھی ہے یا علم۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس لطیف بحث کو سُن کر اپنے بچوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ بیٹو! نہ علم اچھا ہے نہ دولت اچھی ہے۔ اللہ کا فضل اچھا ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس منظوم کلام میں بہت سے مضامین بیان ہوئے ہیں۔ جو سب ایک تقریر میں بیان کرنے مشکل ہیں تاہم یہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ تمام نصائح اور امور متاعِ آسانی میں شامل ہیں۔ منظوم کلام کے آخر پر جو سبق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے بچوں اور جماعت کی روحانی اولاد کو دینا چاہ رہے ہیں وہ اگر بیان نہ کروں تو میرا یہ مضمون ادھورا رہ جائے گا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ میرے پر ایمان لانا اور اخلاص سے اطاعت کرنا حقیقت میں صحابہ رسولؐ سے اُن کے اخلاص سے ملنا ہے۔ یعنی آپؑ پر ایمان اِس قدر اہمیت و فضیلت اور برکت کا حامل ہے کہ وہ ایمان لانے والوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے ملا دیتا ہے۔ جس کا ذکر قرآنی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ میں ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس نظم کے آخر میں یوں ذکر فرمایا ہے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اِن اشعار میں تربیتِ اولاد کا ایک اہم پہلو بیان ہوا ہے کہ اپنے آپ کو صحابہؓ جیسے اچھے افعال سے مزیّن کر کے اپنی اولاد کے لئے نمونہ بنیں اور اولاد کو بھی صحابہؓ جیسے مقام پر پہنچانے کے لئے سعی کریں۔ اللہ تعالیٰ نے جو پنجتن اولاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بطنِ سیدہ سے عطا کی۔ وہ موعود اولاد تھی اور بہت سی خوبیوں اور اوصاف کی حامل تھی۔ اِن میں ایک کو اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کا درجہ دیا۔ آپ خلیفہ ثانی بنے۔ ہم سب کو آپ کے نمونہ پر چلتے ہوئے چھوٹا مصلح موعود بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

حضرت مصلح موعودؓ خلافت کے ذریعہ وحدتِ قومی بنائے جانے کے متعلق فرماتے ہیں:

"دنیا خواہ کتنا ہی زور لگائے، مخالفت میں کتنی ہی بڑھ جائے، گو دنیا کے ذرائع ہماری نسبت کروڑوں کروڑ گُنے زیادہ ہیں، لیکن یہ ایک قطعی اور یقینی بات ہے کہ سورج ٹل سکتا ہے، ستارے اپنی جگہ چھوڑ سکتے ہیں، زمین اپنی حرکت سے رک سکتی ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی فتح میں اب کوئی

شخص روک نہیں بن سکتا۔ قرآن کی حکومت دوبارہ قائم کی جائے گی، پھر دنیا اپنے ہاتھوں کے بنائے ہوئے بتوں یا انسانوں کی پوجا کو چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرنے لگے گی اور باوجود اس کے کہ دنیا کی حالت اس قرآنی تعلیم کو قبول کرنے کے خلاف ہے، اسلام کی حکومت پھر قائم کر دی جائے گی، اس طرح کہ پھر اس کی جڑوں کا ہلانا انسان کے لئے ناممکن ہو جائے گا... مَیں ایک ہوشیار کرنے والے کی صورت میں دنیا کو ہوشیار کرتا ہوں کہ یہ بیج بڑھے گا، ترقی کرے گا، پھیلے گا اور پھلے گا اور وہ روحیں جو بلند پروازی کا اشتیاق رکھتی ہیں، جن کے دلوں کے مخفی گوشوں میں خدا تعالیٰ کے ساتھ ملنے کی تڑپ ہے وہ ایک دن اپنی مادی خوابوں سے بیدار ہوں گی اور بے تاب ہو کر اس درخت کی ٹہنیوں پر بیٹھنے کے لئے دوڑیں گی، تب اس دنیا کے فساد دور ہو جائیں گے۔ اس کی تکلیفیں مٹادی جائیں گی۔ خدا تعالیٰ کی بادشاہت پھر اس دنیا میں قائم کر دی جائے گی اور پھر اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کے لئے سب سے قیمتی متاع قرار پائے گی اور دنیا کی یہ تبدیلی فساد اور بدامنی کے دور کرنے کا ذریعہ ثابت ہو گی اور یہی ایک ذرعہ ہے جس سے دنیا کا فساد اور بدامنی دور کی جاسکتی ہے، اس کے سوا سب کوششیں بیکار ہو جائیں۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، صفحہ 324)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی نسل اور خاندان کے پھلنے اور پھولنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"پھر خدائے کریم جلّ شانُہٗ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور مَیں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہو گی اور مَیں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی، اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے، ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہو گا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں ارد گرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذرّیت

منقطع نہیں ہو گی اور آخری دنوں تک سر سبز رہے گی خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ مَیں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحۂ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہو گا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 125-126)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِس دنیا کی اصلاح کے لیے بکثرت احمدیوں کی ضرورت ہے جو مصلح موعود کی صفات سے آراستہ ہوں جو اُن تمام ہتھیاروں سے لیس ہوں جو مصلح موعود کو عطا کیے گئے تھے پس جب مَیں کہتا ہوں کہ آپ مصلح موعود بنیں اور آپ کے بڑے بھی مصلح موعود بنیں تو ہرگز یہ نہیں کہتا کہ بلند مراتب کی تمنا کریں بلکہ مَیں یہ کہتا ہوں کہ ان صفات کی اپنے ربّ سے بھیک مانگیں جو صفات آج کے زمانہ کے انسان کے احیاءِ نَو کے لیے ضروری ہیں۔"

(خطاب حضور رحمہ اللہ 23 فروری 1986ء بحوالہ ماہنامہ خالد فروری 1991ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"آپ کے کام کو دیکھ کر حضرت مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کی شوکت اَور روشن تر ہو کر ہمارے سامنے آتی ہے اور جیسا کہ مَیں نے کہا اصل میں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے جس سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اور دائمی مرتبے کی شان ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا تعلق صرف ایک شخص کے پیدا ہونے اور کام کر جانے

کے ساتھ نہیں ہے۔ اس پیشگوئی کی حقیقت تو تب روشن تر ہو گی جب ہم میں بھی اُس کام کو آگے بڑھانے والے پیدا ہوں گے جس کام کو لے کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئے تھے اور جس کی تائید اور نصرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مصلح موعود عطا فرمایا تھا جس نے دنیا میں تبلیغِ اسلام اور اصلاح کے لیے اپنی تمام تر صلاحیتیں لگا دیں۔

پس آج ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاحِ نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاحِ اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاحِ معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یومِ مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے، ورنہ تو ہماری صرف کھوکھلی تقریریں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍فروری 2011ء)

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)

۞۞۞۞

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔47﴾

تربیتِ اولاد اور انصار اللہ کی ذمّہ داریاں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَھۡلِیۡکُمۡ نَارًا (التحریم:7)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

سامعین کرام! میری گزارشات کا عنوان ہے **تربیت اولاد اور انصار اللہ کی ذمّہ داریاں**

میرے انصار بھائیو! اس آیتِ کریمہ جہاں مومنوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اپنی اصلاح کرتے رہو وہاں اپنی اولاد کی بھی فکر کرنے اور ان کی تعلیم و تربیت کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کیونکہ کسی قوم کی ترقی اور رفعت کا دارومدار آئندہ نسل کی تربیت اور اعلیٰ اخلاق پر ہوتا ہے۔ اُن کی تربیت و اصلاح کی طرف توجہ نہ دی جائے تو اہل و عیال فسق و فجور، بد اخلاقی اور فحشاء میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں غضبِ الٰہی کی آگ اُن پر بھڑکنا شروع ہو جاتی ہے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اچھی تربیت سے بڑھ کر کوئی بہترین اعلیٰ تحفہ نہیں جو باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 415)

یہی وجہ ہے کہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"پس خود نیک بنو اور اور اپنی اولاد کے لئے ایک عمدہ نمونہ نیکی اور تقویٰ کا ہو جاؤ اور اس کو متقی اور دیندار بنانے کے لئے سعی اور دعا کرو۔ جس قدر کوشش تم ان کے لئے مال جمع کرنے کی کرتے ہو اسی قدر کوشش اس امر میں کرو"۔

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 109۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

دورِ حاضر میں ہر طرف فسق و فجور اور معصیت کا بازار گرم ہے اور معاشرے میں لامذہبیت اور اخلاقی بے راہ روی بڑی تیزی سے سرایت کر رہی ہے جبکہ والدین روزگار کے حصول کی تگ ودَو میں باوجود

کوشش و خواہش کے بچوں کیلئے بہت کم وقت نکال پاتے ہیں اور عام طور پر بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ انفارمیشن ٹیکنالوجی نے معلومات کا سیلاب برپا کر رکھا ہے جہاں اچھی بُری معلومات ہر چھوٹے بڑے کی دسترس میں ہیں جس سے بچوں کے ناپختہ ذہنوں کیلئے اردگرد کا ماحول دن بدن مزید پراگندہ اور خطرناک ہوتا جارہاہے اور دجّالی طاقتوں نے الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ پوری دُنیا میں بُرائی کی نمائش و تشہیر کے جو جال پھیلا رکھے ہیں ان کے بد اثرات سے بچے محفوظ نہیں ہیں۔ اس ماحول میں بڑوں خاص طور پر انصار جو بالعموم سربراہ خانہ ہوتے ہیں کی ذرا سی غفلت بچوں کی تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔ اس لئے انصار کو نہایت چوکس رہ کر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی طرف متوجہ رہنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بچوں کا ذہن ہر غلط نقش قبول کرنے کے لئے مستعد ہوتا ہے اور معاشرے میں چونکہ بچوں کے خیالات، مزاج، دلچسپیوں اور اخلاق پر نہایت بُرے اثرات ڈالنے کی بے پناہ صلاحیت موجود ہے۔ اگر پیار اور محبت کے ساتھ اچھی اور نیک باتیں اُن کے کانوں میں نہیں پڑیں گی تو ماحول کی بُری باتیں سن کر اور دیکھ کر وہ بُرائیوں کا شکار ہو جائیں گے۔

چنانچہ موجودہ دَور میں معاشرے کے بد اثرات سے بچاؤ کے لئے بھی اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرنا اس وقت ہماری بہت ہی اہم ذمّہ داری ہے۔ اسی لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک موقع پر فرمایا۔

"یہ زمانہ ایسا نہیں جس میں ہم ذرا بھی غفلت برتیں اور سُستی سے کام لیں۔ اس لئے ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں کو سنبھال لیں، اُن کی بہترین رنگ میں تربیت کریں"

انصار بھائیو! تربیتِ اولاد کے فلسفے کو اگر اسلامی نقطہ نظر سے پورے طور پر سمجھ لیا جائے اور اپنی اولادوں کو اس کے مطابق ڈھالا جائے تو یہ قیمتی نسخہ ایسے شخص کی زندگی میں خوشیاں اور مسرّتیں بکھیر دیتا ہے جبکہ اس بارے میں غفلت اور لاپرواہی اولاد کے علاوہ انسان کی اپنی زندگی کو ابتلاء، دکھوں اور غموں کا ایسا شکار بنادیتی ہے کہ پھر اس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے۔

آئندہ نسل کی صحیح تربیت کرنا قوم کو زندہ رکھنے کا ایک حتمی اور یقینی ذریعہ ہوتا ہے۔ اپنی قوم اور نسل کی بقا سے متعلق ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا اِدراک انہیں بچپن سے حاصل ہو جائے۔"

سامعین! تربیت اولاد سے صدقات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا کسی شخص کا اپنی اولاد کی اچھی تربیت کرنا صدقہ دینے سے زیادہ بہتر ہے۔ صدقہ دینا تو بہت اچھا ہے، مگر اولاد کی تربیت سے لامتناہی سلسلہ صدقات کا شروع ہو جاتا ہے۔ اچھی تربیت والی اولاد جو آئندہ کے لئے نیکی کا موجب بنتی ہے وہ صدقہ دیتی ہے اور اس کی اولاد آگے اولاد۔ اور یہ محبت کا سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ چلتا ہے۔ پس یہ معنی ہیں کہ ایک صدقہ تم دے دو وہ تو وہیں رُک جائے گا مگر اولاد کی تربیت اچھی کرو گے تو اولاد تمہارے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہو گی۔"

میرے انصار بھائیو! تربیت اولاد آخرت میں فائدہ دینے والی متاع ہے۔ قرآنی حکم کہ ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔ گویا ہر جان کو خدا تعالیٰ متنبہ کر رہا ہے کہ تم نے کل کے لئے کیا تیاری کی ہے اس تیاری میں نیک اولاد بھی ہے جن کو ہم آگے بھیجیں گے۔ اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اپنی اولاد کی تربیت کی فکر کریں اور ان پر معاشرے کے غلط رنگ کبھی نہ چڑھنے دیں۔ انہیں تقویٰ کے رنگوں سے مزین کریں۔ انہیں نمازوں کا عادی بنائیں روزانہ قرآن کریم کی تلاوت کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔ ان کی نیکیوں اور دین کی خدمت کی باتیں آپ کے لئے فخر کا باعث ہونی چاہئیں۔ اگر آپ متقی اور دیندار اولاد چھوڑ جائیں تو یہی وہ متاع ہے جو آخرت میں بھی آپ کے کام آئے گی..... اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور اپنی اصلاح اور اولاد کی نیک تربیت پر دھیان دیں۔"

(خطاب برقع سالانہ اجتماع انصار اللہ جرمنی 2011ء)

انصار بھائیو! اس ضمن میں یہ بات بھی یدر کھنی چاہئے کہ اچھی تربیت کے نتیجہ میں نیک اولاد جنت میں ماں باپ کے درجات کی بلندی کا باعث بنتی ہے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ تربیت یافتہ نیک اولاد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یقیناً آدمی کا اس کی وفات کے بعد ایک درجہ جنت میں بلند کیا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے میرا درجہ کیسے بلند ہو گیا؟ اسے جواب دیا جاتا ہے کہ تیرے لئے تیرے بچے کی دعا کے سبب سے تیرا درجہ بلند ہوا۔

(ابنِ ماجہ کتاب الادب باب برالوالدین)

بچے یا بچی کی کامیاب و کامران زندگی کے لئے اُن کی اچھی تربیت ضروری ہے۔ چونکہ گناہ بچپن سے پیدا ہوتا ہے اور ہر ایک بدی بلوغ سے پہلے انسان کے دل میں جاگزیں ہو جاتی ہے اور بالغ ہونے پر تو وہ شخص پورے طور پر شیطان کے قبضے میں جا چکا ہوتا ہے۔ اس لئے بچپن کی تربیت ہی انسان کو وہ کچھ بناتی ہے جو آئندہ زندگی میں وہ بنتا ہے۔ چنانچہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے، ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز)

پس اولاد کی کامیاب زندگی کا دارومدار بہت حد تک بچپن میں دعاؤں کے ساتھ اُن کی تربیت کے لئے کی جانے والی کوششوں پر ہے۔

انصار بھائیو! تربیتِ اولاد سے غفلت، قتلِ اولاد کے مترادف ہے۔ تربیتِ اولاد، درحقیقت ایک عظیم جہاد ہے جس میں غفلت اور سُستی سنگین غلطی ہے جو بچوں کو اخلاقی اور رُوحانی طور پر قتل کرنے کے مترادف ہے۔ عدم تربیت یافتہ بچے معاشرہ کے لئے بوجھ بھی بن سکتے ہیں اور اپنے والدین کے لئے وبالِ جان بننے کے علاوہ معاشرہ کے لئے بھی مسائل پیدا کر سکتے ہیں۔ اسی لئے ہمارا دین اسے قتلِ اولاد کے مترادف قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل:32)

کہ اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

سامعین! اولاد کی تربیت خود اپنی اصلاح اور تربیتی معیار کو بلند کرنے کا بھی اچھا موقع ہے۔ انصار جب اپنے بچوں اور اہلِ خانہ کی تربیت کی کوشش کریں گے تو ساتھ ساتھ اپنی خامیاں اور کمزوریاں بھی اُن پر واضح ہونے لگتی ہیں اور اس طرح وہ انہیں دُور کرنے کی کوشش بھی لازماً کریں گے۔ اس طرح اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو دُور کر کے نیکیوں میں آگے بڑھتے ہوئے اپنی اصلاح اور تربیت اور تعلق باللہ میں اضافہ کرنے کی بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے توفیق پائیں گے۔

اب مَیں آپ کے سامنے خلفاء کے چند ارشادات رکھتا ہوں جن سے تربیت اولاد کے حوالے انصار اللہ کی ذمّہ داریاں عیاں ہوتی ہیں۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں "میں انصار کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بچوں کی تربیت نہایت ضروری چیز ہے اور ان کی نگرانی نہ کرنا ایک خطرناک غلطی ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"یاد رکھیں کہ انصاراللہ کی سب سے اہم ذمّہ داری نئی نسل کی تربیت ہے۔ اگر انصار اپنے بچوں کی اسلامی تعلیمات کے مطابق تربیت کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو وہ ایک اہم مقصد کو حاصل کرنے والے ٹھہریں گے۔"

پھر فرمایا "آپ کی ذمّہ داری یہ ہے کہ انصار کو توجہ دلائیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ ان کے بچے نمازیں پڑھنے والے ہوں، قرآن کریم کی تلاوت کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔"

(میٹنگ مع نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ سنگاپور منعقدہ 17اپریل 2006ء)

پس انصار کو ان کی اس ذمّہ داری کا احساس دلاتے رہنا چاہئے اور اگر انہیں بتایا جائے کہ وہ بچوں کی کس طرح تربیت کر سکتے ہیں تو وہ زیادہ عمدگی سے اپنے فرائض ادا کر سکتے ہیں۔ اور اسے دلچسپی اور شوق سے سرانجام دینے کی کوشش کریں گے اور اس غرض کے لئے پہلے سب بڑوں بالخصوص اپنے گھر کی عورتوں کی صحیح تربیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ اسی طرح بڑی عمر کے انصار اپنے نوجوان یا شادی شدہ بچوں کی بھی اس نہایت اہم فریضہ کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں تربیت اولاد کے طریقوں سے آگاہی ضروری ہے۔

تربیت اولاد کے طریقوں سے متعلق قرآن و حدیث اور حضرت مسیح موعودؑ کی کتب نیز خلفاء سلسلہ کے ارشادات، سنہری اصولوں اور خوبصورت واقعات سے انصار کو آگاہ کرنا بہت ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یہ بھی انصار اللہ کا کام ہے کہ وہ احمدی بچوں کی تربیت کی فکر کریں۔ اسی طرح آپ کا ارشاد ہے کہ ہمارے احمدی معاشرہ میں ہر سطح پر یہ کوشش ہونی چاہئے کہ احمدی نسل میں پاک اور صاف سوچ پیدا کی جائے۔

اس لئے ہر سطح پر جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کے نظام کو بھی یہ کوشش کرنی چاہئے کہ خاص طور پر یہ بُرائیاں، حسد ہے، بدگمانی ہے، بدظنی ہے، دوسرے پر عیب لگانا ہے اور جھوٹ ہے اس بُرائی کو ختم کرنے کے لئے کوشش کی جائے، ایک مہم چلائی جائے۔

تربیت اولاد کے لئے اپنا نمونہ اور عمل بھی اچھا پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو نہیں لیں گے۔ یہ دو نسلوں کے رابطے کے وقت ایک ایسا اصول ہے جس کو بھلانے کے نتیجہ میں قومیں ہلاک بھی ہو سکتی ہیں اور یاد رکھنے کے نتیجہ میں ترقی بھی کر سکتی ہیں۔ ایک نسل اگلی نسل پر جو اثر چھوڑا کرتی ہے اس میں عموماً یہ اصول کار فرما ہوتا ہے کہ بچے ماں باپ کی کمزوریوں کو پکڑنے میں تیزی کرتے ہیں اور ان کی باتوں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ اگر باتیں عظیم کردار کی ہوں اور بیچ میں سے کمزوری ہو تو بچہ بیچ کی کمزوری کو پکڑے گا۔

اس لئے یاد رکھیں کہ بچوں کی تربیت کے لئے آپ کو اپنی تربیت ضرور کرنی ہو گی۔ ان بچوں کو آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بچو! تم سچ بولا کرو، تم نے مبلغ بننا ہے۔ تم بددیانتی نہ کیا کرو، تم نے مبلغ بننا ہے۔ تم غیبت نہ کیا کرو، تم لڑا جھگڑا نہ کرو اور یہ باتیں کرنے کے بعد پھر ماں باپ ایسا لڑیں، جھگڑیں، پھر ایسی مغلّظات بکیں، ایک دوسرے کے خلاف ایسی بے عزتیاں کریں پھر وہ کہیں کہ بچے کو تو ہم نے نصیحت کر دی ہے اب ہم اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ جو اُن کی اپنی زندگی ہے وہی بچے کی زندگی بنے گی۔ جو فرضی زندگی انہوں نے بنائی ہوئی ہے کہ بچہ یہ کرو، بچے کو کوڑی کی بھی اس کی پرواہ نہیں ہو گی۔ ایسے ماں باپ جو جھوٹ بولتے ہیں وہ لاکھ بچے کو کہیں کہ تم جھوٹ بولتے ہو ہمیں بڑی تکلیف ہوتی ہے، خدا کے لئے سچ بولا کرو، سچائی میں زندگی ہے۔ وہ بچہ کہتا ہے ٹھیک ہے یہ بات، لیکن اندر سے وہ سمجھتا ہے کہ ماں باپ جھوٹے ہیں اور وہ ضرور جھوٹ بولے گا۔ اس لئے دو نسلوں کے جوڑ کے وقت یہ اصول کار فرما ہوتا ہے اور اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجہ میں آپس میں خلا پیدا ہو جاتے ہیں"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ خوشگوار گھریلو ماحول کے قیام کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"والدین اور بچوں کے درمیان اچھا تعلق ہو گا تو اُن کی تربیت بھی اچھی ہو سکے گی۔ لیکن اس کے لئے ماں اور باپ کے درمیان مثالی تعلق ہونا اور پورے گھر کا ماحول خوشگوار ہونا بے حد ضروری ہے۔ اس لحاظ سے سورۃ النساء کی آیت نمبر 35 جس میں مرد کے قوّام یعنی سرپرست ہونے کا ذکر ہے باپ یا خاوند پر بڑی بھاری ذمّہ داری عائد کرتی ہے۔ اگر اُس کا طرزِ عمل خوشگوار گھریلو زندگی کے فروغ کے لئے سازگار نہیں اور مناسب ماحول پیدا نہیں کرتا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ایسا خاوند بحیثیت نگران اور سرپرست اپنی ذمّہ داریاں ادا کرنے میں ناکام رہا ہے۔"

پھر فرمایا:

"بچپن ہی سے بچوں کے دل اپنی طرف یعنی ماں باپ اپنی طرف مائل کریں اور گھر کے ماحول میں ان کی لذت کے ایسے سامان ہونے چاہئیں کہ وہ باہر سے گھر لوٹیں تو سکون کی دنیا میں لوٹیں، بے سکونی سے نکل کر اطمینان کی طرف آئیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 جون 1997ء)

چنانچہ انصار کا فرض ہے کہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھیں کہ میاں بیوی کے باہمی تعلقات بچوں کے کردار کو سنوارنے یا بگاڑنے میں بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لئے وہ اپنے تعلقات کو ہر طرح مثالی بناتے ہوئے اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ اپنے بچوں کو اپنے سے مانوس رکھیں۔ دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی بات کر سکیں۔ محبت سے ان کے سوالات کا جواب دیں۔

انصار بھائیو! تقریر کے آخر پر بچوں کے لئے دعا کے اہم پہلو کو بیان کر کے اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کی تربیت پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرماتے ہیں

"ہدایت اور تربیتِ حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی

کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے..... ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آداب تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا، وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 5۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

اس سلسلہ میں دعا کی اہمیت کا ذکر ایک جگہ یوں فرماتے ہیں:

"کاش! دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرالیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے"

پھر فرمایا "میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اوّل: اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرّۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدّام بنیں"

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"آئندہ نسلوں کی بقا کے لئے یہ نہایت اہم نسخہ ہے کہ جہاں ظاہری تدبیریں اور کوششیں ہو رہی ہیں جو اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ایک انسان کرتا ہے وہاں دعا بھی ہو کیونکہ اصل ذات تو خدا تعالیٰ کی ہے جو اچھے نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ لوگ اپنی ذاتی صلاحیت سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی خیال غلط ہے۔"

اور یہی وجہ ہے کہ میاں بیوی کو بھی اولاد کے لئے آپس میں تعلق قائم کرتے ہوئے بھی دعا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

پھر حضور فرماتے ہیں "بچوں کی پیدائش کے وقت بھی اور پیدائش کے بعد بھی ہمیشہ بچوں کے نیک صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور نصیحت ہے... والدین کا... سب سے بڑا فرض ہے کہ پیدائش سے لے

کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ ماننے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اُٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں... اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوفِ خدا کرنا چاہئے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں، باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔"

پس تربیت کے لئے ضروری ہے کہ والدین اپنی تمام تر کوششوں کے ساتھ درد دل سے اپنے مولیٰ کے حضور بچوں کے لئے ہمیشہ دعا کرتے رہیں اور حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خوشخبری کو یاد رکھتے ہوئے کہ ماں باپ کی دعا اپنی اولاد کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے خاص طور پر اُن دعاؤں کا وِرد کرنا اپنا معمول بنالیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولاد کی تربیت کے لئے قرآن کریم، احادیث حضرت مسیح موعودؑ نے ہمیں سکھلائی ہیں۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ

اے اللہ رب العالمین! تو ہم سب کو ان پیاری نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے تا ہم بھی اس شعر کے مصداق ہو سکیں۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

۞۞۞۞

﴿4﴾ ﴿مشاہدات۔44﴾

عہد انصار اللہ اور ہماری ذمّہ داریاں

اَشْھَدُ اَن لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ واشھد انّ محمداً عبدہ ورسولہ

امّا بعد فأعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

وَاَوْفُوْا بِالْعَھْدِ اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُولاً (بنی اسرائیل:35)

جناب صدر اور معزز سامعین!

آج کی اس پُر وقار عمل محفل میں میری تقریر کا عنوان ہے "**عہد انصار اللہ اور ہماری ذمّہ داریاں**"

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ

اہل شیطان نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

جناب صدر! سورۃ المومنون میں کامیاب اور فلاح پا جانے والے مومنین کی علامات اور خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا:

وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمَانَاتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ (المومنون:9)

فلاح پا گئے وہ مومن جو اپنی امانتوں اور عہدوں کی پاسداری کرتے ہیں۔

ایک عہد وہ ہے جو ہم لوگوں سے کرتے ہیں اس کو بھی پورا کرنا مومن کا کام ہے لیکن جو عہد خدا کو حاضر ناظر جان کر، اس کو گواہ ٹھہرا کر کیا جائے اس کی پاسداری تو بدرجہ اَولیٰ فرض ہو جاتی ہے اور پھر اس عہد کو پورا کرنے پر اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں سے کئے عہد کو پورا کرتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔

اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (البقرہ:40)

کہ تم میرے ساتھ کئے عہد کو ایفا کرو میں تمہارے ساتھ کئے عہد کو پورا کروں گا۔

سامعین کرام! حقیقی نیکی اور اصل نیک لوگ کون ہیں اللہ تعالیٰ ان کی علامات بیان کرتے ہوئے ایک علامت یہ بھی بیان فرماتا ہے کہ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا (البقرہ:178)

اور وہ جب کوئی عہد کرتے ہیں تو اس کو پورا کرتے ہیں۔

پس ہم جو تنظیم انصار اللہ میں شامل ہیں اور اپنے اجلاسات میں تشہد یعنی اللہ اور اس کے رسول کو گواہ بنا کر یہ عہد کرتے ہیں:

"میں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے ان شاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز میں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔" ان شاء اللہ تعالیٰ

جناب صدر! یہ ایک بہت بڑا عہد ہے جو ہم کرتے ہیں۔ اس میں (1) اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت (2) نظام خلافت کی حفاظت کے لئے کوشش اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار رہنے کا عہد کیا گیا ہے۔ (3) اور پھر ایک زائد بات سربراہِ خانہ ہونے کے ناطے سے اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرنے کا عہد بھی شامل ہے۔

اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت اور اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کا عہد غیر معمولی عہد ہے جو ہم کرتے ہیں اور یقیناً یاد رکھیں کہ عہدوں کی حفاظت ان کی پاسداری اور ان کو پورا کرنا مؤمنین کی علامت ہے اور بہت بڑی ذمّہ داری بھی ہے کیونکہ ان عہدوں کے بارہ میں قیامت کے روز ہم سے سوال کیا جائے گا کہ ہم نے کس قدر اپنے وعدوں اور عہدوں کو نبھایا ہے۔ اگر ہم نے اپنے عہد کو نبھایا ہے جو ہم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے تو یقیناً ہم اس کا پھل بھی اسی دنیا میں کھائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدے ہم سے کئے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ پورا کر کے دکھائے گا۔ ان شاء اللہ

؎ انصار کی تنظیم کا مقصد ہی یہی ہے
بس دیں کی اشاعت میں مددگارِ خلافت

معزز سامعین! انصار اللہ تنظیم کے بانی سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ہمیں ہمارے فرائض کے بارہ میں متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وہ (یعنی انصار) اگر اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی سے کام لیں گے اور اگر دین کی محبت اپنے نفوس میں اور پھر تمام دنیا کے قلوب میں پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوں گے، وہ اگر احمدیت کی اشاعت کو اپنا اولین مقصد قرار نہ دیں گے اور اگر وہ اس حقیقت سے اغماض کرلیں گے کہ انہوں نے اسلام کو دنیا میں پھر زندہ کرنا ہے تو انصاراللہ کی عمر کے بعد اور کون سی عمر ہے جس میں وہ کام کریں گے۔ انصار اللہ کی عمر کے بعد تو پھر مَلَکُ الموت کا زمانہ ہے اور مَلَکُ الموت اصلاح کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ وہ اس مقام پر کھڑا کرنے کے لئے آتا ہے جب کوئی انسان سزا یا انعام کا مستحق ہو جاتا ہے۔ پس میں ایک دفعہ پھر انصاراللہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو سمجھیں۔"

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 89)

سامعین کرام! نظام خلافت کے ساتھ گہری وابستگی رکھنا اور دربار خلافت سے اٹھنے والی ہر آواز پر لبیک کہنا انصاراللہ کے عہد کی پاسداری اور ہماری ذمّہ داریوں میں شامل ہے اور ہم پر صرف اپنی ذمّہ داری ہی نہیں بلکہ سربراہِ خاندان ہونے کے ناطے ہم سے یہ عہد بھی لیا جاتا کہ ہم نے اپنی اولاد کی اعلیٰ تربیت کرنی ہے اور انہیں بھی خلافت کے ساتھ پختہ تعلق اور گہری وابستگی کے لئے اپنے عملی نمونہ سے تیار کرنا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ اِس ذمّہ داری کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"جس طرح ہر باپ کا فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کرے۔ اسی طرح انصاراللہ کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی جماعت کے بچوں اور نوجوانوں کے حالات اور ان کے اخلاق کا جائزہ لیتے رہیں اور اگر خدانخواستہ ان میں کوئی کمزوری دیکھیں تو نرمی اور محبت کے ساتھ اس کو دور کرنے کی کوشش کریں اور اپنی ظاہری جدوجہد کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے بھی اللہ تعالیٰ کی تائید اور اس کی نصرت کو جذب کریں اور سب سے

بڑھ کر اپنا نیک نمونہ ان کے سامنے پیش کریں تا کہ ان کی فطرت کا مخفی نور چمک اٹھے اور دین کے لئے قربانی اور فدائیت کا جذبہ ان میں ترقی کرے۔"

(سبیل الرشاد جلد اوّل صفحہ 208)

لہرائیں گے اکناف میں دین کا پرچم
جاں دیں گے خلافت کی حفاظت کیلئے ہم
اولاد کو رکھیں گے خلافت کا وفادار
اللہ کے انصار ہیں، اللہ کے انصار

سامعین کرام! انصاراللہ کا عہد ہمیں غیر معمولی ذمّہ داریوں کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اس عہد کی پاسداری میں ہماری آئندہ نسل کی تربیت اور احمدیت کا مستقبل وابستہ ہے۔ اس لئے اس عہد کو کبھی معمولی خیال نہ کریں۔

اس طرف ہمیں متوجہ کرتے ہوئے ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"آپ نے ایک عہد بھی کیا ہے کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت کے لئے آخر دم تک کوشش کروں گا۔ نظام خلافت کی حفاظت کے لئے آخر دم تک کوشش کروں گا۔ اپنے بچوں میں بھی یہ روح پھونکنے کی کوشش کروں گا تو یہ عہد جو ہے اس کو معمولی عہد نہ سمجھیں۔ یہ ایک بہت بڑا عہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر ہم یہ عہد کر رہے ہیں اس لئے ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ جو انصار اللہ ہیں اگر آپ نے اپنے اس عہد کو نہ نبھایا، اپنے اس عہد کو نبھانے کے لئے وہ بھرپور کوشش نہ کی جس کی آپ سے توقع کی جاتی ہے تو آئندہ آنے والی نسلیں آپ کو معاف نہیں کریں گی کیونکہ انہوں نے بھی آپ کے نقش قدم پر چلنا ہے۔ جن بچوں کی، جن نوجوانوں کی تربیت آپ نے کرنی ہے وہ آپ کو الزام دیں گی کہ کیوں ہماری تربیت نہیں کی۔ اس لئے یہ یاد رکھیں کہ عہد جو آپ نے کیا ہے اس کو نبھانا آپ کی بہت بڑی ذمّہ داری ہے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 9، جنوری 2009ء)

سامعین کرام! انصاراللہ کا عہد اور ہماری ذمّہ داریاں ہمارے امام نے ہمارے سامنے بیان کر دی ہیں۔ اس عہد کی پاسداری کرنا اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرکے ہی ہم وفادارِ خلافت کہلاسکتے ہیں۔ اس ایفائے عہد کے نتیجہ میں یقیناً خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اور غلبہ احمدیت کا وعدہ بھی ان شاء اللہ ضرور پورا ہو گا اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حقیقی انصاراللہ کہلانے کے مستحق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہم ہیں انصار اللہ
شاہد رہ تو اللہ
عہد ہے اپنا واللہ
ہم ہیں انصار اللہ

(بتعاون: ایم-ایم-طاہر)

۞۞۞۞

﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔46﴾

تربیت اولاد اور ماؤں کی ذمّہ داریاں

(جدید ایجادات کی روشنی میں)

میری بہنو اور ماؤں! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم:7)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

آج میری گزارشات کا عنوان ہے۔ **تربیت اولاد اور ماؤں کی ذمّہ داریاں (جدید ایجادات کی روشنی میں)**

ماؤں کی ذمہ داریوں پر آنے سے قبل تربیت اور اولاد کے لغوی معنی جاننا ضروری ہیں۔ تاماؤں اور باپوں کی ذمّہ داریاں زیادہ اُجاگر ہو سکیں۔ تربیت کا لفظ ربّ سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں پالنے والا، پرورش کرنے والا۔ گویاماں باپ مجازی طور پر اپنی آل اولاد کے رب ہوتے ہیں اور شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں والدین کی عزت وحرمت اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کو اپنی توحید کے ذکر کے ساتھ باندھ دیا ہے۔

سامعات! تربیت کے لفظ کو دنیا کی تمام ڈکشنریوں اور لغات میں ان کی زبانوں میں جاکر دیکھیں تو بہت ہی دلچسپ اور سبق آموز معانی ملتے ہیں۔ جیسے اولاد کو بلندی پر چڑھانا خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی۔ تربیت کے ایک معانی جو ڈکشنری سے ملتے ہیں وہ مالی اور باغبان کی طرح درخت کو کانٹ چھانٹ کر کے اور گوڈی کر کے خوبصورت بنانے اور کیڑے مکوڑوں سے محفوظ بنانے کے ہیں۔ انگلش میں تربیت کے ان معانی کے لئے Cultivation کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

تربیت کے ایک معانی تھپکی دینے کے بھی ہیں۔ بظاہر یہ معنی اولاد کی تربیت پر اُس طرح اطلاق نہیں پاتے لیکن اگر گہرائی میں جاکر دیکھا جائے تو والدین کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت میں سختی پن نہ ہو۔ نرمی، پیار اور تھپکی اور شاباش دے کر کام کروایا جائے۔

تربیت کے ایک معانی Breeding کے ہیں۔ جس طرح ماں دودھ پلاتے یا غذا دیتے اپنے بچوں سے پیار کی نظر سے دیکھ رہی ہوتی ہے اور اندر ہی اندر دل کی گہرائی سے دعائیں بھی دے رہی ہوتی ہے۔ اسی طرح والدین اپنے بچوں کو اخلاق، اچھے اوصاف، اچھے طور طریق اور روحانی امور Breed کریں۔

تربیت کے ایک اہم معانی نرسنگ کے ہیں۔ والدین کو نرس (Nurs) بھی کہا جاتا ہے۔ جس طرح ہسپتالوں میں اور اعلیٰ گھرانوں میں بھی بعض کمزور افراد کے لئے نرس رکھنے کا رواج ہے جو دیکھ بھال کرتی اور اسے سکھلاتی ہے۔ اسی طرح ماں باپ، اپنے بچوں کو جو بظاہر کمزور و ناتوان ہوتے ہیں کی دیکھ بھال کرتے اور نرس کی طرح روحانی و مادی Dose دیتے رہتے ہیں۔

سامعات! تربیت کے معنوں میں ایجوکیٹ کرنا اور ڈسپلن میں لانے کے بھی ہیں۔ ایک معانی Training کے ہیں۔ ڈکشنری میں لکھا ہے کہ یہ لفظ Train سے مشتق ہے۔ جس طرح ریل گاڑی پٹڑی پر سیدھے چلتی ہے اور انجن اپنی Power سے نہ صرف ڈبوں کو کھینچتا ہے بلکہ ڈبوں کے اندر Power بھی مہیا کرتا ہے۔ اِسی طرح والدین جو انجن کا کام دیتے ہیں۔ اپنی خداداد صلاحیتوں اور طاقت سے اپنے بچوں کو جو ریل گاڑی کے ڈبے ہیں دینی، اخلاقی اور روحانی طاقت و انرجی سے اس طرح مستفیض کرتے رہیں کہ جس طرح ریل گاڑی پٹڑی پر چلتی ہے اِسی طرح ان کی آل و اولاد اسلام کی دی ہوئی تعلیمات کی پٹڑی پر چلتی رہے اور والدین بطور مربّی کام کریں اور اپنی اولاد کو مربّی کے طور پر اسلامی ڈکشنری کی زینت بنائیں۔ مربّی کے معانی وہ پھل ہوں گے جو تربیت کے نتیجہ میں ملے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے انجن اور ڈبوں کی مثال خلیفۃ المسیح اور احباب سے دی ہے اور خلیفہ بھی روحانی باپ کے زُمرہ میں آتا ہے۔

میری بہنو! جہاں تک اولاد کے لغوی معنوں کا تعلق ہے۔ ہم عمومی طور پر اس سے اپنے بال بچے مراد لیتے ہیں جبکہ لغات میں اس سے نسل، افراد خاندان اور آل و عیال کی تعلیم و تربیت مراد ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک دفعہ انصار کو مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ **جماعت کے بچے بھی آپ کی اولاد ہیں۔ جن کی تعلیم و تربیت آپ کی ذمّہ داری ہے۔**

میری بہنو! آئیں! تربیت اولاد کے اوپر بیان شدہ عنوان کے دوسرے حصہ "جدید ایجادات کے تناظر" میں دیکھیں تو آج کے دَور میں والدین کی ذمّہ داریوں میں بے انتہا اضافہ ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ جدید ایجادات کی وجہ سے دنیا جتنی جلدی سمٹ کر ایک "گلوبل ویلج" کی صورت اختیار کر گئی ہے۔ اس سے

زیادہ تیزی کے ساتھ عالمی معاشرتی بُرائیاں ساری دنیا کے معاشروں میں سرایت کر گئی ہیں اور جدید ایجادات اور مواصلاتی نظام کے غیر محتاط استعمال سے دنیا کے ہر معاشرے میں اخلاقی، سماجی، روحانی بُرائیوں میں نہ صرف اضافہ دیکھنے میں آیا ہے بلکہ ان کو بین الاقوامی بُرائیوں کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ ان بڑھتی ہوئی معاشرتی بداخلاقیوں سے اپنی نسلوں کو بچانے کے لئے باقاعدہ "مورچے" بنا کر اور قلعہ بند ہو کر جہاد کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم بخوبی جانتے ہیں کہ مادی جنگیں آج کے جدید دَور میں بھی "مورچے" اور قلعہ بند ہو کر لڑی جاتی ہیں۔ اسی طرح آج اس روحانی جنگ کو ہر گھر بلکہ گھر کے ہر کمرہ اور کونہ میں بچوں کی نگرانی کے مورچے بنا کر لڑنی ہے۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اپنے خطبات، خطابات اور بچوں کی کلاسز میں بارہا ان معاشرتی بُرائیوں سے بچنے کی تلقین کر چکے ہیں۔ جو موبائل فون، آئی پیڈ، لیپ ٹاپ، ٹی وی، انٹرنیٹ، فیس بک اور سکائپ جیسے مہلک ذرائع سے پیدا ہو رہی ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ان مجالس کو مشرکانہ مجالس قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ہم تو مشرکانہ مجلسوں میں نہیں بیٹھتے لیکن یاد رکھیں کوئی مجلس ہو جیسے انٹرنیٹ ہے یا ٹی وی ہے یا کوئی ایسا کام ہے اور مجلس ہے جو نمازوں اور عبادت سے غافل کر رہی ہے وہ مشرکانہ مجلس ہی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 21 اپریل 2017ء)

پھر انٹرنیٹ کے استعمال کے تناظر میں فرمایا۔

"شیطان سے بچنے کی سب سے بڑی پناہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس بگڑے ہوئے زمانے میں استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ استغفار ہی وہ ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں انسان آسکتا ہے۔"

سامعات! پھر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ٹیکنالوجی کے بے جا استعمال کو عبادت کی راہ میں حائل قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بُرائیوں میں سے آجکل ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ کی بعض بُرائیاں بھی ہیں۔ اکثر گھروں کے جائزے لے لیں۔ بڑے سے لے کر چھوٹے تک صبح فجر کی نماز اس لئے وقت پر نہیں پڑھتے کہ رات دیر تک یا تو ٹی وی دیکھتے رہے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہے۔ اپنے پروگرام دیکھتے رہے، نتیجتاً صبح آنکھ نہیں کھلی۔ بلکہ ایسے لوگوں

کی توجہ بھی نہیں ہوتی کہ صبح نماز کے لئے اٹھنا ہے اور یہ دونوں چیزیں اور اس قسم کی فضولیات ایسی ہیں کہ صرف ایک آدھ دفعہ آپ کی نمازیں ضائع نہیں کرتیں بلکہ جن کو عادت پڑ جائے ان کا روزانہ کا یہ معمول ہے کہ رات دیر تک یہ پروگرام دیکھتے رہیں گے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہیں گے اور صبح نماز کے لئے اٹھنا ان کے لئے مشکل ہو گا بلکہ اٹھیں گے ہی نہیں۔ بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جو نماز کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔"

(خطبہ جمعہ 20 مئی 2016ء)

پھر فرمایا۔

"اگر دنیا کی خواہشات بڑھ جائیں، ٹی وی ڈراموں اور انٹرنیٹ پر اتنے مگن ہوں کہ نمازوں میں تاخیر ہو جائے تو پھر خدا کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس محبت کے حصول کے لئے اپنی خواہشات کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔"

(کلاس وقف نو 8 اکتوبر 2011ء)

سامعات! جدید ایجادات سے جو بے حیائی پھیل رہی ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"آجکل کی دنیاوی ایجادات..... ٹی وی ہے، انٹرنیٹ وغیرہ ہے اس نے حیا کے معیار کی تاریخ ہی بدل دی ہے۔ کھلی کھلی بے حیائی دکھانے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بے حیائی نہیں ہے۔ پس ایک احمدی کے حیا کا یہ معیار نہیں ہونا چاہئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ پر کوئی دیکھتا ہے۔ یہ حیا نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس میں گرفتاری ہے۔ بے حجابیوں اور بے پردگی نے بعض بظاہر شریف احمدی گھرانوں میں بھی حیا کے جو معیار ہیں، الٹا کر رکھ دیئے ہیں..... بُرائیوں کو میڈیا پر دیکھ کر اس کے جال میں نہ پھنس جائیں ورنہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ انہی بیہودگیوں کا اثر ہے کہ پھر بعض لوگ جو اس میں ملوث ہوتے ہیں تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور اسی وجہ سے پھر بعضوں کو اخراج از جماعت کی تعزیر بھی کرنی پڑتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 15 جنوری 2010ء)

پھر فرمایا:

"جیسا کہ میں نے کہا لباس بے حیائی والا لباس ہوتا چلا جا رہا ہے۔ پھر بڑے بڑے اشتہاری بورڈ کے ذریعہ سے، ٹی وی پر اشتہارات کے ذریعہ سے، انٹرنیٹ پر اشتہارات کے ذریعہ سے بلکہ اخباروں کے ذریعہ سے بھی اشتہار دیئے جاتے ہیں کہ شریف آدمی کی نظر اس پر پڑ جاتی تو شرم سے نظر جھک جاتی ہے اور جھکنی چاہئے۔ یہ سب کچھ ماڈرن سوسائٹی کے نام پر، روشن خیالی کے نام پر ہوتا ہے۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا یہ زینت اب بے حیائی بن چکی ہے یعنی زینت کے نام پر بے حیائی کی اشتہار بازی ہے۔"

(خطاب لجنہ جرمنی 29 جون 2013ء)

سامعات! ٹی وی اور انٹرنیٹ پر گندے و عریان مناظر و فلمیں دیکھنے کو زنا قرار دیتے ہوئے حضور فرماتے ہیں۔

"خاص طور پر نوجوان لڑکے لڑکیاں بعض احمدی گھرانوں میں بھی اس بُرائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں پہلے تو روشن خیالی کے نام پر ان فلموں کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر بعض بدقسمت گھر عملاً ان بُرائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ جو زنا ہے یہ دماغ کا اور آنکھ کا زنا بھی ہوتا ہے اور پھر یہی زنا بڑھتے بڑھتے حقیقی بُرائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ماں باپ شروع میں احتیاط نہیں کرتے اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر افسوس کرتے اور روتے ہیں کہ ہماری نسل بگڑ گئی، ہماری اولادیں برباد ہو گئی ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ پہلے نظر رکھیں۔ بیہودہ پروگراموں کے دوران بچوں کو ٹی وی کے سامنے نہ بیٹھنے دیں اور انٹرنیٹ پر بھی نظر رکھیں۔"

پیارے والدین! بچوں کو موبائل فونز دینے کے حوالہ سے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"آج کل یہاں بچوں میں ایک بڑی بیماری ہے ماں باپ سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں موبائل لے کر دو۔ دس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو موبائل ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ آپ کو نسا بزنس کر رہے ہیں؟ آپ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں جس کی منٹ منٹ کے بعد فون کر کے آپ کو معلومات لینے کی ضرورت ہے؟ پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ماں باپ کو فون کرنا ہے۔ اگر ماں باپ کو آپ کے فون کی فکر نہیں ہے تو آپ کو

بھی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ فون سے پھر غلط باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ فون سے لوگ رابطے کرتے ہیں جو پھر بچوں کو ورغلاتے ہیں گندی عادتیں ڈال دیتے ہیں اس لئے فون بھی بہت نقصان دہ چیز ہے۔"

(خطاب سالانہ اجتماع اطفال اللہ جرمنی 16 ستمبر 2011ء)

سامعات! اب گھر گھر میں کیبل اور ڈش کے ذریعہ عریان اور گندے چینلز کی بہتات ہے اور والدین کے ہمراہ انڈین فلمیں اور انگریزی موویز کو دیکھتے ہیں۔ آج کل ڈراموں کا بھی بہت رواج ہے۔ رات کا کھانا وقت پر نہ ملنے کی وجہ سے صحتیں برباد ہو رہی ہیں۔ لوگ نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے ذہنی مریض بنتے جا رہے ہیں۔ مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہونے لگتا ہے اور یہ بات نوٹ کرنے والی ہے کہ ان دنیاوی گند میں ڈالنے والے آرٹیکلز کے قریباً تمام بانیوں اور موجدوں نے اپنے بچوں کے متعلق یہی خواہش رکھی کہ وہ ان مہلک ہتھیاروں سے دور رہیں۔ جیسے فیس بک کے بانی ماک برگ، آئی فون کے موجد اسٹیو جابز اور مائیکروسافٹ کے بانی بل گیٹس نے کہا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو اسے دیکھنے اور استعمال کرنے کے لئے پسند نہیں کریں گے۔

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ والدین کو ایسے گندے چینلز بلاک کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"ایسے چینل والدین کو بھی بلاک کر کے رکھنے چاہئیں جو بچوں کے ذہنوں پر گندے اثر ڈالتے ہوں۔ ایسے مستقل لاک (lock) ہونے چاہئیں اور جب بچے ایک دو گھنٹے جتنا بھی ٹی وی دیکھنا ہے دیکھ رہے ہیں تو بیشک دیکھیں لیکن پاک صاف ڈرامے یا کارٹون۔ اگر غلط پروگرام دیکھے جا رہے ہیں تو یہ ماں باپ کی بھی ذمّہ داری ہے اور بارہ تیرہ سال کی عمر کی جو بچیاں ہیں ان کی بھی ہوش کی عمر ہوتی ہے ان کی ذمّہ داری ہے کہ اس سے بچیں۔ آپ احمدی ہیں اور احمدی کا کردار ایسا ہونا چاہئے جو ایک نرالہ اور انوکھا کردار ہو۔ پتہ لگے کہ ایک احمدی بچی ہے۔"

(خطاب لجنہ اجتماع جرمنی 17 ستمبر 2011ء)

پھر فرمایا۔

"ماں باپ کو ہدایت کریں کہ وہ بچوں پر نظر رکھیں۔ ہر وقت کمپیوٹر اور موبائل فون ہاتھ میں رکھنا مناسب نہیں۔ جو مائیں کمپیوٹر نہیں جانتیں وہ سیکھ لیں تا کہ بچوں پر نظر رہے۔"

سامعات! ہماری مائیں اس طرف بھی توجہ دیں کہانٹرنیٹ کے ذریعہ سے غیروں سے روابط بڑھنے کی صورت میں شادیاں ہو جاتی ہیں۔ اس حوالہ سے جو نقصان گھرانوں کو پہنچنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ بیان فرماتے ہیں۔

"آجکل تو انٹرنیٹ ہے۔ آج نے پہلے بھی جہاں وہ عورتیں جنہوں نے غیر از جماعت مردوں سے شادیاں کی ہیں، اب پریشانی اور پشیمانی کا اظہار کرتی ہیں اور لکھتی ہیں کہ ہمارے سے یہ غلطی ہو گئی جو غیر از جماعت سے شادی کی۔ اوّل تو بچے باپ کی طرف زیادہ رجحان رکھتے ہیں، غیر از جماعت باپ کی طرف، اس لئے کہ ان میں آزادی زیادہ ہے..... یاد رکھیں کہ آپ احمدی ماؤں کی کوکھوں سے نکلنے والے بچے غیروں کی گودوں میں دے رہی ہوں گی۔ کیوں آپ لوگ اپنے آپ پر اور اپنی نسلوں پر ظلم کر رہے ہیں!"

(خطاب لجنہ اجتماع یوکے 19 اکتوبر 2003ء)

پھر فیس بک کی قباحتوں کا ذکر کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"یہ بے حیائیوں کی ترغیب دیتا ہے جو آپس کے حجاب ہیں، ایک دوسرے کا حجاب ہے، اپنے راز ہیں ان حجابوں کو توڑتا ہے۔ رازوں کو فاش کرتا ہے اور بے حیائیوں کی دعوت دیتا ہے۔ اس سائٹ کو بنانے والا جو ہے اس نے خود یہ کہا ہے کہ میں نے اسے اس لئے بنایا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ انسان جو کچھ ہے وہ ظاہر و باہر ہو کر دوسرے کے سامنے آجائے اور اس کے نزدیک ظاہر و باہر ہو جانا یہ ہے کہ اگر ننگی تصویر بھی کوئی اپنی ڈالتا ہے تو بیشک ڈال دے اور اس پر دوسروں کو تبصرہ کرنے کی دعوت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اناللہ۔ اسی طرح دوسرے بھی جو کچھ دیکھیں کسی بارے میں اس میں ڈال دیں۔ یہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ اس اخلاقی پستی اور گراوٹ کی حالت میں ایک احمدی ہی ہے جس نے دنیا کو اخلاق اور نیکیوں کے اعلیٰ معیار بتانے ہیں۔"

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 26 جون 2011ء)

پھر ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ نے سیل فونز (Cell phone) کے نقصانات کے حوالہ سے فرمایا۔

"اس کا نقصان یہ ہے کہ گھر ٹوٹ رہے ہیں۔ بچے بگڑ رہے ہیں۔ مائیں کھانے پر بلاتی ہیں اگر آجائیں تو ہاتھ میں فون ہوتے ہیں۔ پڑھائی کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اب تو بعض عقل والے دنیادار بھی کہنے لگ گئے ہیں کہ ہمارے گھر کی اکائی ختم ہو گئی ہے۔ میاں بیوی اکٹھے باتیں کرتے تھے۔ اس کمپیوٹر اور فونز نے رشتوں کو توڑ دیا ہے۔ ہر عقل مند کو یہ ایجادات پریشان کر رہی ہیں۔"

پھر اسی خطاب میں حضور نے یورپ میں اسکولوں میں مذہبی تعلیم پر پابندی کا ذکر کرتے ہوئے (اب تو یہ معاملہ احمدیوں کو پاکستان میں بھی درپیش ہے) آپ فرماتے ہیں۔

"آجکل کے ماحول میں بچے سکول میں دوسرے بچوں سے باتیں سیکھ رہے ہوتے ہیں اور سکول میں بھی سکھایا اور کہا جاتا ہے کہ کوئی دین اور مذہب نہیں سکھانا چاہئے بلکہ بڑا ہو کر خود اس کو اختیار دیا جائے جب ایسا ماحول ہو تو اگلی نسل کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے۔ اگر ماحول اور تعلیمی درسگاہیں پابندی لگائیں کہ دین نہ سکھائیں تو اس کے زیادہ خطرناک بات نہیں ہو سکتی۔ یقیناً یہ بے چین کر دینے والی باتیں ہیں۔ ان دنیا داروں کی اپنی بات میں بھی تضاد ہے۔ ایک طرف لا مذہب کر کے مذہب کے خلاف بولتے ہیں اور پھر تسلیم بھی کرتے ہیں کہ مذہب نے اخلاق سکھایا ہے۔ بہر حال انکار کرنے کے باوجود انہیں مذہب کی بعض باتیں ماننے کے بغیر چارہ نہیں۔ ایسے میں ہم جو اس زمانے کے امام کو ماننے والے ہیں، ہمیں بہت محنت سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے نہ صرف اپنے آپ کو بچانا ہے بلکہ اگلی نسلوں کو بھی بچانا ہے تا کہ ایک نسل کے بعد دوسری نسل اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے اور اس کے احکامات پر عمل کرنے والی بھی بنتی چلی جائے۔"

ماؤں اور بہنو! اللہ تعالیٰ نے ان بے حیائیوں کے لیبر روم کے مقابل پر ہم پر احسان کرتے ہوئے ایم ٹی اے کی نعمت سے نوازا ہے۔ حضور ایدہ اللہ اس نعمت سے استفادہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"والدین بھی اس طرف توجہ کریں اور اپنی اولاد کو بھی ایم ٹی اے سے وابستہ کریں۔ یہ بھی ایک روحانی مائدہ ہے جو آپ کی روحانی بقا کا ذریعہ ہے۔ اس سے آپ کا دینی علم بڑھے گا۔ روحانیت میں ترقی ہو گی اور خلافت سے کامل تعلق پیدا ہو گا اور دنیا کے دوسرے چینلز کے زہریلے اثر سے بھی محفوظ رہیں گے۔"

(پیغام برائے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 24 دسمبر 2015ء)

پھر حضور نے ایم ٹی اے اور اس پر اپنے خطبہ کے سننے کی طرف لجنہ کو یوں توجہ دلائی۔

"لجنہ اماء اللہ کی ہر ممبر کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑ دے اور باقاعدگی سے اس کے پروگرام دیکھیں۔ کم از کم اس بات کو یقینی بنائیں کہ میرا خطبہ جمعہ اور خلیفۃ المسیح کے دیگر پروگرام ضرور دیکھیں اور اس بات کو بھی یقینی بنائیں کہ ان کے بچے بھی بیٹھ کر یہ پروگرام ضرور دیکھیں۔"

(خطاب لجنہ اجتماع یوکے 25 اکتوبر 2015ء)

میں اپنی تقریر کے آخر پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ایسا اقتباس پیش کرنا چاہوں گی۔ جس میں جماعت کے تمام طبقہ ہائے فکر کو مخاطب ہو کر ان بُرائیوں سے بچنے کی حضور نے نہایت درد بھرے دل کے ساتھ یوں نصیحت فرمائی۔

آپ فرماتے ہیں۔

"بعض ماں باپ زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ جماعتی نظام کا کام ہے کہ ان کو اس بارے میں آگاہ کریں۔ اسی طرح انصاراللہ ہے، لجنہ ہے، خدام الاحمدیہ ہے یہ تنظیمیں اپنی اپنی تنظیموں کے ماتحت بھی ان بُرائیوں سے بچنے کے پروگرام بنائیں۔ نوجوان لڑکوں لڑکیوں کو جماعتی نظام سے اس طرح جوڑیں، اپنی تنظیموں کے ساتھ اس طرح جوڑیں کہ دین اس کو ہمیشہ مقدم رہے اور اس بارے میں ماں باپ کو بھی جماعتی نظام سے یا ذیلی تنظیموں سے بھرپور تعاون کرنا چاہئے۔ اگر ماں باپ کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے تو اپنے بچوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہوں گے۔ خاص طور پر گھر کے جو نگران ہیں یعنی مرد۔ ان کا سب سے زیادہ یہ فرض ہے اور ذمّہ داری ہے کہ اپنی اولادوں کو اس آگ میں گرنے سے بچائیں جس آگ کے عذاب سے خدا تعالیٰ نے آپ کو یا آپ کے بڑوں کو بچایا ہے اور اپنے فضل سے زمانہ کے امام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ دنیا خاص طور پر دوسرے مسلمان شدید بے چینی میں مبتلا ہیں کہ ان کو کوئی ایسی لیڈرشپ ملے جو ان کی رہنمائی کرے۔ لیکن آپ پر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہوا ہے کہ زمانے کے امام کی بیعت میں آکر رہنمائی مل رہی ہے۔ خلافت کے ساتھ وابستہ رہنے سے نیکیوں پر قائم رہنے کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے یہ سب فضل تقاضا کرتے ہیں کہ توجہ دلانے پر ہر بُرائی سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے لبیک کہتے ہوئے آگے بڑھیں۔ نیکیوں پر خود بھی قدم ماریں اور اولاد کو بھی اس پر چلنے کی تلقین

کریں.....پہلے روشن خیالی کے نام پر بعض غلط کام کئے جاتے ہیں اور پھر وہ بُرائیوں کی طرف دھکیلتے چلے جاتے ہیں۔ تو یہ نہ ہی تفریح ہے، نہ آزادی بلکہ تفریح اور آزادی کے نام پر آگ کے گڑھے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر انتہائی مہربان ہے۔ مومنوں کو کھول کر بتا دیا کہ یہ آگ ہے، یہ آگ ہے، اس سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور اپنی اولادوں کو بھی بچاؤ۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں جو اس معاشرے میں رہ رہے ہیں ان کو بھی میں کہتا ہوں کہ یہ تمہاری زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے کہ اس لہو و لعب میں پڑا جائے۔ یہی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔ ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے تمہارے میں اور غیر میں فرق ہونا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 23 اپریل 2010ء)

(بتعاون: زکیہ فردوس اہلیہ حنیف احمد محمود۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔29﴾

عہد لجنہ اماء اللہ اور ہماری ذمّہ داریاں

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ
امر معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا
بے کسوں کے لئے تم عقدہ کشا ہو جاؤ

معزز سامعات! میری تقریر کا موضوع ہے **عہد لجنہ اماء اللہ اور ہماری ذمّہ داریاں**

میری بہنو! ہم لجنہ اماء اللہ کے ہر پروگرام سے قبل ہم عہد نامہ دہراتے ہیں جو ایک طرح سے ہمارے باقی کاموں کی وضاحت کرتا ہے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ہم اپنا عہد نامہ دہراتے ہیں وہ الفاظ ہم میں سے بیشتر کو ازبر ہیں لیکن کیا ہم اس کے معنی و مطالب پر غور و فکر کر کے ان کے مفہوم سے بخوبی آگاہی حاصل کر رہے ہیں۔ ایک ایک لفظ اپنے اندر ایک وسیع مضمون رکھتا ہے جسے سمجھنا اس پر غور و فکر کرنا از حد ضروری ہے کیونکہ جب تک اس کے مطالب و مفہوم سے آشنائی نہ ہو گی تو عمل کیونکر ہو گا۔

یہ ایک عہد، ایک وعدہ ہے وہی وعدہ جو ایفا کرنا ہوتا ہے۔ وہی عہد جس کا سوال ہو گا۔ جس کے بارے خدا تعالیٰ مومنین کی نشانی بتاتے ہوئے کتاب رحمان میں فرماتا ہے کہ

وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا

اور جب وہ کوئی وعدہ کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔

معزز سامعات! سب سے پہلے ہم تین بار کلمہ شہادت دہراتے ہیں، وہی کلمہ جو ایک کافر کو، ایک مشرک کو، ایک بدکار کو، ایک لادین کو اسلام جیسے سلامتی والے مذہب کا پیروکار بنا دیتا ہے اسے مشرک سے مومن اور کافر سے مسلمان کے درجے پر فائز کر دیتا ہے۔

وہی کلمہ جس میں ہم خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتے اور اس کے نبی کو انسان کامل اور مکمل شریعت والا نبی تسلیم کر کے یہ وعدہ کر رہے ہوتے ہیں کہ چاہے ہماری گردنیں بھی اڑا دو ہم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ نہیں توڑیں گے۔ اسی شجر طیبہ سے وابستہ ہیں اور تادم مرگ رہیں گے۔ ان شاء اللہ

پھر ہم اپنی زبان میں یہ اقرار بھی کرتیں ہیں کہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر اپنی جان، مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کے لیے ہر دم تیار رہوں گی۔ مذہب کی خاطر قربانی یعنی ہر امربالمعروف اور نھی عن المنکر پر عمل پیرا ہونا۔ خدا کی بات پوری کرنے کے لیے اپنے ذاتی خواہش کو، اپنے ہر طرح کے نفسانی جذبات کو دبانا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

اسلام چیز کیا ہے خدا کے لیے فنا
ترک رضائے خویش پئے مرضی خدا

ہر احمدی عورت اس بات کا عہد لیتی ہے کہ وہ اپنے مذہب اور قوم کی خاطر ہر طرح کی قربانی کے لیے ہر دم تیار رہے گی اب وہ قربانی کس کس چیز کی ہے سب سے پہلے جان کی۔

بقول شاعر

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

پیاری ممبرات! جان کی قربانی دینا ہر گز آسان نہیں اور یہ مقام ہر کسی کو نصیب بھی نہیں ہوتا کہ اپنے مذہب کی خاطر اپنے خالق حقیقی کی رضا کو پانے کے لیے اپنی جان بھی جو اسی کی عطا ہے اسی کی راہ میں قربان کر دے۔ لیکن ہماری لجنہ اس عہد کو بھی نبھاتی رہی ہیں۔ دین کی سرخروئی اور اسے چار چاند لگانے کے لیے انہوں نے اپنے لہو کے نذرانے پیش کیے۔ جان کی قربانی سے مراد یہ بھی ہے کہ اپنے نفس کی بھی پروانہ کی جائے جو کام عام حالات میں کرنے کا سوچ بھی نہ سکتے ہو لیکن جماعت کی خاطر وہ بھی کر گزریں

جیسے بہت سی خواتین جن کے گھروں میں کام کرنے کے لیے ہر وقت ملازمائیں موجود ہوتی ہیں لیکن جماعت میں وہ واش روم صاف کرنے کی ڈیوٹی دینے سے بھی انکار نہیں کرتیں۔ محترمہ مجیدہ شاہنواز مرحومہ اس کی ایک اعلیٰ مثال تھیں جن کی وفات کے بعد حضور انور نے خاص طور پر ان کا ذکر فرمایا تھا کہ کہہ کر صفائی کی ڈیوٹی لگواتیں تھیں۔ تبلیغ کے لیے جماعتی دورہ جات کے لیے تکالیف اٹھا کر سفر اختیار کرنا اور اپنی جان کے آرام کی چنداں پروانہ کرنا۔ جماعتی جلسہ جات، اجتماعات اور دیگر پروگراموں کے دن رات کا فرق مٹا دینا، ان تھک محنت کرنا بھی ایک طرح سے جان کی قربانی ہے۔ پھر مال کا نمبر آتا ہے مال ہر انسان کو بہت پیارا ہوتا ہے۔ روپہ پیسہ آپ کو آسائشیں دیتا ہے سہولیات بہم پہنچاتا ہے، آرام دیتا ہے، سکون مہیا کرتا ہے۔ لیکن جب خدا کا قرب حاصل کرنا ہو تو اسی پیسے کی قربانی بھی کرنا پڑتی ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لجنہ اماء اللہ کا مقام مالی قربانی میں بھی نمایاں رہا ہے۔ چاہے وہ لجنہ کی سب سے پہلی ممبر حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہشتی مقبرے کی زمین خریدنے میں معاونت کا ذکر ہو یا لنگر خانے کے انتظام چلانے کا حضرت ام ناصر رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ مرحومہ کے کڑے جو الفضل کے تنّاور شجر طیبہ کے لیے بطور کھاد استعمال ہوئے۔ پھر مساجد کی تعمیر ہو یا کوئی اور مالی تحریک جماعت احمدیہ کی لجنہ ہر میدان میں اپنی کامیابی کے جھنڈے گاڑتی رہیں اور آج تک اپنے عمل سے یہ ثابت کر رہی ہیں کہ ان کے لیے مال کی اہمیت دین سے بڑھ کر ہرگز نہیں۔ الحمد للہ۔

پیاری بہنو! اللہ تعالیٰ نے بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ

اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ۔

یعنی تُو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

وقت کی قربانی دراصل کیا ہے وقت کی قربانی یہ ہے کہ اپنے وقت کو دین کی خدمت کے لیے صرف کیا جایا۔ ایک گھنٹہ ہم بہنیں کوئی فضول پروگرام دیکھ کر بھی ضائع کر سکتیں ہیں اور وہی ایک گھنٹہ ہم درس قرآن یا اپنی تعلیمی اور تربیتی کلاسز میں شمولیت اختیار کر کے بھی خدا کی رضا کی مورد بن سکتی ہیں۔ جماعتی ہر پروگرام پر جانا دراصل وقت ہی کی قربانی ہے۔ اپنے بچوں کو مساجد لے کر جانا، عہدے داران کا جماعت کو وقت دینا جس وقت وہ آرام کر سکتیں تھیں جس وقت وہ تفریح کا کوئی اور سامان کر سکتی تھیں۔ لیکن اپنی دنیاوی لذات کو چھوڑ کر وہ وقت خدا کی راہ میں دے دینا یہ احمدی عورت کا ہی طرہ امتیاز ہے۔

عزیز ممبرات! وقت کی قربانی کے بعد جو قربانی ہم سے دینے کو کہا جاتا ہے وہ ہے اولاد کی قربانی۔ کسی ماں کے لیے اس کی اولاد سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی عزیز شئے نہیں ہوتی۔ اولاد کی خاطر کونسی قربانی ہے جو ایک عورت، ایک ماں نہیں دیتی خود جلتے انگاروں پر کھڑی ہو جاتی ہے لیکن اولاد پہ آنچ تک نہیں آنے دیتی۔ ہر گرم سرد سے اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اس کے آرام و سکون کے لیے اپنا آرام و سکون قربان کر دیتی ہے۔ لیکن اسی عورت سے جب اولاد کی قربانی مانگی جاتی ہے تو وہ خدا کی رضا پر راضی ہوتے ہوئے اپنے شیر جوان بیٹے کو جزاک اللہ کہہ کر رخصت کرتی ہے۔ کتنے ہی شہداء کی مائیں صبر و حوصلہ کا ایک کوہ گراں بنی دوسرے کمزور دل افراد کو تسلیاں دے رہی ہوتی ہیں۔ پھر کونسی ایسی عورت ہو گی جو پیدائش سے بھی قبل اپنی اولاد کو ہمیشہ کے لیے خدمت اسلام کے لیے وقف کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے یہ صرف اور صرف لجنہ اماء اللہ کا ہی جگرا ہے کہ اپنے جگر کے ٹکڑے پیش کر دیتی ہے اور عاجزی سے یہ کہتی ہیں کہ

اِیْن سَعَادَت بِزُوْرِ بَازُوْنِیْسْت

اطفال و ناصرات کے اجتماعات کے مواقع پر فاستبقوا الخیرات کا عملی مظاہرہ کرتے بڑھ چڑھ کر بچوں کو تیاری کرواتیں کہ وہ اس نیکی کے میدان میں سب سے آگے نکل جائیں۔ غرض کہ ہر قربانی دینے کو ہر وقت تیار رہنے والی لجنہ اماء اللہ کو ان کی ذمّہ داری بتاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”نئی نسل کی تربیت کی ذمے داری ماؤں پر ہوتی ہے۔ بلکہ بچے کی پیدائش سے پہلے ہی یہ ذمے داری شروع ہو جاتی ہے کیونکہ جب بچے کی پیدائش کی امید ہو۔ مائیں اگر اس وقت سے ہی دعائیں شروع کر دیں اور

ایک تڑپ کے ساتھ دعائیں شروع کر دیں تو پھر وہ دعائیں اس بچے کی تمام زندگی تک جوانی سے لے کر بڑھاپے تک اس کا ساتھ دیتی ہیں "

(خطاب جلسہ سالانہ ہالینڈ 2004ء)

پیاری بہنو! پھر اگلا مرحلہ سچائی پر ہمیشہ قائم رہنے کا عہد ہے۔ سچائی وہ بیج ہے جس سے نیکیوں کا درخت اُگتا اور پھلتا پھولتا ہے اور جھوٹ وہ زہر ہے جو اس پھل کو پنپنے سے روکتا ہے اس لیے سچائی کو قائم کرنا کسی بھی گھر کے معاشرے کے لیے از حد ضروری ہے۔ سچائی پر عمل کرنا اس کو رواج دینا اور جھوٹ جو کہ شرک خفی کی ایک قسم ہے اس سے اجتناب کرنا ہی ایک مومنہ عورت کی شان ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ وناصرات یوکے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا:

"سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے..... جب کسی موقع پر آپ سچ بول رہی ہوں گی اور سچ کا پرچار کر رہی ہوں گی تو پھر اس میں کس قدر برکتیں ہوں گی بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ذاتی گھریلو رنجشیں، عہدہ داروں کے خلاف جھوٹی شکایتوں کی وجہ بن رہی ہوتی ہیں اور جب تحقیق کرو تو پتہ لگتا ہے کہ اصل معاملہ تو دیورانی جٹھانی کا یا نند بھابھی کا یا ساس بہو کا ہے نہ کہ جماعتی مسئلہ ہے اس لئے ہمیشہ سچ کو مقدم رکھیں سچ کو سب چیزوں سے زیادہ آپ کی نظر میں اہمیت ہونی چاہیے۔ سچی گواہی دیں۔ اپنے بچوں کو سچ بولنا سکھائیں۔ یہاں پر پھر میں وہی بات کہوں گا کہ بچوں کو سکولوں میں سچ بولنے کی اہمیت بہت زیادہ ہے اس معاشرہ میں اور اس کی تعلیم بھی دی جاتی ہے سکولوں میں بتایا جاتا ہے کہ سچ بولنا ہے۔ تو جب بچہ گھر آتا ہے تو ایسی مائیں یا باپ جن کو نہ صرف سچ بولنے کی آپ عادت نہیں ہوتی بلکہ بچوں کو بھی بعض دفعہ ارادۃً یا غیر ارادی طور پر جھوٹ سکھا دیتے ہیں۔ مثلاً اسی طرح کہ گھر میں آرام کر رہے ہیں۔ کوئی عہدہ دار سیکرٹری مال یا صدر یا کوئی مرد آیا یا کوئی عورت لجنہ کی آگئی تو کسی کام کے لئے۔ تو بچہ کو کہہ دیا کہ چلو کہہ دو جا کے کہ گھر میں نہیں ہے۔

یہ تو ایک مثال ہے۔ اس طرح کی اور بہت ساری چھوٹی چھوٹی مثالیں ہیں۔ چاہے یہ بہت تھوڑی ہی تعداد میں ہوں مگر ہمیں یہ بہت تھوڑی تعداد بھی برداشت نہیں جو سچ پر قائم نہ ہو۔ کیونکہ اس تھوڑی تعداد کے بچے اپنے گھر سے غلط بات سیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ خود مذہب سے دور جا رہے ہوتے ہیں کہ سکول میں تو ہم کو سچ بولنا سکھایا جا رہا ہے اور گھر میں جہاں ہمارے ماں باپ ہمیں کہتے ہیں کہ مذہب اصل چیز ہے۔ نمازیں پڑھنی چاہئیں۔ نیک کام کرنے چاہئیں اور اپنا عمل یہ ہے کہ ایک چھوٹی سے بات پر، کسی کو نہ ملنے کے لئے جھوٹ بول رہے ہیں"

(الفضل 8 مارچ 2004ء)

میری بہنو! عہد کے آخر میں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ خلافت احمدیہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے جماعت احمدیہ کے علاوہ باقی دنیا لاعلم ہے وہ اس نعمت کا مزا چکھ ہی نہیں سکتی جو نعمتِ عُظمیٰ خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو عطا کی ہے اسی خلافت حقہ کی بدولت ہی تو لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہی خلافت ہے جس نے مرد و زن کا تعلق اس کے خالق حقیقی سے جوڑ دیا ہے۔ یہی وہ کلیم اللہ ہے جو کوہ طور پر اُس ستار و غفار خدا سے گفتگو کے راز بتلاتی ہے۔ یہی وہ حبل اللہ ہے جو تفرقے سے بچاتی ہے۔ یہی وہ شجر طیبہ ہے جس پر رضائے الٰہی کے پھل لگتے ہیں۔ یہی وہ ابر رحمت ہے جو صحراؤں پہ ٹوٹ کر برستی ہے۔ یہی وہ زجاجۃ النور ہے جو ظلمات کو دور کرتی ہے اور دنیا کو نور حقیقی سے منور کر رہی ہے۔

معزز سامعات! اس خلافت کی حفاظت کرنا، اس کے لیے قربانی کرنا کیوں ضروری ہے۔ مندرجہ بالا باتوں سے اس بات کا اندازہ تو ہو گیا ہے کہ خلافت کے قیام کی کوشش کیوں کرنی ہے۔ خلافت سے ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

خدا کا ہاتھ پنہاں ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں
خلافت ہے دلیل ایمان کی اور نیکو کاری کی
خلافت ہے دلیل امت پہ لطف و فضلِ باری کی

ایک موقع پہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ احمدی مستورات کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"مردوں کے مقابلہ میں عورتوں نے قربانی کا نہایت اعلیٰ نمونہ پیش کیا ہے... میں سمجھتا ہوں کہ جو روح ہماری عورتوں نے دکھائی ہے اگر وہی روح ہمارے مردوں کے اندر کام کرنے لگ جائے تو ہمارا غلبہ سو سال پہلے آجائے۔ اگر مردوں میں بھی وہی دیوانگی اور وہی جنون پیدا ہو جائے جس کا عورتوں نے اس موقع پر مظاہرہ کیا ہے۔ تو ہماری فتح کا دن بہت قریب آجائے۔"

(الازھار لذوات الخمار 410۔ 411)

معزز سامعات! غرض کہ یہ عہد بظاہر چند مختصر سے فقرات پہ مبنی ہے لیکن حقیقت میں ایک عمیق سمندر ہے جس کی گہرائی میں سوچ کے تیراک اُتریں تو علم و معرفت کے بے شمار صدف بکھرے ہوئے ملیں گے۔ بے شک سو سال میں اس عہد کے مطابق بہت سی خواتین نے اپنی زندگیوں کا ایک ایک لمحہ بسر کیا لیکن آج سو سال گزرنے کے بعد ہمیں اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی اور بھی زیادہ ضرورت ہے اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے بھی ایسے بے مثال کارہائے نمایاں سر انجام دے کر جانا ہو گا تا کہ جب اگلے سو سال کی تاریخ لکھی جائے تو مؤرّخ ہمارا ذکر بھی ایسے الفاظ میں کرے کہ ہم ہی وہ خدائے رب قدیر کی لونڈیاں تھیں جو تن من دھن سے خدمت اسلام میں سربستہ رہیں کوئی مشکل کوئی مصیبت ہمارا راستہ نہ روک سکی۔ بلکہ طوفانوں نے خود ہمارے لیے راستے بنائے۔ ہم ہی وہ ہیں جو جان و مال، وقت اور اولاد کو قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ہم ہی وہ صادقات ہیں جو سچائی پر قائم ہیں۔ ہم ہی وہ ہیں جو سمعنا واطعنا کی مصداق ہیں اور ہم ہیں جو خلافت کی بقا کے لیے دشمن احمدیت سے ہر طرح کی جنگ کے لیے مستعد سپاہی بنیں گی اور حضرت مقدار بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں خلیفہ وقت سے یہ وعدہ کرتی ہیں کہ:

خدا کی قسم! ہم آپ سے ویسا سلوک ہر گز نہیں کریں گے جیسا بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا۔ جب انہوں نے کہا کہ جا! تو اور تیرا رب جا کر لڑتے پھرو، ہم تو یہاں سے نہیں ہلنے والے۔ ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے بائیں بھی لڑیں گے اور آپ کے پیچھے بھی لڑیں گے اور آپ

کے آگے بھی لڑیں گے اور دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ ہماری لاشوں کو نہ روند لے۔ ان شاء اللہ

خدا تعالیٰ نے ایفائے عہد کی یاد دہانی کراتے ہوئے فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل:35)

اور اپنے وعدوں کو پورا کرو یقیناً ہر ایک عہد سے متعلق پوچھا جائے گا۔

بس اس مہربان رحمان و رحیم خدا سے یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے وعدے کو پورا کرنا والا بنائے۔ ہم اپنے خدا کو راضی کرنے والیاں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کرنے والیاں اور جماعت احمدیہ پہ فدا ہونے والیاں ہو۔ آمین اللھم آمین

(بتعاون: صدف علیم صدیقی۔ کینیڈا)

۞۞۞۞

﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔49﴾

تربیتِ اولاد کے گُر

میرے انصار بھائیو اور بہنو! میری گزارشات کا عنوان ہے **"تربیت اولاد کے گُر"**

سامعین و سامعات! ہر انسان اپنی اولاد کی بہترین تربیت کی دلی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ بسا اوقات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی ہدایات پر کما حقہ عمل نہیں کیا جاتا۔

خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ (بنی اسرائیل:32)

اپنی اولاد کو قتل نہ کرو ہم ہی ان کو اور تمہیں رزق دیتے ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ قتل اولاد کے ایک معنی ان کی تربیت نہ کرنا ہے۔ اولاد کی صحت کا خیال نہ رکھنا اور ان کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشش نہ کرنا گویا ان کو قتل کر دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک بہت بڑے محرک کا ذکر فرمایا ہے اور وہ غربت کا خوف ہے۔ یعنی غربت کے خوف سے لوگ اپنے وسائل کو اولاد کی تربیت کے لیے بروئے کار نہیں لاتے۔ خدا تعالیٰ اس مخفی شرک کا قلع قمع کرنے کے لیے فرماتا ہے کہ تم سمجھتے ہو کہ تم بچوں کو کما کر کھلاتے ہو۔ درحقیقت ہم ہیں جو انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دیتے ہیں۔ اگر اس آیت میں بیان فرمودہ حقیقت کا صحیح رنگ میں عرفان حاصل ہو جائے اور انسان اسے ہمیشہ یاد رکھے تو تربیت اولاد کے لیے میدان تیار ہو جاتا ہے۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

"اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ"

کہ اے مومنو! اے میرے ماننے والو! اپنی اولادوں کی عزت و تکریم اور توقیر قائم کرو، ان کی ذلت اور رُسوائی کے سامان نہ کرو تاکہ وہ بھی تمہارے لئے باعثِ صد افتخار بنیں نہ کہ ذلت کا باعث۔

معزز بھائیو اور بہنو! یہ ایک عام سی بات ہے کہ بعض والدین بچوں کی غلطی پر ان کو دوسرے لوگوں کے سامنے ہی ڈانٹتے ہیں یا تنبیہ کرتے ہیں جس سے ان کی عزتِ نفس مجروح ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کرنا چاہئے تاکہ ان کی عزتِ نفس مجروح نہ ہو اس کے برعکس اگر بچے سے کوئی غلطی ہو بھی جائے۔ اوّل تو اس کو محبت سے سمجھانا چاہئے اور اگر ڈانٹ ضروری بھی ہو تو علیحدگی میں ڈانٹنا چاہئے اور اس بات کا احساس بھی اسے ہو کہ میرے والدین میرے ساتھ پیار کرتے ہیں اور میری عزت بھی کرتے ہیں اور یہ بھی محسوس کرے کہ میرے ماں باپ نہ صرف میری عزت کرتے ہیں بلکہ میرے جذبات و احساسات کو اہمیت اور جگہ بھی دیتے ہیں۔

سامعین و سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تربیتِ اولاد کے جو گُر ہمیں بتائے اور سکھائے ہیں ان میں سب سے اول سچائی کا قیام ہے کہ بچہ ہر حال میں سچ بولنا سیکھے اور سچائی کی خاطر جان دینے کو بھی کوئی غیر معمولی بات نہ جانے بلکہ سچائی کے قیام کی خاطر اپنی جان پر بھی کھیلنے کا حوصلہ اس میں پیدا ہو جائے۔ فرمایا کہ بچے سے کسی ایسی بات کا وعدہ نہ کرو جس کے پورا کرنے کی تم استطاعت نہیں رکھتے یا ایسی چیز کا وعدہ نہ کرو جو تم ان کو لے کر نہیں دے سکتے تاکہ بچے میں بچپن ہی سے صداقت کو قائم کرنے کا حوصلہ پیدا ہو اور وہ اپنے اندر سچائی کی طاقت محسوس کرنا بچپن ہی سے شروع کر دے۔

حضرات و حاضرات! اس کی ایک بہت ہی پیاری عملی مثال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ مبارکہ میں اُس وقت ملتی ہے جب کہ حضرت مصلح موعودؓ ابھی چھوٹے بچے ہی تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو اُٹھایا ہوا تھا اور آپ کسی چیز کے لیے ضد کر رہے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی توجہ کسی اور طرف مبذول کروانی چاہی اور فرمایا کہ دیکھو! وہ تارا، اس پر بچے نے نئی ضد شروع کر دی کہ "**ابا تارے جانا**" یعنی میں ستارے پر جانا چاہتا ہوں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو وقتی طور پر ٹالنے کیلئے کوئی بات نہیں گھڑی بلکہ آپ کو سمجھاتے ہی رہے کہ جو چیز آپ مانگ رہے ہیں وہ آپ کیلئے مضر ہے یا وہ ہماری بساط سے بڑھ کے ہے کیونکہ اس طرح بچے کی تربیت پر غلط اثر پڑتا اور اس کو جھوٹ اور کسل کی عادت پڑ جاتی ہے۔

بچے کی پہلی اور نہایت اہم تربیت گاہ دراصل ماں کی گود ہوتی ہے۔ ماں باپ جو بھی حرکات کرتے ہیں ان کا بچے پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے مطابق تو بچے کی تربیت بچے کی پیدائش سے بھی قبل شروع ہو جاتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ آپ کی پیدائش سے پہلے قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کیا کرتی تھیں جس کا آپ کی طبیعت پر بہت گہرا اثر نظر آتا ہے۔

ہمارے آقا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایسی محبت رکھتے اور رحم کا ایسا سلوک فرماتے کہ دیکھنے والے بھی رشک کرتے۔ حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کوئی ڈھکی چھپی چیز نہ تھی لیکن ان کی تربیت کی خاطر مناسب سلوک فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ صدقے کی کچھ کھجوریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے آئیں تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے منہ میں انگلی ڈال کر وہ کھجور باہر نکالی اور فرمایا کہ ہم پر اور ہمارے اہل بیت پر صدقہ حرام ہے۔

سامعین وسامعات! تربیت اولاد کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بچے کو مارنا نہیں چاہئے کیونکہ مارنے سے انسان سمجھ لیتا ہے کہ گویا وہ خدا بن بیٹھا ہے بلکہ اس کے ساتھ رحم اور پیار کا رشتہ قائم کر کے اس کی اعلیٰ رنگ میں تربیت کرنی چاہئے۔

اس دور میں بچوں کے دلوں میں قرآن کریم کی محبت پیدا کرنی بہت ضروری ہے۔ تاکہ اس کی تلاوت اور ترجمہ کی طرف توجہ رہے۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک میٹنگ میں ہدایت فرمائی کہ

"آپ کی ذمّہ داری یہ ہے کہ انصار کو توجہ دلائیں کہ وہ اپنے بچوں کی تربیت کریں۔ ان کے بچے نمازیں پڑھنے والے ہوں، قرآن کریم کی تلاوت کریں اور وقت ضائع نہ کریں۔"

(میٹنگ مع نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ سنگاپور منعقدہ 17 اپریل 2006ء)

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"قرآن کریم کی محبت پیدا کرنے کے لئے اس کی تعلیم کو سمجھانے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے بچوں کے ساتھ قرآن کریم کی باتیں کریں۔ اسی طرح بچوں کے دلوں میں قرآن کی محبت پیدا ہو گی اور وہ شوق سے اس کی تلاوت کریں گے اور اس کی تعلیم کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ قرآن شریف قانون آسمانی ہے اور نجات کا ذریعہ ہے اور جس طرح زمینی قانون کا بھی اسی وقت فائدہ ہوتا ہے کہ جب اس کو نافذ کیا جائے۔ اسی طرح قرآن کریم بھی اسی صورت میں نجات دہندہ ہو گا۔ جب اس کی تعلیم پر تدبّر و غور کر کے اس پر عمل کیا جائے گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 دسمبر 2011)

میرے بھائیو اور بہنو! تمام جدید مواصلاتی ذرائع خدا نے اس لئے بنائے ہیں کہ ہم ان کا صحیح استعمال کریں اس لئے انٹرنیٹ اور موبائل کے غیر ضروری اور غلط استعمال سے گریز کیا جائے۔ والدین نگرانی کریں۔ ٹی وی دیکھنے کے لئے بھی بچوں کو اکیلے نہ چھوڑ دیا جائے بلکہ ان کی تربیت کی جائے کہ اخلاق سوز پروگرام نہیں دیکھنے۔

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"بار بار میں والدین کو توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کے باہر کے ماحول پر بھی نظر رکھا کریں اور گھر میں بھی بچوں کے پروگرام ہیں، جو ٹی وی پروگرام وہ دیکھتے ہیں یا انٹرنیٹ وغیرہ استعمال کرتے ہیں اُن پر بھی نظر رکھیں۔"

والدین کے حق میں کی جانے والی یہ دعا رَبِّ ارحَمهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اے میرے ربّ! ان دونوں یعنی میرے ماں اور باپ پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے مجھ پر رحم کرتے ہوئے میری ربوبیت فرمائی تھی۔

بھی اللہ تعالیٰ نے تربیتِ اولاد کے بارے میں قرآنِ کریم میں بیان فرمائی ہے اور ہم سب کو سکھائی ہے۔ لوگ حیران ہوں گے کہ اس دعا میں تو بچوں کی زبان سے والدین کو دعا دی گئی ہے پھر اس کا اولاد کی تربیت سے کیسا تعلق؟

سامعین وسامعات! بات بڑی واضح ہے کہ ہمیشہ وہی بچے بڑے ہو کر اپنے ماں باپ کیلئے دعا کرنے کی توفیق پاتے ہیں جن کی تربیت ان کے والدین نے ان خطوط پر کی ہو گی اور رحم کے ساتھ بچوں کی ربوبیت کی ہو گی اور ربوبیت سے مراد جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں کہ جسمانی اور روحانی دونوں طرح کی تربیت ہے۔ پس جو والدین اپنے بچوں کو اس دعا کے وارث اور قابل بناتے ہیں وہی اپنے بچوں سے یہ دعا پا سکتے ہیں اور جو والدین اپنے بچوں کی تربیت میں رحم سے کام نہیں لیتے وہ بچوں کی توجہ اور دعا سے محروم رہتے ہیں۔

پس تربیتِ اولاد کے وہ گُر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے سکھائے ہیں اگر ہم اپنالیں تو لازماً ہماری اولاد کی تربیت اعلیٰ ہو گی اور ہم اس دعا کے مستحق قرار پائیں گے جو تربیت یافتہ نیک اور صالح بچے اپنے نیک اور صالح ماں باپ کیلئے اللہ تعالیٰ کے حضور کرتے ہیں کہ:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”تربیت کے مضمون میں یہ بات یاد رکھیں کہ ماں باپ جتنی چاہیں زبانی تربیت کریں اگر ان کا کردار ان کے قول کے مطابق نہیں تو بچے کمزوری کو لے لیں گے اور مضبوط پہلو کو چھوڑ دیں گے۔ یہاں پھر والدین کے لئے لمحہ فکریہ ہے یہ دو نسلوں کے رابطے کے وقت ایک ایسا اصول ہے جس کو بھلانے کے نتیجہ میں قومیں بھی ہلاک ہو سکتی ہیں اور یاد رکھنے کے نتیجہ میں ترقی بھی کر سکتی ہیں۔ ایک نسل اگلی نسل پر جو اثر چھوڑا کرتی ہے اس میں عموماً یہ اصول کار فرما ہوتا ہے کہ بچے ماں باپ کی کمزوریوں کو پکڑنے میں تیزی کرتے ہیں اور ان کی باتوں کی طرف کم توجہ کرتے ہیں۔ اگر باتیں عظیم کردار کی ہوں اور بیچ میں سے کمزوری ہو تو بچہ بیچ کی کمزوری کو پکڑے گا۔ اس لئے یاد رکھیں کہ بچوں کی تربیت کے لئے آپ کو اپنی تربیت ضروری کرنی ہو گی“

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 8 ستمبر 1989ء)

آخر میں ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کے دو اقتباسات پیش ہیں۔ جن میں خاص طور پر آپ نے تربیت میں دعا کے عنصر کو مدنظر رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

حضور فرماتے ہیں:

”آئندہ نسلوں کی بقا کے لئے یہ نہایت اہم نسخہ ہے کہ جہاں ظاہری تدبیریں اور کوششیں ہو رہی ہیں جو اپنی اولاد کی دینی و دنیوی ترقیات کے لئے ایک انسان کرتا ہے وہاں دعا بھی ہو کیونکہ اصل ذات تو خدا تعالیٰ کی ہے جو اچھے نتائج پیدا فرماتا ہے۔ اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ وہ لوگ اپنی ذاتی صلاحیت سے اپنی اولاد کی تربیت کر رہے ہوتے ہیں تو یہ بھی خیال غلط ہے۔“

نیز فرمایا:

”بچوں کی پیدائش کے وقت بھی اور پیدائش کے بعد بھی ہمیشہ بچوں کے نیک صالح اور دیندار ہونے کی دعائیں کرتے رہنا چاہئے کیونکہ والدین کی دعائیں بچوں کے حق میں پوری ہوتی ہیں۔ اور یہی ہمیں اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور نصیحت ہے... والدین کا... سب سے بڑا فرض ہے کہ پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ ماننے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اُٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں... اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوفِ خدا کرنا چاہئے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں، باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔“

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کریم، احادیث مبارکہ، ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کی نصائح پر عمل کرتے ہوئے وہ فہم عطا فرمائے جس کے نتیجے میں ہم اپنی اولادوں کی تربیت صحیح خطوط پر کر سکیں تاکہ ہماری اولادیں بھی ہمارے لئے یہی دعا کریں کہ

رَبِّ ارحَمهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

اللہ ہم سب کو اِس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔159﴾

آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

اے خدا تعالیٰ! ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے

یہ ہو میں دیکھ لوں تقوی سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

آج میری تقریر کا عنوان ہے: **آنحضورؐ کی والدین کو بچوں سے دوستانہ تعلق کی تعلیم**

معزز بھائیو اور بہنو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت جاہلیت کے اُس دور میں ہوئی جب ہر قسم کے انسانی حقوق پامال کئے جارہے تھے۔ اولاد اور بچوں کے حقوق کا بھی یہ حال تھا۔ بچوں سے دوستی تو درکنار اکثر بچے افلاس کی وجہ سے پیدائش سے قبل ہی قتل کر دیئے جاتے۔ بعض قبائل میں بچیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج عام تھا۔ آپؐ نے تشریف لاکر اولاد کے عزت کے ساتھ زندہ رہنے کا حق قائم کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کی عزت کیا کرو اور ان کی عمدہ تربیت کرو۔ اسی طرح فرمایا کہ والد کا اولاد کے لئے حسن تربیت سے بہت کوئی تحفہ نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے دوستانہ تعلق:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی بچے کو نہیں مارا۔ آپ بچوں کی معمولی تکلیف پر تڑپ جاتے اور کوشش کرتے کہ جلدی جلدی اس تکلیف کو دور کریں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر پوری توجہ دیتے اور ان سے محبت اور شفقت سے پیش آتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ بچے بھی آپ سے مانوس ہو جاتے۔ آپؐ ان کو گود میں اٹھاتے، ان کا منہ چومتے اور سینے سے لگاتے۔ ان کے لئے دعائیں کرتے۔ ان کو دین کی باتیں سکھاتے۔ بچوں کو بھی آپؐ سے بے پناہ محبت اور لگاؤ تھا۔ بچے جب آپؐ کو بازار یا گلی کوچوں میں دیکھتے،

خوشی سے اچھلتے، کودتے، شوق سے بھاگ کر آتے اور آپؐ انہیں باری باری گود میں اٹھا لیتے اور پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ بچوں کو سلام کرنے میں پہل کرتے۔ ان سے پاکیزہ مزاح بھی کرتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے جاتے۔ کبھی کبھی بچوں کو سیر کے لئے ساتھ لے جاتے اور ان کے معصوم کھیل میں بھی شریک ہو جاتے۔ غرض بیسیوں ایسے واقعات اور احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے حسن سلوک کا کس قدر اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا۔

حضرت یعقوب علی عرفانیؓ تحریر فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر خصوصاً شفقت فرمایا کرتے تھے اور حضور نے تربیتِ اولاد کے سلسلہ میں اولاد میں خودداری اور عزتِ نفس پیدا کرنے کی ہدایت فرمائی۔ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ۔ حضرت رسالتِ پناہ کے اس ارشاد میں تربیتِ اولاد کا بہترین راز مضمر ہے۔ اولاد کی تکریم سے اولاد میں جو احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے وہ اسے دنیا میں معزز و محترم بنا دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کو ہم نے پڑھا (ہی) نہیں، خدا کے فضل سے دیکھا ہے اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا کامل نمونہ اور صحیح نقشہ پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد دی اور ایک جماعت کثیر دی جس کے بچوں کو حضرت کے حضور آنے جانے کا موقع ملتا اور حضورؑ کے اس برتاؤ اور تعلق کو ہم نے برائی العین مشاہدہ کیا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد سوم صفحہ 363)

معزز بھائیو اور بہنو! حضرت مسیح موعودؑ سزا کی بجائے دعا پر یقین رکھتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا:

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے، کاش! دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب ٹھہرالیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 309)

تربیت اولاد کے متعلق آپ کا طریق کیا تھا؟ درج ذیل ارشاد سے وضاحت ہوتی ہے۔ فرمایا:

"ہدایت اور تربیت حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں..... یہ ایک قسم کا شرکِ خفی

ہے اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہئے..... ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ:309)

اکثر والدین اور بچوں میں سچی دوستی قائم ہی نہیں ہو پاتی یعنی دوستی کا فقدان رہتا ہے۔ وہی دوستی حقیقی سمجھی جاسکتی ہے جس میں اور بہت سی خصوصیات کے علاوہ باہمی عزت اور احترام ہو، اعتماد ہو، دیانتداری ہو، ایک دوسرے کو سننے اور سمجھنے کی عادت ہو۔

بچوں کی پرورش میں کسی نہ کسی موڑ پر والدین کے بچوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنا ضروری ہیں۔ یہ جتنی جلد ممکن ہو بہتر ہے اور اس دوستی کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور اس رشتہ میں نکھار آتا چلا جائے گا۔ بعض والدین کا خیال ہے کہ بچپن میں اس کی اتنی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بچے کی تربیت کا زمانہ اُس کی پیدائش سے شروع ہو جاتا ہے۔ گو اس وقت بچے کی آنکھیں اور کان پوری طرح کام نہیں کر رہے ہوتے اور بچہ بظاہر سمجھ نہیں سکتا۔

معزز بھائیو اور بہنو! اسی لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن تربیت کے لئے یہ پُر حکمت تعلیم فرمائی کہ پیدائش کے بعد اس کے کان میں اذان اور تکبیر کہی جائے۔ اس ارشاد کے ذریعہ دراصل آپؐ نے یہ پیغام دیا کہ آغاز سے ہی بچوں کے کان میں اللہ رسول کی باتیں پڑنی چاہئیں اور آغاز سے ہی تربیت کا سلسلہ شروع کر دینا چاہئے اور آج 1500 سال بعد موجودہ تحقیق سے سائنسدانوں نے ثابت کیا ہے کہ انسانوں کے دماغ کا ایک حصہ ایسا ہے کہ بچپن میں بچہ جو سنتا ہے وہ اسی کو اخذ کرتا ہے اور محفوظ بھی کر لیتا ہے اور پھر کبھی وقت آنے پر خود بخود یاد آجاتا ہے۔

یہ ایک نفسیاتی نقطہ بھی ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی اپنے ماحول کا اثر قبول کرنا شروع کر دیتا ہے اس لئے ماں باپ اور بڑوں کے لئے ضروری ہے کہ اس کی پیدائش کے وقت سے ہی اس کے ماحول کو دوستانہ رکھنا چاہئے تاکہ بڑے ہو کر بچہ اپنے فارغ اوقات گھر پر گزارنے میں خوشی اور راحت محسوس کرے۔

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کریں۔"

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148)

پس آغاز سے ہی بچوں کی رہنمائی کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی ان کی تربیت میں مثبت کردار ادا کر سکتی ہے۔ بعض والدین اپنے بچوں کی نشوونما میں ان کی حوصلہ افزائی چاہتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ان پر احکامات مسلط کئے جائیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (الروم: 31) یعنی یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "ہر بچہ تو فطرت صحیحہ (یعنی فطرت اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ مگر اس کے والدین ہی اسے یہودی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔" (بخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی) مراد یہی ہے کہ بچہ سب سے پہلے والدین سے ہی سیکھتا ہے اور والدین اس کے سامنے جو عملی نمونہ پیش کرتے ہیں وہ اس کی نقل کرتا ہے۔ لہٰذا والدین کو چاہئے کہ وہ اپنے گھر کا ماحول جنت نظیر بنائیں۔ اگر والدین حتی المقدور اپنی اولاد کو احسن رنگ میں تربیت دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی اولاد صالح نہ بنے۔

گویا جب بچہ جنم لے کر اس دنیا میں آتا ہے تو وہ صاف سلیٹ یا دھلی ہوئی تختی کی مانند ہوتا ہے اب اس کے والدین جو عبارت اس پر لکھنا چاہیں وہ لکھ دیتے ہیں یا بالفاظ دیگر یہ کہنا بھی بجا ہو گا کہ ایک نومولود گُندھی ہوئی مٹی کی طرح ہوتا ہے اس کے ماں باپ جس سانچہ میں اسے ڈالیں گے وہ وہی شکل اور کردار لے کر معاشرہ میں پروان چڑھے گا۔ اکثر ربانی ہستیوں اور ماہرین نفسیات نے تربیت اولاد کے جو مختلف طریق بتا رکھے ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم اور کامیاب گُر **"والدین کا اولاد سے دوستانہ تعلق ہے"**

معزز بھائیو اور بہنو! اس پیارے اور آزمودہ نسخہ کا تذکرہ ہمارے پیارے حضور پر نور ایدہ تعالیٰ بنصرہ العزیز یوں فرماتے ہیں۔

"اپنے گھر کے ماحول کو ایسا پُر سکون اور محبت بھرا بنائیں کہ بچے فارغ وقت گھر سے باہر گزارنے کی بجائے ماں باپ کی صحبت میں گزارنا پسند کریں۔ ایک دوستانہ ماحول ہو۔ بچے کھل کر ماں باپ سے سوال بھی کریں اور ادب کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر قسم کی باتیں بھی کر سکیں۔ اس لیے ماں باپ دونوں کو بہر حال قربانی دینی پڑے گی۔ جو عہد اپنے رب سے والدین نے باندھا ہے اس عہد کو پورا کرنے کے لئے بہر حال والدین نے بھی قربانی دینی ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 1 صفحہ 148-149)

خود اعتمادی: اس میں شک نہیں کہ بچوں میں بچپن سے ہی نظم وضبط قائم کرنا انتہائی ضروری ہے نیز بچے کی بھلائی اور حفاظت والدین کی اولین ذمّہ داری ہوتی ہے۔ لیکن ایک دفعہ جب انہیں بنیادی سہولیات مہیا کر دی جائیں تو پھر چاہئے کہ وہ خود اعتمادی سے خود ہی ان مسائل کا حل نکالیں۔ یہ وہ موقع ہے جبکہ والدین کی بچوں کے ساتھ حقیقی دوستی کا تعلق قائم ہونا شروع ہوتا ہے اور بچہ بھی اپنے والدین پر اعتماد کرنا شروع کر دیتا ہے اور وہ یہ سمجھ لیتا ہے کہ میرے والدین میرے خیر خواہ اور سچے ہمدرد ہیں تب ان کے ہر اشارہ پر عمل کرنا اپنی سعادت جانتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں کہ:

"پس نیکی پر خود اعتمادی یہ بہت ضروری ہے۔ پس جن بچوں کو آپ نے سوسائٹی میں بھیجنا ہے ان کو بتائیں کہ تمہاری عزت اور تمہاری اعلیٰ اقدار سچائی سے وابستہ ہیں..... یہ احساس خود اعتمادی گھر میں بچپن میں پیدا کرنا ضروری ہے۔"

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 576-577)

لیکن بچوں کی پرورش کے دوران ان میں نظم وضبط لانے کے لئے ہر وقت تحکّمانہ اور آمرانہ رویہ درست نہیں۔ اس قسم کا رویہ سوائے مشینی رد عمل اور جذبات سے عاری وابستگی کے علاوہ کچھ بھی پیدا نہیں

کر سکتا۔ اس میں کسی قسم کی دوستی کے لئے گنجائش ہی نہیں رہتی۔ جو کہ بچوں کی پرورش میں بعض دفعہ سخت نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے تربیت اولاد کے اسلوب:

معزز بھائیو اور بہنو! خصوصاً جب بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو آپس میں دوستانہ تعلقات اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اگر زندگی کے اہم معاملات پر بات چیت کرنے میں ہچکچاہٹ ہو تو پھر یہ سچی دوستی نہیں کہلا سکتی۔ دوستی کے لئے والدین اور خصوصاً باپ کا اپنے بچوں کے مزاج کا شناسا ہونا نہایت ضروری ہے۔ ہر ماں باپ کی اولاد مختلف مزاج رکھتی ہے۔ پسند اور ناپسند میں بھی فرق ہوتا ہے اور جب تک ہر بچہ کے مزاج کے مطابق اس کی تربیت کا طریق اختیار نہ کیا جائے، خاطر خواہ نتائج کی امید نہیں کی جا سکتی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد مرحوم اس ضمن میں اپنا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس سے حضرت مصلح الموعودؓ کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور مزاج شناسی کا پتہ چلتا ہے۔ جو کہ ہم سب کے لئے تربیتِ اولاد میں یقیناً مشعلِ راہ ثابت ہو سکتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"قادیان کے قریب ہمارا ایک آبائی گاؤں "نواں پنڈ" تھا۔ جہاں ابا جان نے ٹینس کورٹ بنوایا ہوا تھا..... جب میں اس قابل ہوا کہ ٹینس کا ریکٹ پکڑ کر کچھ کھیل سکتا تو ٹینس کھیلنے کے لئے مجھے بھی ساتھ لے کر جانے لگے اور ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثالث۔ ناقل) بھی کبھی کبھی کھیلنے ساتھ چلتے تھے۔ ان دنوں انگلستان کا بنا ہوا ایک ریکٹ جس کا نام DOHETRY تھا آپ استعمال فرماتے تھے۔ کچھ سال بعد آپ نے ڈوہرٹی ریکٹ لاہور سے منگوا کر ہمارے بڑے بھائی کو دے دیا۔ مجھے جب اس کا علم ہوا تو میں نے ایک ملازمہ کے ہاتھ ابا جان کو ایک رقعہ لکھ کر بھجوایا کہ آپ نے بھائی کو ریکٹ دیا ہے اور مجھے نہیں دیا اور یہ اسلامی تعلیم کے منافی ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے ایک صحابی کو جس نے اپنے ایک لڑکے کو غلام خرید کر دیا تھا اور دوسروں کو نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر کہ کیا ہر لڑکے کو غلام دیا ہے؟ نفی میں جواب سن کر آپؐ نے ان صحابیؓ کو ارشاد فرمایا کہ اس سے بھی غلام واپس لے لو۔ اسی طرح کی ایک اور روایت ہے جس میں حضرت النعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے باپ نے مجھے عطیہ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا

تو آپؑ نے بیان فرمایا کہ کیا باقی سب بچوں کو عطیہ دیا ہے؟ کہا نہیں۔ اس پر آپؑ نے فرمایا۔ "فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْدِلُوْا بَیْنَ اَوْلَادِکُمْ۔"

میری اس حرکت کا یہ نتیجہ بھی نکل سکتا تھا کہ میری گوشمالی کی جاتی۔ ناراضگی کا اظہار ہوتا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا..... دو تین روز ہی گزرے تھے کہ ایک صبح کے وقت آپ ہاتھ میں ڈوہرٹی ریکٹ پکڑے میرے پاس آئے اور مجھے دے کر فرمایا کہ لو! تمہارا ریکٹ۔ مَیں نے تمہارے لئے لاہور سے منگوایا ہے۔"

دراصل ضروری نہیں کہ ہر بچہ خاموشی سے بات قبول کرلے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بات کو صحیح نہ جانے تو اس کا برملا اظہار کر دے۔ اس پر اس سے ناراض ہونے کی بجائے اس کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تا اس میں مناسب موقع پر سچ بولنے کا حوصلہ پیدا ہو۔

والدین کو اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ ہر وقت کی سختی اچھی نہیں ہوتی۔ اگر والدین ہر وقت بچوں پر چیخیں اور چلائیں تو وہ اپنی قدر کھو دیتے ہیں اور ان کی بات میں وزن نہیں رہتا اور بچے ان کے خیالات کو اہمیت دینا چھوڑ دیتے ہیں۔ چاہے وہ کتنا ہی دانشمندانہ خیال ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اس کی ادائیگی صحیح نہیں تو اس کو تسلیم کرنے میں مشکل ہو گی اس طرح مطلوبہ نتائج کا حصول ناممکن ہو جاتا ہے۔ سچی دوستی وہ ہے جس میں متوازن اور باہمی احترام کا رشتہ ہو۔ بچوں کو یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ ان کے خیالات کو اہمیت نہیں دی جا رہی۔ چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو یا بچگانہ ہی کیوں نہ ہو۔ ورنہ ڈر ہے کہ پھر وہ والدین کے خیالات اور احساسات کو بھی اہمیت نہیں دیں گے۔ بہر حال یہ بڑوں کی ذمّہ داری ہے کہ وہ اس باہمی رشتہ میں ہم آہنگی پیدا کریں کیونکہ بچہ تو پھر بچہ ہی ہے۔

اگر بچے نے کوئی اچھا کام کیا ہو تو اس کو بیان کر کے بچے کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔ کسی امتحان میں کامیابی حاصل کرنے پر خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک صاحب اپنے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ اس طرح پیش کرتے ہیں کہ جب انہوں نے مولوی فاضل کے امتحان میں اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی تو نتیجہ کی اطلاع پر حضرت مصلح موعودؓ نے اس کامیابی پر خوشی کا اظہار فرمایا اور اس خوشی میں سب عملہ اور وہ احباب جماعت جو مختلف شہروں سے آپ کو ملنے کے لئے تشریف لائے ہوئے

تھے اور ملازمین اور گھر والوں کے ساتھ مل کر پکنک کا پروگرام بنایا۔ کھانے کے لئے باورچی کو خود ہدایات دیں بلکہ رات گئے تک کھانا پکانے کی خود ہی نگرانی فرمائی۔

اسی طرح ناکامی پر غم اور غصہ کی بجائے بچے کے ساتھ بیٹھ کر اس کے اسباب کا جائزہ لیتے ہوئے اس کے سدِّباب کے لئے بچے کی رہنمائی کرنی چاہئے اور اس کو احساس دلوانا چاہئے کہ اس مشکل گھڑی میں وہ اس کے ساتھ ہیں۔

لیکن بچوں سے دوستی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بچہ جو بھی کرے اس کو ہر صورت پسند کیا جائے یا اغماض کیا جائے۔ ہاں اس صورت میں بھی معاملہ فہمی سے کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ بچہ آپ سے دور ہو جائے اس طرح اس کی پرورش میں آپ کی وعظ و نصیحت تعمیری اور مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔

معزز بھائیو اور بہنو! غیرت دینی کا یہ واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:

"ہمارے بڑے بھائی مرزا ناصر احمد صاحب کو قرآن کریم حفظ کروانے کا فیصلہ ابا جان نے کیا۔ ایک حافظ صاحب کو ان کے لئے مقرر فرمایا۔ ہماری رہائش والے مکان کے صحن میں بھائی کھڑے تھے۔ میں برآمدہ میں تھا۔ میں نے ان کو 'او حافظ' کر کے پکارا۔ ابا جان نے سن لیا۔ سخت غصے میں میرے پاس آئے اور ایک طمانچہ رسید کیا اور فرمانے لگے تمہیں شرم نہیں آتی قرآن کریم حفظ کرنے والے اور پھر بڑے بھائی کو تم نے اس طرح مخاطب کیا۔ اسی وقت پرائیویٹ سیکرٹری کے ایک کارکن کو بلا کر کہا کہ اسی وقت ہائی سکول جا کر اس کا نام وہاں سے کٹوا دو اور کل سے یہ ہائی سکول کی بجائے احمدیہ سکول میں تعلیم حاصل کرے گا۔"

دوستی اپنی جگہ لیکن حفظِ مراتب کا خیال رکھنا بھی بچوں کی تربیت کا حصہ ہے

نسبتاً چھوٹی عمر میں بچے کہانیاں سننے کا شوق رکھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ بچوں کی تربیت کے لئے دوستانہ ماحول کو اس قدر اہمیت دیتے تھے کہ آپؓ نے بچوں کی تربیت کے لئے کہانیاں سنانے کا طریق بھی اپنایا۔ باوجود خلافت کے کاموں کی بے پناہ مصروفیات کے ایک مرتبہ آپ نے ان بچوں کو جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے تھے عشاء کی نماز کے بعد ایک کہانی سنانا شروع کی جو تقریباً ایک گھنٹہ روزانہ کئی ہفتے جاری رہی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اپنی یادداشتوں میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ کہانی کسی قصے

کہانیوں کی کتابوں سے اخذ نہیں کی گئی تھی بلکہ آپؓ نے از خود مختلف تربیتی امور سے تعلق رکھنے والی اسلامی تعلیم پر روشنی ڈالنے کے لئے کہانی کا رنگ دے کر اس قدر دلچسپ بنا دیا کہ ہم سارے جو اس مجلس میں جمع ہوتے تھے اگلے دن شام کا انتظار کرتے۔ اس کے علاوہ آپ نے گھر میں درسِ قرآن بھی شروع کیا جو کئی ماہ تک جاری رہا۔

معزز بھائیو اور بہنو!

عملی نمونہ اور کرنے کی باتیں: دوستانہ تعلق میں عملی نمونہ کو بھی بہت اہمیت حاصل ہے۔ کسی امر کی وضاحت کے لئے ہمیشہ مثال پیش کی جاتی ہے تا کہ وہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنی تعلم کا صحیح نمونہ پیش کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً انبیاء کو بھیجتا رہا ہے۔ اس لئے بچوں کے اخلاقی پہلو کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیں اپنی مثال بہترین رنگ میں پیش کرنا ہو گی۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری نئی پود زبانِ حال سے کہنے لگ جائے۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ اس لئے ہمیں پہلے اپنے آپ کو بچوں کے لئے اچھی مثال پیش کرنا ہے۔ ہم اپنی کمزوریوں اور خامیوں کی اصلاح کے بعد ہی بچوں کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

1۔ نماز باجماعت کے خود سختی سے پابند ہوں گے تو بچوں کو نماز باجماعت کی تلقین کر سکیں گے۔

2۔ ہر مرحلہ میں راست گوئی یعنی حقیقت پسندی کو اپنا کردار بنائیں گے تو بچوں کو سچ بولنے کی عادت ڈالنے میں مددگار ہو سکیں گے۔

3۔ ہر کام وقت پر کرنے کی عادت کا لازمی اثر بچوں پر بھی ہو گا تو وہ بھی وقت کی پابندی سیکھ جائیں گے۔

4۔ خود صاف ستھرا لباس رکھ کر ہی ہم بچوں کو صاف ستھرا دیکھ سکیں گے۔

5۔ عوام کی خدمت پر کمربستہ رہ کر ہی بچوں کو ہم خدمت خلق پر آمادہ کر سکیں گے۔

6۔ ہمسایوں اور دوستوں سے محبت اور احسان کر کے ہی بچوں کے اندر دوسروں سے محبت کا جذبہ پیدا کر سکیں گے۔

7۔ اپنے گھر میں بہترین سلوک کا نمونہ پیش کریں گے تو گھر کے خوشگوار تعلقات بچوں پر خوشگوار اثر ڈالیں گے۔

8۔ لین دین کے معاملات میں دیانتداری کا مظاہرہ بچوں کو دیانتدار بنادے گا۔

9۔ اس کے علاوہ دیانت، محنت کی عادت، غصہ کو ضبط کرنا، عفت، نگاہ و زبان کی پاکیزگی، مستقل مزاجی اور ہمدردی خلائق جیسی صفات کا عملی نمونہ بچوں کے ساتھ پیش کریں گے تو یہ خوبیاں ان میں بھی پیدا ہوں گی۔

10۔ تربیت کا سب سے اہم ذریعہ خلیفہ وقت کے ساتھ عاشقانہ اور خادمانہ تعلق اور نظام سلسلہ کا احترام اور پابندی ہے۔ یہ ایسی بنیادی صفت اور پاک بیج ہے جسے اگر عمل صالح کے پانی سے سیراب کیا جائے تو یہ ایسا ثمر دار شجر بن جاتا ہے جس کے میٹھے پھل والدین کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک اور جماعت کے لئے لذت و سرور کا موجب ہوتے ہیں۔ اگر ہم اپنی عزیز اولاد کے دلوں میں خلافتِ حقہ کی اہمیت اور اس کی برکات کو جاگزیں کر سکیں اور ہر حالت عُسر و یُسر میں خلافت اور نظام سلسلہ کے احترام کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے اپنا ایک نمونہ قائم کر کے اپنی اولاد کے دلوں میں راسخ کر سکیں تو باقی تربیت خود بخود آسان ہو جائے گی۔

حضرت مسیح موعودؑ اسی نکتہ کو ایک اور زاویہ سے بیان فرماتے ہیں:

”خوب یاد رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ سے رشتہ نہ ہو اور سچا تعلق اُس کے ساتھ نہ ہو جاوے کوئی چیز نفع نہیں دے سکتی..... پس وہ کام کرو جو اولاد کے لیے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لیے ضروری ہے کہ سب سے اول خود اپنی اصلاح کرو اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ درج ہے کہ دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ان کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو اور اولاد کے لیے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 444-445)

غرضیکہ زندگی کے بے شمار پہلو ہیں جن میں ہم اپنے عملی نمونہ سے بچوں کے اندر خود بخود اچھی اور نیک عادات پیدا کر سکتے ہیں۔ اور وہی نظارے دیکھ سکتے ہیں جب باپ نے اپنے بیٹے کو کہا کہ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي

الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی ؕ (الصافات: 103) یعنی اے میرے پیارے بیٹے! یقیناً مَیں سوتے میں دیکھا کرتا ہوں کہ مَیں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس غور کر تیری کیا رائے ہے۔ تو سعادت مند بیٹا جو کہ اپنے باپ کے ساتھ دوستی کے رنگ میں رنگین تھا جواب دیتا ہے۔ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ (الصافات: 103) اے میرے باپ! وہی کر جو تجھے حکم دیا جاتا ہے یقیناً اگر اللہ چاہے تو مجھے تُو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک نہایت پیاری اور گہری حکمت کی بات بیان فرمائی ہے کہ جس طرح سکّہ کے دو رُخ ہوتے ہیں اسی طرح دوستی کے بھی دو رُخ ہوتے ہیں ایک تو والدین کا اپنے بچوں سے دوستانہ تعلق اور دوسرا بچوں کا دوسرے بچوں سے دوستی لگانا۔ یہ دونوں رُخ والدین کے پیشِ نظر رہنے چاہئیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے۔ اس لیے اسے غور کرنا چاہئے کہ وہ کیسے دوست بنا رہا ہے۔ تو والدین کو بھی نگرانی رکھنی چاہئے اور یہ نگرانی سختی سے نہیں رکھنی چاہئے بلکہ بچوں سے بے تکلف ہوں..... اس مغربی معاشرہ میں بلکہ آج کل تو مغرب کا اثر، دجالی قوتوں کا اثر اور شیطان کے حملوں کا اثر، رابطوں میں آسانی اور سہولت کی وجہ سے ہر جگہ ہو چکا ہے۔ تو مَیں یہ کہہ رہا ہوں کہ شیطان کے ان حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے والدین کو اپنے بچوں سے ایک دوستانہ ماحول پیدا کرنا ہوگا اور پیدا کرنا چاہئے۔ خاص طور پر اِن ملکوں میں جو نئے آنے والے ہوتے ہیں وہ شروع میں تو نرمی دکھاتے ہیں اس کے بعد زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ وہ تصور نہیں ہے کہ بچوں سے بھی دوستی پیدا کی جاسکتی ہے۔ تو ان کو پھر یہ احساس دلانا چاہئے۔ یہ ماحول پیدا کر کے اچھا کیا ہے اور برا کیا ہے۔ بچے کو بچپن سے پتہ لگے اور پھر جوانی میں پتہ لگے۔ ایک عمر میں آ کے والدین خود بچوں سے باتیں کرتے ہوئے جھجھکتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ ان کو دین کی طرف لانے کے لیے..... والدین کو دعاؤں کے ساتھ ساتھ بڑی کوشش کرنی چاہئے..... پھر یہ بھی نظر رکھنی چاہئے کہ بچوں کے دوست کون ہیں۔ بچوں کے دوستوں کا بھی پتہ ہونا چاہئے..... ابھی بھی والدین کی یہ شکایات ملتی رہتی ہیں کہ انہوں نے سختی کر کے بچوں کو بگاڑ دیا۔ ایک بچہ جو پندرہ سولہ سال کی

عمر تک بڑا اچھا ہوتا ہے..... تو پھر ایک دم پیچھے ہٹنے لگتا ہے اور پھر ہٹتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ ایسی شکایتیں بھی آئیں کہ بچے ماں باپ سے علیحدہ ہو گئے..... اگر والدین شروع سے ہی اس بات کا خیال رکھیں تو یہ مسائل پیدا نہ ہوں۔ پھر بچوں کو بھی مَیں کہتا ہوں کہ اپنے دوست سوچ سمجھ کر بناؤ۔ یہ نہ سمجھو کہ والدین تمہارے دشمن ہیں..... دیکھنا چاہیئے کہ ہمارے جو دوست ہیں بگاڑنے والے تو نہیں اور اللہ سے دور لے جانے والے تو نہیں کیونکہ جو اللہ سے دور لے جانے والے ہیں وہ تمہارے سچے دوست نہیں ہو سکتے..... اور ہمیشہ نظام سے تعلق رکھیں۔ نظام جو بھی آپ کو سمجھاتا ہے آپ کی بہتری اور بھلائی کے لیے سمجھاتا ہے۔ نمازوں کی طرف توجہ دیں، قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں اللہ تعالیٰ ہمارے ہر بچے کو ہر شیطانی حملے سے بچائے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 395-397)

سامعین و سامعات! تربیت اولاد کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنا قابل تقلید نمونہ ملاحظہ ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں:

"میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں میں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دعا نہیں کرتا..... اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرمائے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 562-563)

(بتعاون: مجید احمد بشیر)

۞۞۞۞

﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔81﴾

آنحضورؐ کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک

مدح حسن مصطفیٰ ہے ایک بحر بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

میرے بھائیو اور بہنو! میری گزارشات کا عنوان ہے **"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں کے ساتھ شفقت و محبت بھرا سلوک"**

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (ال عمران:160)

ترجمہ: پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا اور اگر تُو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے دَرگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

سامعین و سامعات! ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی سیرت کے حوالہ سے مختلف پہلو ہیں۔ اُن میں سے ایک پہلو بچوں اور بچیوں کے ساتھ پیار بھرا سلوک ہے۔ جس کو لوگوں کے سامنے اُجاگر کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ بالعموم ہمارے معاشرے کے بزرگ اور عمر رسیدہ لوگ بچوں سے میل ملاقات رکھنا اور اُن کے ساتھ مِل جُل کر محفلوں میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بالا سمجھتے ہیں۔ اپنے بچوں کے ساتھ تو شاید مِل بیٹھیں لیکن معاشرے کے دوسرے بچوں کے ساتھ بیٹھنے میں اپنی ہتک محسوس کرتے ہیں اور ایسے بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آنے میں لیت و لعل کرتے ہیں خاص

طور پر ہمارے ایشین معاشرے میں بچوں کو معاشرے کا حصہ بنا کر اُن کے سروں پر دست شفقت رکھنا اور اِن بچوں کو اپنے ساتھ لے کر چلنا ایشین معاشرے کی قدریں اجازت نہیں دیتیں۔

مگر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ یعنی خاندان کے بچوں اور بیرونِ خانہ معاشرے کے بچوں کے ساتھ نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے، اِن بچوں کو اپنے ساتھ بٹھاتے، اِن سے دینی و اسلامی باتیں کرتے، اِن کو کہانیاں سناتے اور اِن کے ساتھ کھیلتے بھی نظر آتے تھے۔ اب مَیں اپنی گفتگو کو دو حصوں میں تقسیم کر کے آگے بڑھتا/بڑھتی ہوں۔ مَیں آغاز آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونِ خانہ کے بچوں سے حسنِ سلوک سے کرتا/کرتی ہوں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں سے آپؐ کا پیار و محبت کا سلوک آتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زیر تربیت نواسوں کے لیے دعا کیا کرتے تھے کہ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا اے اللہ! اِن دونوں پر رحم فرما مَیں بھی اِن سے نرمی کا سلوک کرتا ہوں اور ایک جگہ درج ہے کہ اے اللہ! مَیں اِن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِن سے محبت کر۔ آپؐ کے پاس جب بھی نیا پھل آتا تو آپؐ محفل میں موجود سب سے چھوٹے بچے کو ضرور دیتے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ "بچوں کو چوما کرو اس کے بدلہ میں تم کو جنت میں بدلہ ملے گا۔ جو بچوں کے ساتھ شفقت اور رحمت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔"

میرے بھائیو اور بہنو! ایک دفعہ آپؐ اپنے بچوں کو چوم رہے تھے تو ایک بدّو نے دیکھ کر کہا کہ اے رسول! میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو اِن کو کبھی نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ پھر ایک موقع پر فرمایا کہ جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر بچوں سے حسنِ سلوک کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ آپؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں 9 سال تک آپؐ کی خدمت میں رہا۔ آپؐ نے مجھے اِن دس سالوں میں ایک دفعہ بھی نہیں جھڑکا۔

(مسلم کتاب الفضائل باب حسن خلقه ﷺ)

حضرت انسؓ کو ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کہا اور وہ راستہ میں بچوں کے ساتھ کھیل میں مصروف ہو گئے۔ تھوڑی دیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تشریف لے آئے اور انہیں کھیل میں مصروف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کام کے متعلق استفسار فرمایا۔

سامعین و سامعات! ایک دفعہ آپؐ کے نواسے نے کسی بچے کو اونٹ پر سوار دیکھ کر اپنے نانا سے کہا کہ اونٹ پر بیٹھنا ہے۔ آپؐ نے نواسے کو کندھے پر سوار کر کے اونٹ کی طرح چلنا شروع کر دیا۔ کسی نے دیکھ کر کہا کتنی پیاری سواری ہے تو آپؐ نے فرمایا "سوار بھی کتنا پیارا ہے۔"

ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے آپؐ کی نواسی امامہ بنت ابو العاص آکر آپؐ کے کاندھوں پر چڑھ بیٹھی اور اِسی طرح ایک بار حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نماز کے دوران آپؐ کے کندھوں پر چڑھ گئے تو آپؐ نے سجدہ لمبا کر دیا اور بچوں کو نیچے نہ اُتارا اور نہ جھٹکا دیا۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکڑ کر اپنے ایک زانو پر بٹھا لیتے اور دوسرے پر حسنؓ کو۔ یعنی جب بیٹھے ہوتے تو ران پہ ایک طرف حضرت حسن کو بٹھا لیتے اور دوسرے پر مجھے پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے چمٹا لیتے اور فرماتے: "اَللّٰھُمَّ ارْحَمْھُمَا فَاِنِّیْ اَرْحَمُھُمَا" اے اللہ ان دونوں پر رحم فرمانا۔ میں ان دونوں سے شفقت رکھتا ہوں۔

(بخاری کتاب الادب باب وضع الصبی علی الفخذ)

خاندان سے باہر بچوں سے حسنِ سلوک

معزز بھائیو اور بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس پہلو کو آپؐ کے خاندان سے باہر دیگر بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار کو دیکھیں تو سب سے پہلے انسان کا دھیان اسلام آنے سے قبل کے اُس اندوہناک دَور کی طرف جاتا ہے جب بچیوں کو پیدائش کے معاً بعد زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ جسے محسنِ انسانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر منع فرمایا اور لڑکیوں کو معاشرے میں زندہ رہنے کا حق دیا۔

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن، جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں، جب دنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا، خوں جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی، یوں ماں تیری گھبراتی تھی
وہ رحمتِ عالم آتا ہے، تیرا حامی ہو جاتا ہے
تُو بھی انساں کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے

چونکہ آپؐ رحمۃ للعالمین تھے اس لیے آپؐ کا لڑکیوں کے لیے بھی رحمت ہونا ضروری تھا۔ یوں آپؐ نے اُن کے حقوق کی بھی حفاظت فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "اپنی اولاد کی عزت کرو" اور پھر ایک موقع پر فرمایا "باپ کا اپنی اولاد کو بہترین تحفہ اس کی تعلیم و تربیت ہے"

سامعین و سامعات! ایک دفعہ عید کے روز ایک مسلمان بچہ ایک ایسی جگہ افسردہ کھڑا تھا جہاں دیگر بچے عید کی خوشی کی وجہ سے کھیل کود رہے تھے اور اُن تحفوں کے بارے میں اظہارِ خیال کر رہے تھے کہ فلاں تحفہ فلاں نے دیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ آپؐ نے اِس بچے کو دیکھا کہ وہ اِن بچوں کو حسرت سے دیکھ رہا ہے کہ اِن کے ماں باپ ہیں اس لیے اِن بچوں نے نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں تب آپؐ اِس بچے کو اپنے گھر لے گئے۔ نئے کپڑے دیے، نیا جوتا دیا اور فرمایا آج سے محمدؐ تمہارا باپ، عائشہؓ تمہاری ماں ہے اور فاطمہؓ تمہاری بہن ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں میں دوڑ کا مقابلہ کروایا کرتے تھے اور فرماتے تھے جو سب سے پہلے دوڑ کر مجھ تک پہنچے گا مَیں اُسے انعام دوں گا پھر جب بچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتے تو کوئی آپؐ کی پیٹھ پر چڑھ جاتا اور کوئی سینے پر۔ آپؐ اُن کو چومتے اور اُن کو اپنے ساتھ چمٹا لیا کرتے تھے۔

آپؐ کا پیار صرف مسلمانوں کے بچوں کے ساتھ ہی نہ تھا۔ امت سے باہر بھی بچوں سے پیار سے پیش آتے تھے۔ آپؐ ہمیشہ بچوں سے عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اُن کی ہر ممکن مدد اور دلجوئی کرنے کی کوشش کرتے۔ ایسا ہی ایک دفعہ ایک جنگ میں کچھ بچے مارے گئے۔ آپؐ نے افسوس اور دکھ کا اظہار فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کی۔ حضور! مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا آخر معصوم تھے۔

میرے بھائیو اور بہنو! ایک دفعہ آپؐ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں چھوٹی عمر کی ایک لونڈی بیٹھی رو رہی تھی۔ آپؐ اُسے دیکھ کر افسردہ ہوئے۔ آپؐ نے اِس سے رونے کی وجہ پوچھی۔ معلوم ہوا کہ مالکہ نے دو درہم آٹا خریدنے کے لیے دیئے تھے جو لونڈی سے گم ہو گئے تھے۔ آپؐ نے اِس لونڈی کو دو درہم تھما دیئے۔ ابھی آپؐ واپس جانے لگے تو وہ پھر رونے لگی۔ آپؐ نے پھر رونے کی وجہ پوچھی تو لونڈی نے کہا کہ اب تاخیر ہونے کی وجہ سے مالکہ مجھے مارے گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اِس لونڈی کے ساتھ چل دیئے اور گھر چھوڑتے ہوئے مالکہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھے اس لونڈی پر ترس آگیا کہ تم اسے کہیں تاخیر ہونے کی وجہ سے مارنے نہ لگ جاؤ۔ اس پر مالکہ نے اِس لونڈی کو آزاد کر دیا۔ جس پر آپؐ نے ایک گردن آزاد ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اُس اللہ کی تعریف کی۔

سامعین / سامعات! مَیں اپنے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے پیار اور حسنِ سلوک کا کون کون سا واقعہ بیان کروں۔ آپؐ نماز پڑھاتے تو اگر کسی بچے کے رونے کی آواز آپؐ سُن لیتے تو نماز مختصر کر دیتے اور فرمایا کرتے کہ اُس کا رونا اُس کی ماں پر گراں گزرتا ہے۔ کیونکہ آپؐ کے اندر بچوں کے لیے ماں سے بھی بڑھ کر محبت والا دل تھا۔ آپؐ ایک دفعہ محفل میں صحابہ کے ساتھ دائرہ کی صورت میں بیٹھے تھے کہ دودھ آگیا آپؐ نے دائیں طرف صحابہ کو دینا چاہا تو دائیں طرف ایک بچہ بیٹھا تھا جبکہ بائیں جانب حضرت ابو بکرؓ جیسے اجلّ صحابہ تھے۔ آنحضورؐ کی سنّت تھی دائیں جانب سے شروع کرنے کی۔ آپؐ نے چاہا کہ حضرت ابو بکرؓ کو پہلے دیا جائے مگر آپ نے دائیں طرف بیٹھے بچے سے اجازت لے کر حضرت ابو بکرؓ سے شروع فرمایا۔ میرے بھائیو اور بہنو! ایک روایت میں ہے بچے سے جب اجازت چاہی گئی تو اُس نے نہایت ادب واحترام سے اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمدؐ سے عرض کی کہ حضور! یہ تو میری خوش قسمتی ہے کہ مَیں حضور کی دائیں جانب بیٹھا ہوں اِس لئے مَیں حضور کے تبرک سے فَیضیاب ہونے کا پہلے مستحق ہوں۔ حضورؐ نے وہ تبرک پہلے بچے کو دیا۔ اللہ اللہ! بچوں کی معاشرے میں اتنی عزت؟ اِس واقعہ کو ہم اپنے معاشرے میں بچوں کے ساتھ سلوک سے موازنہ کریں ہمیں دُور دُور تک اِس جیسا واقعہ دیکھنے کو نہ ملے گا۔ بلکہ اِس کے برعکس ہم بچے پر سختی کر کے ایک طرف کر دیں گے۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد

بھائیو اور بہنو! اب مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بچوں سے مذاق اور مزاح کے ایک دو واقعات بیان کر دیتا/کر دیتی ہوں۔ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ سب سے زیادہ مزاح اور بے تکلفی کی باتیں کیا کرتے تھے۔

(دلائل النبوہ للبیھقی جلد اوّل صفحہ 331)

ایک دفعہ آپؐ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے "اے دو کانوں والے" کہہ کر بلایا۔

(شمائل ترمذی)

اسی طرح حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا اس کا نام ابو عمیر تھا۔ اس کے پاس ایک چڑیا تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ وہ مر گئی۔ آپؐ آئے اور میرے بھائی کو افسردہ دیکھ کر ابو عمیر سے فرمانے لگے: یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟ "یعنی اے ابو عمیر! تمہاری چڑیا کو کیا ہوا؟

(صحیح بخاری باب الانبساط الی الناس)

آپؐ اس بچے سے اس کی دلجوئی کے لیے پوچھا کرتے تھے۔

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام

علیك الصلوٰۃ علیك السلام

سامعین و سامعات! پس کل کے باپ بننے والے اِن ننھے ننھے بچوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ چومتے، سینے سے لگاتے، ان کی دلجوئی کرتے، ان کے لیے دعائیں کرتے ان کو اسلام کی باتیں سکھاتے اور اسی حسن سلوک کی وجہ سے بچے بھی آپؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے جب بھی آپؐ کو دیکھتے تو خوشی خوشی آپؐ کی طرف دوڑ کر چلے آتے اور آپؐ ان کو باری باری گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔ آپؐ کی عادت تھی کہ ہمیشہ بچوں کو پہلے سلام کرتے اور ان سے پاکیزہ مذاق بھی کرتے اور ان کو اچھی نیک باتیں بھی بتاتے۔

میرے بھائیو اور بہنو! یہ ہیں مختصر سے چند واقعات ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں سے پیار، محبت اور شفقت سے بھرے حسنِ سلوک کے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے بچوں کے ساتھ اسی طرح حسن سلوک کا مظاہرہ کرنے والا بنائے جس طرح کا سلوک ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں سے کیا۔ جماعت کے بچے بھی ہمارے بچے ہیں ان کے ساتھ بھی پیار محبت اور شفقت کا سلوک روا رکھیں تا کہ وہ بھی آپ سے پیار کریں آپ کی عزت کریں اور آپ کی بتائی ہوئی نیک باتوں پر عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

يَارَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّكَ دَائِمًا
فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا وَ بَعْثٍ ثَانٍ

۞۞۞۞

﴿10﴾ ﴿مشاہدات۔156﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کو نصائح

یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی نَبِیِّكَ دَائِمًا
فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا وَ بَعْثِ ثَانِ

بھائیو اور بہنو! آج کوشش ہے کہ ربیع الاول کے مبارک مہینہ کی مناسبت سے خاکسار پھول جیسے احمدی بچوں اور بچیوں سے آقا و مولیٰ آنحضور **صلی اللہ علیہ وسلم** کا پیار بھرا سلوک، بچوں کو پیار بھری نصائح اور احمدی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ان سے متعلق نصائح بیان کروں۔

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بازار اور گلیوں میں پھرتے بچوں کو سلام میں پہل کرتے، ان سے پاکیزہ مزاح بھی فرماتے اور ساتھ ساتھ اچھی باتیں بھی بتاتے۔ (فضائل نبویؐ)

ایک دفعہ مدینہ کے کچھ بچے ایک درخت کی اوٹ میں چھپ گئے تاوہ اچانک اپنے آقا کو سلام کہہ کر پہل کریں۔ جونہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپؐ بھانپ گئے اور بلند آواز سے "السلام علیکم" کہہ کر پہل کی۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کو نصیحت فرمائی کہ اے بچے! گھر میں جاؤ تو پہلے سلام کہا کرو۔ یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعث برکت ہے۔ (مشکوٰۃ)

آپؐ بچوں کے آرام و سکون کا بھی خیال فرماتے۔ جب نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کرتے اور فرماتے یہ بچے پر رحم ہے اور اس کی ماں پر بھی۔

اگر آپؐ کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہوتی تو وہ بچوں میں تقسیم کر دیتے۔ آپؐ بچوں کو دستر خواں پر شریک کرتے۔ کھانے کے دوران سمجھاتے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم پڑھ کر کھانا شروع کریں۔ دائیں ہاتھ سے کھائیں اور اپنے سامنے سے آہستہ آہستہ کھائیں۔ بچوں کے ساتھ مل کر کھانا کھا رہے ہوتے تو کھانے کے اختتام پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بلند آواز سے کہتے تا بچے بھی شکر الٰہی کی عادت ڈالیں۔

سامعین وسامعات! آپؐ اپنے نوکروں سے کبھی سختی سے پیش نہ آتے۔ نہ ان کو جھڑکتے اور نہ مارتے۔

ایک بدّو سردار نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نواسوں کو چومتے دیکھا تو اس نے کہا کہ میرے 10 بچے ہیں مَیں نے تو کبھی بھی کسی ایک کا منہ نہیں چوما۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر اللہ تمہارے دل سے محبت چھین لے تو مَیں کیا کر سکتا ہوں۔

نیز فرمایا:

اَکْثِرُوْا قُبْلَۃَ اَوْلَادِکُمْ فَاِنَّ لَکُمْ بِکُلِّ قُبْلَۃ دَرَجَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ (بخاری)

اے لوگو! بچوں کو چوما کرو۔ ان کو چومنے کے بدلے تم کو جنت میں ایک درجہ ملے گا۔

پھر فرمایا:

جو بچوں کے ساتھ رحمت وشفقت کا سلوک نہیں کرتا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

سامعین وسامعات! ایک موقع پر آپؐ نے بچوں کو جنت کی خوشبو بھی قرار دیا۔ (ترمذی)

آپؐ اپنے نواسوں کو مسجد میں لے جاتے اور ان کو مسجد کے آداب بھی بتاتے۔

آپؐ نے اپنے نواسوں کے متعلق ایک دفعہ فرمایا کہ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں اور جو ان سے محبت کرے ان سے محبت کا سلوک فرما۔ بلکہ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت اسامہ بن زیدؓ اور حضرت حسنؓ کو حضورؐ اپنی ران پر بٹھا لیتے اور فرماتے۔ اے اللہ! مَیں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں تو ان سے محبت کر۔ (بخاری)

ایک دفعہ ایک عورت نے اپنے بیمار بچے کے ساتھ حضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر کہا کہ حضور! یہ بچہ بے شمار بیماریوں میں مبتلا ہے دُعا کریں کہ مر جائے تا اسے تکلیفوں سے نجات ملے۔ ماں سے بڑھ کر شفیق وجود نے فرمایا۔ کیا مَیں یہ دعا نہ کروں کہ تیرا بچہ تندرست ہو جائے اور بڑا ہو کر جہاد میں شریک ہو اور شہادت کا درجہ پائے؟ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ ایک صحابی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ حضورؐ! میری جھولی میں پرندوں کے دو بچے اور ان کی ماں ہے۔ مَیں نے آج پرندوں کے دو بچوں کو پکڑ کر جھولی میں ڈال لیا تو ان کی ماں سر پر منڈلانے لگی۔ جب مَیں نے جھولی کھولی تو وہ ماں ان بچوں کی محبت میں سیدھی

میری جھولی میں آگری۔ مَیں نے اس کو بھی بند کر لیا۔ آپؐ نے فرمایا: ان کو چھوڑ دو۔ خدا ان بچوں کی ماں سے بھی زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرنے والا ہے۔ (الادب المفرد)

سامعین و سامعات! حضرت انسؓ آپؐ کے خادم تھے۔ جن سے آپؐ بہت شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے۔ آپؓ کہا کرتے تھے کہ 10 سال تک مَیں حضورؐ کی خدمت میں رہا۔ حضورؐ نے مجھے کبھی نہ ڈانٹا، نہ میری کسی کوتاہی، غلطی اور کمزوری پر سرزنش کی۔

ایک دفعہ حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بچپن میں چوٹ لگ گئی۔ آپؐ خود ان کا خون صاف کرتے جاتے اور فرماتے کہ اگر اسامہ بیٹی ہوتی تو مَیں ضرور اِسے زیور پہناتا (بچیوں سے پیار کا سبق ہے) (مسند احمد)

ایک یہودی لڑکا جو حضورؐ کا خادم تھا ایک دفعہ بیمار ہوا تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور حال احوال پوچھا (بخاری) اس میں سبق ہے کہ بلا تمیز مذہب، رنگ و نسل عیادت کرنا بھی سنت رسولؐ ہے۔

ایک جنگ میں مشرکین کے چند بچے مارے گئے۔ حضورؐ کو علم ہوا تو آپؐ کو اِس کا بہت رنج اور دکھ ہوا اور آپؐ صحابہ سے ناراض بھی ہوئے اور فرمایا خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی ہی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل)

بھائیو اور بہنو! یتیم بچے قوم کا نہایت قیمتی خزانہ ہوتا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن کریم میں ان کے ساتھ عزت و تکریم سے پیش آنے اور حُسنِ سلوک روا رکھنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خود بھی یتیم تھے فرمایا کہ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ فِی الْجَنَّۃِ کَھَاتَیْنِ (ترمذی)

کہ مَیں اور یتیم کی پرورش کرنے والا مسلمان جنت میں اس طرح ساتھ ساتھ ہوں گے جس طرح یہ میری دو انگلیاں (آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو ملا کر دکھلایا)

پھر فرمایا کہ جو شخص اپنے کھانے پینے میں یتیم کو شامل کرے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔

(مسلم، کتاب الذھد)

پھر فرمایا یتیم کا مال کھانا ہلاکت کا موجب بنتا ہے۔ (النسائی)

حضرت انسؓ (خادم رسولؐ) کو نماز پڑھتے دیکھ کر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا "نماز میں اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھا کرو اور اِدھر اُدھر نہ دیکھا کرو۔" (مشکوۃ)

افلح نامی ایک مسلمان بچہ نماز میں سجدے میں پھونکیں مار رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے افلح! نماز میں پھونکیں نہ مارا کرو۔ منہ کو مٹی لگتی ہے تو لگنے دو۔ (مشکوۃ)

حضرت عبداللہؓ (حضورؐ کے چچازاد بھائی) ایک دفعہ بچپن میں نماز تہجد میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے۔ حضورؐ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ (مشکوۃ) اور یوں خاموشی کے ساتھ بچوں کو امام کے دائیں ہاتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی ہدایت فرمادی۔

سامعین و سامعات! عمرؓ نامی ایک بچہ کھانے کے وقت سالن کے پیالے میں اِدھر اُدھر ہاتھ مار رہا تھا تو حضورؐ نے فرمایا کہ بچے! اللہ کا نام لے کر شروع کیا کرو اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھایا کرو۔ (مشکوۃ) یہی ہدایت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ابی سلمہؓ کو بھی ان الفاظ میں فرمائی اُدْنُ یَابُنَیِّ بِسْمِ اللّٰہِ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ مِمَّا یَلِیْکَ (ترمذی) کہ اے بیٹے! قریب آجاؤ اور اللہ کا نام کے کر کھانا شروع کرو اور دائیں ہاتھ سے اپنے آگے سے کھاؤ۔

ایک دفعہ ایک بچہ کھجور کے درخت سے کھجوریں گرانے کے لئے پتھر مار رہا تھا۔ آپؐ نے اسے پکڑ کر فرمایا کہ اے بچے! جو کھجوریں از خود گر گئی ہوں ان کو بے شک اُٹھا لیا کرو مگر پتھر نہ مارا کرو۔

ایک دفعہ حضرت حسنؓ نے بچپن میں صدقہ کی کھجور اُٹھا کر مُنہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے حضرت حسنؓ کے منہ سے کھجور کو نکال کر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔ (مشکوۃ)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہؓ جب حضورؐ کے گھر آتیں تو آپؐ احتراماً اُٹھ کر استقبال کرتے۔ خوش آمدید کہتے اور پیشانی پر بوسہ دیتے (الادب المفرد) اور حضورؐ جب بھی سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کو اُن کے گھر جا کر ملتے۔ (مشکوۃ)

ایک بار حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس کے ساتھ دو بچیاں تھیں۔ اور حضرت عائشہؓ کے پاس اس وقت صرف ایک کھجور تھی جو آپؓ نے اس ماں کو دے دی۔ ماں نے اس کے دو ٹکڑے کر کے

آدھی آدھی دونوں بچیوں کو دے دی اور خود نہ کھائی۔ جب حضرت عائشہؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا:

عائشہ! جو شخص بھی لڑکیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ (مشکوۃ)

گویا بچیوں (جو کل کی مائیں ہیں) کی احسن تربیت جنت کے حصول کا ضامن بنا دیتی ہے۔

بچوں کی تربیت کے حوالہ سے آنحضورؐ کی والدین اور بزرگوں کو نصائح

سامعین و سامعات! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولاد کے حوالہ سے بعض نصائح فرمائی ہیں۔ جن پر تعمیل ہمارے بہت ہی پیارے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع پر خود بھی فرمائی اور صحابہؓ سے بھی کروائی۔ جیسے اولاد کو دینی تعلیم اور اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنے کے لئے والدین کو یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔

اولاد ہو جانے کے بعد اولاد کو نیکی اور تقویٰ پر قائم رکھنے کے لئے یہ دُعا سکھلائی:

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف:16)

اے میرے رب! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی پیدائش پر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنے کی تلقین فرمائی۔ جس سے ''اُم الصبیان'' (اس میں بچوں کو سوکھے کا مرض لاحق ہو جاتا ہے اور بچہ کمزور ہوتا چلا جاتا ہے. عموماً تشنج کا دورہ پڑتا ہے۔) کی بیماری نہیں ہوتی۔ (الجامع الصغیر)

ان الفاظ سے قرآنی تعلیم کا خلاصہ بچے کے سامنے رکھ دیا جاتا ہے گویا بچے کے دل میں تعلیم کا پختہ نقش قائم ہو جاتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے متعلق فرمایا: اَلَا ذَانُ یَتَرَدَّدُ الشَّیْطٰنُ (بخاری) کہ اذان شیطان کو دھتکار کر دیتی ہے۔

اسی طرح حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے خود بعض بچوں کو گھٹی (بعض لوگ اسے گڑھتی بھی کہتے ہیں) دے کر دعا کی تا کہ بچے پر نیک اور اچھا اثر پڑے۔ اسی سنت کے تتبع میں خاندان اور معاشرہ میں نیک صالح شخص سے گھٹی دلوائی جاتی ہے۔

پھر سات دن کے ہونے پر لڑکے کی صورت میں دو اور لڑکی کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کا ارشاد ہے۔ اگر لڑکا پیدا ہو تو اس کا ختنہ بھی کرایا جائے۔ (زاد المعاد)

جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی ترغیب دینی چاہیے۔ اس سے پہلے بچے کو نماز کے الفاظ اور دُعائیں یاد کروا دینی چاہئیں اور جب بڑا ہو جائے اور باہر چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے تو پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فحشاء و منکر سے بچانے کے لئے ہدایت دی کہ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَھُمْ اَبْنَاءَ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءَ عِشْرِیْنَ وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ (ابو داؤد)

کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کا حکم دو اگر تین سال کی کوشش کے بعد بھی نماز نہ پڑھے تو اس کو سرزنش کی جائے اور دس سال کی عمر میں اس کو علیحدہ سلائیں اور جب بڑا ہو جائے تو اس کو گھر میں اجازت لے کر داخل ہونا چاہیے۔

پھر فرمایا کہ جب تمہاری اولاد بولنے لگے تو اُسے لا الہ الا اللہ سکھا دو..... اور جب دودھ کے دانت گر جائیں تو نماز کا حکم دیں۔ (زاد المعاد)

سامعین و سامعات! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت یہ عہد بھی لیتے کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اپنی اولاد کو روحانی طور پر قتل نہیں کریں گی اور ان کی احسن طریق سے تربیت کریں گی اور ان کے اخلاق و عادات کو اسلامی شعار کے مطابق ڈھالیں گی۔

حتی کہ حضورؐ نے عورتوں یعنی ماؤں کو ایسی حالت میں روزے رکھنے سے منع فرمایا جب وہ بچوں کو دودھ پلا رہی ہوں یا حاملہ ہوں تا ان کی صحت قائم رہے اور کوئی بُرا اثر بچے کی صحت پر نہ پڑے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق و خلع کو ناپسند فرمایا اور اِسے اَبْغَضُ الْحَلَالِ قرار دیا۔ کیونکہ طلاق یا خلع سے بچے جہاں بٹ جاتے ہیں وہاں ان کی تربیت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے نئے پھولوں اور کلیوں کی تربیت کے لئے والدین کو ہدایت فرمائی کہ بیٹے کا حق اس کے باپ کے ذمے یہ ہے کہ وہ اس کا اچھا نام رکھیں، اس کا عمدہ ٹھکانہ بنائے اور پسندیدہ آداب سکھلائے۔

فرمایا: اپنے بچوں کو ادب سکھاؤ کیونکہ تمہارا یہ فعل روزانہ ایک صاع صدقہ کے برابر ہے۔

نیز ترمذی کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَبٍ حَسَنٍ یعنی باپ اپنے بیٹے کو نیک آداب سکھانے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیتا۔

والدین کو ہی بچوں کی تربیت کے ذمّہ دار قرار دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ اِلَّا یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَۃِ فَاَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ اَوْ یُمَجِّسَانِہٖ (بخاری کتاب الجنائز)

کہ ہر بچہ فطرت اسلام (فطرت صحیحہ) پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین ہی اُسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں یعنی بچہ والدین کے نمونہ کو اخذ کرتا ہے۔ بچہ اپنے والدین سے ہی سب سے پہلے سیکھتا ہے اس لئے والدین کو اپنا نمونہ درست رکھنا چاہیے۔

بھائیو اور بہنو! والدین کو ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی اولاد کی ایسے رنگ میں تربیت کرو کہ یہ تین خوبیاں بطور عادت و خصلت ان میں راسخ ہو جائیں۔

- اپنے نبی سے محبت
- اہل بیت سے محبت
- تلاوت قرآن اور اس سے محبت

پھر فرمایا: اَعِیْنُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلَی الْبِرِّ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ نیکی کے کاموں میں اپنے بچوں کی مدد کیا کرو۔

پھر فرمایا: دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ (الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

کہ باپ کی دُعا اپنے بچے کے حق میں ایسے ہی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دُعا اپنی امت کے لئے۔

اپنی اولاد کا واجبی احترام کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ (ابن ماجہ)

کہ والدین اپنی اولاد کے ساتھ نرمی و ملاطفت اور درگزر کا سلوک کریں۔ ان کا واجبی احترام کریں اور ان کو آداب سکھلائیں۔

یہی ہدایت ابن ماجہ میں ان الفاظ میں بھی ملتی ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے لوگو! اپنے بچوں کی عزت کیا کرو کیونکہ ان کی عزت کرنا دوزخ کا پردہ ہے اور ان کے ساتھ مل کر کھانا جہنم سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

آنحضورؐ کے دور کے مسلمان بچوں کے سنہری کارنامے

سامعین و سامعات! بچے قوم کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ وہ قوم کے رہنما بنے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی گئی تربیت کے پیش نظر ایسے جانثار، وفادار اور ایمان دار لوگ پیدا کئے۔ جس کو دیکھ کر اور واقعات سن کر دل عش عش کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ بن العاص

آپؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ آپؓ نے اس کم سنی میں ہی اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کر لیا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ لڑکا تفقُّہ فی الاسلام اور علم القرآن کا بڑا حریص ہے۔ کم سنی کے باوجود علمی امتیاز کے باعث آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بنی ثقیف کا امام مقرر فرمایا تھا"۔ (تہذیب الناس)

حضرت سعدؓ بن زراہ

آپؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ آپؓ کی علمیت کے بنو نجار کا نقیب مقرر فرمایا۔ آپؓ تمام نقیبوں سے سب سے چھوٹے تھے۔ (اسد الغابہ)

حضرت شداد اوسؓ

کم سنی کی عمر میں آپؓ بہت عابد وزاہد تھے، رات کو دیر تک عبادت میں مصروف رہتے۔ بسا اوقات عبادت کر چکنے پر بستر پر جاتے ہی دوبارہ عبادت کے لئے جائے نماز پر حاضر ہو جاتے۔ (اسد الغابہ)

حضرت علیؓ

آپؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کَانَ مَا عَلِمْتُ صَابِمًا قَوَّامًا کہ جہاں تک مجھے علم ہے حضرت علیؓ بہت روزے دار اور عبادت گزار تھے۔ (ترمذی، کتاب المناقب)

آپؓ بچپن سے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل عرفان میں شرکت کیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں ”میں جس طرح اونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے رہتا ہے اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہتا ہوں۔“

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے افراد کو دعوت پر بُلایا تو آپؐ نے تبلیغ اسلام کرنے کے بعد پوچھا کون ہے جو میرا مددگار و معاون ہو؟ تو حضرت علیؓ نے جن کی عمر 10 سال تھی۔ تینوں بار پوچھنے پر ہر دفعہ اپنا ہاتھ کھڑا کیا کہ میں آپ کا معین و مددگار ہوں۔ (طبری)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

آپؓ بچپن میں ہی عبادت گزار تھے۔ رکوع اتنا لمبا کرتے کہ سورۃ البقرہ پڑھی جاسکے اور سجدے میں اس قدر محویت طاری ہوتی تھی کہ چڑیاں آپؓ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتی تھیں۔ (ابن اثیر)

حضرت انسؓ

خادم رسولؐ حضرت انسؓ جب 8-10 سال کے تھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لئے بھیجا۔ جب وہ کام کر کے آئے تو گھر جانے میں دیر ہو چکی تھی۔ والدہ نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے والدہ سے کہا کہ حضورؐ نے کسی کام سے بھیجا تھا۔ والدہ نے اس خیال سے کہ کہیں بہانہ نہ ہو کام کی نوعیت پوچھی تو حضرت انسؓ نے فرمایا۔ والدہ! وہ ایک خفیہ بات تھی۔ خاکسار آپ کو نہیں بتا سکتا۔ یہ سن کر والدہ نے بھی بطور نصیحت تاکیداً کہا کہ بیٹا! پھر کسی اور سے بھی ہرگز ذکر نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

ایک روز قریش کو قرآن کریم کے سنانے کا پروگرام بنا اور اس مشکل کام کو سرانجام دینے کے لئے سوچا جارہا تھا کہ کون یہ خطرناک مگر اہم کام سرانجام دے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جو حافظ قرآن تھے نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ کئی صحابہ نے مخالفت کی یہ ابھی بچہ ہے اور ناموزوں ہے کوئی ایسا ہو جو اپنے خاندان کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہو۔ مگر اگلے روز آپ نے خود ہی قریش کی محفل میں جاکر قرآن سنانا شروع کر دیا۔ تمام مجمع مشتعل ہو گیا اور آپ کو مارنا شروع کر دیا حتی کہ چہرہ متورم ہو گیا اور آپ نے مسلسل قرآن کو جاری رکھا۔ جب واپس آئے تو صحابہ نے کہا کہ یہی ڈر تھا جس کی وجہ سے تمہیں روکتے تھے۔ آپ نے پھر کہا کہ اگر کہو تو کل پھر جاکر سناؤں۔ (اسد الغابہ)

حضرت سلمہؓ بن اکوع

ایک دفعہ چند کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے کر چل دیئے۔ اتفاق سے ایک ننھے بچے سلمہؓ کی نظر پڑ گئی۔ آپ فوراً پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو پکارنے لگے۔ آپ 12 سال کے تھے۔ بہت تیز رفتار بھاگتے تھے۔ آپ نے اکیلے ہی ڈاکوؤں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لوگوں نے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ آپؓ نے بلند آواز سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو ہرگز نہیں پکڑ سکتا البتہ میں تم کو پکڑ سکتا ہوں۔ اس طرح آپ نے ڈاکوؤں کو باتوں میں لگائے رکھا اور اس اثناء میں مسلمان وہاں پہنچ گئے اور اونٹ واگزار کروالئے۔

حضرت سہلؓ و سہیلؓ

ہجرت کے بعد آنحضور ﷺ کی مدینہ آمد پر ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضورؐ کا قیام اس کے گھر میں ہو مگر آپؐ کی اونٹنی دو کم سن خوش نصیب یتیم بچوں کی زمین میں جاکر بیٹھ گئی۔ یہ سعادت ان بچوں کے حصہ میں آئی۔ (بخاری)

حضرت اسماء اور حضرت ابو سعید خدریؓ

خادم رسولؐ حضرت اسماء کی عمر 13 سال کی تھی جب وہ میدان جنگ میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی عمر بھی یہی تھی جب حضورؐ نے انہیں جنگ میں شامل ہونے کے لئے نہ چُنا تو آپ

کے والد نے اپنے اس کمسن بچے کا ہاتھ پکڑ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا کہ دیکھیں حضور! پورے مرد کا ہاتھ ہے۔ (بخاری)

اسی طرح جنگ بدر میں ایک بہت ہی کمسن بچہ (برادر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص) بھی لشکر کی تیاری کے وقت اس ڈر سے کہ کہیں ان کو نکال نہ دیا جائے۔ لشکر کے پیچھے چھپ گئے۔ جب آپ کو واپسی کا حکم ملا تو وہ بہت روئے اور چلائے چنانچہ حضورؐ نے ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ آپ کو جب تیار کیا گیا تو تلوار اس کمسن سپاہی سے بڑی تھی۔ آپ شامل ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت معوذؓ اور معاذؓ

جنگ بدر میں دو ننھے بچوں نے ابو جہل کی شناخت کروا کر دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً قتل کر دیا۔ دشمن خدا ابو جہل نے مرتے ہوئے بڑی حسرت سے کہا کہ میں کمسن لڑکوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

(بخاری، کتاب المغازی)

حضرت رافعؓ

جنگ احد میں حضورؐ نے لشکر کی تیاری کے وقت رافع نوخیز بہادر بچے کو چُنا۔ یہ دیکھ کر ایک اور نوخیز نوجوان نے آگے بڑھ کر حضورؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہ! دونوں میں کشتی میں مقابلہ کروالیں۔ اگر میں نے رافع کو پچھاڑ لیا تو پھر مجھے بھی شامل کر لیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس لڑکے کو بھی شمولیت کی اجازت مل گئی۔ (ابن ہشام)

حضرت جابرؓ

سات یتیم بہنوں کے بھائی جابرؓ نے بھی حضورؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جھک کر اس قدر عاجزی کے ساتھ جنگ میں شمولیت کے لئے درخواست کی کہ حضورؐ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

حضرت زیدؓ بن ثابت

حضرت زیدؓ بن ثابت نے گیارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرتے ہی قرآن شریف نہ صرف پڑھنا شروع کر دیا بلکہ حفظ کرنے کا بھی آغاز کر دیا اور ہجرت مدینہ کے وقت 17 سورتیں حفظ کر چکے تھے۔ آپؓ کی ذہانت اور یادداشت کے پیش نظر حضورؐ نے فرمایا کہ "میرے پاس سریانی اور عبرانی زبان میں بھی خط آتے ہیں اور یہ زبانیں سوائے یہودیوں کے کوئی اور نہیں جانتا اس لئے تم یہ زبانیں سیکھ لو تا خطوط کا جواب بھی دیا جاسکے۔" چنانچہ آپؓ نے بہت محنت اور اسی قدر شوق سے یہ زبانیں سیکھیں کہ 15 ہی روز میں خطوط پڑھنے اور ان کے جواب لکھنے پر قادر ہو گئے۔ (مسند احمد)

(نوٹ: اِس تقریر کی تیاری میں لجنہ اماء اللہ کراچی کی شائع شدہ کتاب "حضرت رسول کریمؐ اور بچے" سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیك الصلوٰة علیك السلام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

۞۞۞۞

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔251﴾

رحمۃ للعالمینؐ اور عالمِ اَطفال

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:108)

اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت کے طور پر۔

بدر گاہِ ذی شانِ خیر الانام
شفیع الوری مرجع خاص و عام
بصد عجز و منت بصد احترام
یہ کرتا ہے عرض آپ کا اک غلام
کہ اے شاہ کونین عالی مقام
عَلَيْكَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكَ السَّلام

حضرت ڈاکٹر سید میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک جگہ ایک محفل میں یہ طے پایا کہ حاضرین میں سے ہر ایک اپنے فہم اور علم کے مطابق "محسنِ اَطفال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" کی ایک خوبی یا آپؐ کی ایک ایسی بات جو مقرر کو پسندیدہ معلوم ہو وہ جلسہ میں بیان کرے۔ بشرطیکہ وہ بات بچوں سے متعلق ہو۔ آج خاکسار اپنی تقریر میں اِس مبارک محفل میں شامل 20 مقررین کی آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر 20 واقعات رکھنا چاہتا ہوں جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مرتب فرمائے۔

سامعینِ مکرم! سب سے پہلے صدرِ محفل نے کہا کہ آپؐ کی پیدائش 570 عیسوی میں عرب کے ملک میں مکہ معظمہ میں ہوئی۔ آپؐ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام آمنہ تھا۔ آپؐ کا نام آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے محمدؐ رکھا۔ آپؐ کی پیدائش سے چند روز پہلے آپؐ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ میرے اندر سے ایک نہایت چمکدار نور نکلا ہے جس سے دور دراز تک کے ملک روشن ہو گئے ہیں۔ آپؐ کی پیدائش سے

کچھ دنوں پہلے ہی آپؐ کے والد عبد اللہ فوت ہو گئے اور اس طرح آپؐ یتیمی کا داغ لے کر ہی دنیا میں داخل ہوئے۔ پیدائش کے بعد آپؐ کو حلیمہ دائی کے سپرد کر دیا گیا۔ جو مکہ سے باہر کئی کوس میں رہا کرتی تھیں۔ 5 سال تک آپؐ نے وہیں پرورش پائی۔ اس عمر میں آپؐ نے ایک دن دیکھا کہ دو فرشتے آئے انہوں نے پکڑ کر آپؐ کو لٹا دیا اور سینہ چاک کر کے دل کو صاف کیا۔ یہ نظارہ کشفی تھا۔ جسے دیکھ کر اور سن کر وہ لوگ ڈر گئے اور دائی نے آپؐ کو مکہ میں لا کر آپ کی والدہ کے سپرد کر دیا۔ اس دائی اور اس کے خاندان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر خیال رکھا اور ہمیشہ جب ملتے بہت اچھا سلوک فرماتے۔ حنین کی لڑائی کے بعد اس کے قبیلہ کے چھ ہزار قیدیوں کو اسی رشتہ کی خاطر آزاد کر دیا۔ آپؐ چھ سال کے تھے کہ آپؐ کے چچا ابو طالب نے آپؐ کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ غرض آپؐ کی بچپن کی عمر صدموں اور یتیمی کے مصائب میں ہی گزری۔ ذرا بڑے ہوئے تو اجرت پر مکہ کے لوگوں کی بکریاں چرانے لگے۔ گیارہ بارہ سال کی عمر میں اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ ایک تجارت کے قافلہ کے ساتھ شام کی طرف بھی گئے۔ وہاں ایک عیسائی درویش نے آپؐ کے بعض حالات دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہی شخص بڑا ہو کر وہ نبی بننے والا ہے جس کا ہمیں انتظار ہے۔ اس پر اس نے آپ کے چچا کو تاکید کی کہ وہ آپؐ کی حفاظت کریں اور یہودیوں کی شرارتوں سے ان کو بچائیں۔ آپؐ کے چچا ابو طالب کا بیان ہے کہ مَیں نے کبھی آپ کو بچپن میں بھی جھوٹ بولتے یا بے ہودہ ہنسی اور بے وقوفی کا کام کرتے یا آوارہ لڑکوں کے ساتھ پھرتے نہیں دیکھا۔ اسی طرح سوال کرنا آپ کو اتنا ناگوار تھا کہ کھانا بھی مانگ کر نہ کھاتے تھے۔ گھر والے دے دیتے تو کھا لیا کرتے تھے۔

بچپن کے حالات تو مختصراً یہ ہیں۔ بڑے ہو کر 40 سال کی عمر میں دنیا کی ہدایت کے لیے خدا کی طرف سے مقرر کئے گئے۔ 13 سال مکہ میں رہے۔ پھر دشمنوں نے وہاں سے نہایت تنگ کر کے نکالا تو مدینہ میں پناہ لی۔ 10 سال وہاں رہ کر 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔ صدرِ محفل کے بعد پہلا مقرر یوں گویا ہوا۔

صاحبان! میرے نزدیک ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان احسان یہ ہے کہ آپؐ نے دخترکشی کی رسم کو دنیا سے دور کیا۔ یہ رسم نہ صرف عرب میں تھی بلکہ ہندوستان میں بھی موجود تھی۔ مفلسی یا غیرت یا رسم و رواج کی وجہ سے معصوم بچیوں کو نہایت ظلم سے زندہ درگور کر دیا جاتا تھا اور پھر

اس پر فخر کیا جاتا تھا۔ میرے نزدیک آپؐ کا یہی ایک احسان ہم پر ایسا وزنی ہے کہ ہم اس کے بوجھ سے سر نہیں اٹھا سکتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرا مقرر یوں رطب اللسان ہوا۔ صاحبان! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہبانیت کو منع فرما کر نسلِ انسانی پر بڑا احسان کیا ہے۔ آپؐ سے پہلے دوسرے مذاہب اس پر بڑا زور دیتے تھے۔ اس سے نہ صرف یہ نقصان تھا کہ قوم کے ایک حصہ کی نسل نہ چلتی تھی بلکہ بہت بڑا نقصان یہ بھی تھا کہ بہترین حصہ کی نسل ضائع ہو جاتی تھی۔ کیونکہ راہب وہی لوگ بنتے تھے جو نیک، عقلمند اور بزرگ ہوتے تھے۔ یعنی وہ لوگ جو ریاضتیں اور عبادتیں کر کے اپنے اخلاق اور عادات کو نہایت درجہ درست کر لیا کرتے تھے اور بڑے اخلاق اور عادات اور خیالات سے پاک ہو اس بات کے لائق ہو جاتے تھے کہ بہترین نسل انسانی کے باپ بنیں اور اپنی خوبیاں آگے چلائیں سو یہی وجہ ہوئی کہ رفتہ رفتہ ان مذاہب میں سے نیک لوگ مفقود ہوتے چلے گئے۔ برخلاف اس کے اسلام میں رہبانیت منع ہونے کی وجہ سے مسلمانوں میں برابر نیک اور بزرگ اور پاک لوگ پیدا ہوتے ہیں اور پھر ویسی ہی نیک نسل آگے بھی چلاتے ہیں۔ دیکھو! میرے پردادا ایک ولی اللہ تھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح حکم اس بارہ میں نہ ہوتا تو دیگر عام اہل مذاہب کی طرح وہ نکاح نہ کرتے نہ اولاد کے لئے کوشش کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ آج میرا وجود دنیا میں نہ ہوتا۔ اس لئے مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہی پڑھتا رہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تیسرے شخص نے اٹھ کر کہا کہ صاحبان! میں آنحضرتؐ سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ صرف انہوں نے ہی ایسی دعائیں اور طریقے سکھائے ہیں جن سے آئندہ آنے والی اولاد نیک اور پاکیزہ ہو سکتی ہے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا ہے کہ آپؐ نے حکم دیا ہے کہ خاوند اور بی بی اگر اولاد کے ہونے سے پہلے یہ دعا کیا کریں۔ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا مِنَ الشَّیْطَانِ وَ جَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی اے اللہ! ہم کو شیطان سے بچا اور جو اولاد ہماری اب ہونے والی ہے اس کو بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بچے میں جو ایسی دعاؤں کے بعد پیدا ہو شیطنت اور گندی باتیں نہیں ہوتیں اور وہ نیک بچہ ہوتا ہے۔ پس ایسا شخص جو اپنی امت کے بچوں کا اتنا خیر خواہ ہو کہ وہ نیک ہو جائیں اور پھر ان کے لئے دعا کا حکم ماں باپ کو دیتا ہو۔ میں ایسے شخص کو بچوں کا بڑا بھاری محسن مانتا ہوں اور کہتا ہوں کہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سامعین! چوتھے شخص نے کہا۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچوں کا محسن اس وجہ سے بھی مانتا ہوں کہ آپؐ نے ختنہ کا رواج اپنی امت میں جاری کیا۔ میرے ابّا ڈاکٹر ہیں۔ وہ اکثر سنایا کرتے ہیں کہ ختنہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں میں بعض بڑی بڑی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور بعض بچوں میں بعض اخلاقی عیب بھی ختنہ نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کا یہ احسان مانتا ہوں اور کہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! پانچویں دوست نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچوں پر احسان کا ذکر یوں کیا۔ میں اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ یعنی اپنی اولاد کی عزت کرو اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں۔ کھانے پینے اور آسائش کا خیال رکھتے ہیں۔ مگر ان کی عزت نہیں کرتے۔ بچوں کو ہمیشہ ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ جو شخص بچوں کی عزت کرے گا وہ ان میں ادب اور لیاقت اور خودداری پیدا کرے گا۔ ان کو تعلیم بہتر سے بہتر دے گا۔ ان کو عقل سکھائے گا۔ ان کو حیوان نہیں سمجھے گا۔ بلکہ انسان کا سلوک ان کے ساتھ کرے گا۔ پس میں اس عزت کی وجہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کو دی ہے آپؐ سے محبت کرتا ہوں اور دل و زبان سے کہتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وجہ سے بھی عزت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ آپؐ نے چھوٹے بچوں کو بھی والدین کے ورثہ کا مالک قرار دیا ہے۔ آپؐ سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ بڑے لڑکے ساری جائداد لے کر الگ ہو جاتے اور چھوٹے بھوکے مرتے پھرتے۔ اب بھی یورپ میں بڑا لڑکا ساری جائداد کا وارث بن جاتا ہے اور چھوٹے اس کے دست نگر ہوتے ہیں یا فاقہ کشی کرتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ساری اولاد کو والدین کا وارث بنایا اور ان میں تفریق نہ کی۔ چونکہ میں بھی اپنے بہن بھائیوں میں چھوٹا ہوں اور والدِ مرحوم کے ورثہ کے برابر کا حقدار ہوں۔ اس لئے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی احسان سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! ساتویں دوست نے اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عظیم الشان احسان یہ بیان کرتا ہوں کہ آپؐ نے نہایت تاکید کی ہے کہ اپنی لڑکیوں کی تربیت اچھی کرو اور

ان کو علم پڑھاؤ تا کہ آئندہ نسلیں اچھی پیدا ہوں اور نیک تعلیم یافتہ مائیں اپنی اولاد کو عمدہ شہری اور با اخلاق انسان بنا سکیں۔ میرے نانا بڑے دیندار اور حدیث پر عمل کرنے والے آدمی تھے۔ اس حکم کو پڑھ کر انہوں نے میری والدہ یعنی اپنی بیٹی کی خاص طور پر تعلیم و تربیت کی اور اب میری والدہ نہ صرف میرے لئے باعثِ رحمت ہیں بلکہ محلہ کے بہت سے بچوں کو علم کی دولت سے مالا مال کر رہی ہیں۔ چونکہ یہ مجھ پر بھی احسان ہے۔ اس لئے میں دل سے آپؐ پر درود بھیجتا ہوں اور عرض کرتا ہوں۔ اللھم صلی علی محمد وبارك وسلم

آٹھویں دوست نے کہا۔ **صاحبان!** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم پر یہ احسان ہے کہ پیدائش کے بعد بھی آپؐ نے بچوں کی بہتری کے لئے امت کو دعائیں کرنے کا حکم فرمایا ہے اور بعض دعائیں خود سکھائی ہیں۔ میرے ابا جان جب دعا کرتے ہیں تو ہم سب بھائی بہنوں کے لئے بھی اس وقت وہ دعا کرتے ہیں اور ہم لوگ ان دعاؤں کا اثر اپنی طبیعت اور دل پر محسوس کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ دعا کیا کرتے ہیں کہ وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ کہ اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی اور شرک سے بچا۔ رَبَّنَا وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ کہ اے رب! میری اولاد میں ہمیشہ تیرے فرمانبردار لوگ پیدا ہوتے رہیں۔ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ کہ اے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز کی باقاعدہ پابندی کی توفیق دے۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا کہ اے رب! ہماری بیبیاں اور بچے ہمارے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں اور ہم کو پرہیز گاروں کا لیڈر بنا دے۔ غرض یہ دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مسلمانوں کو سکھائی گئیں اور جنہیں اپنے بچوں کے لئے اکثر مسلمان توجہ اور دردِ دل سے مانگتے ہیں۔ یہ آپؐ کا ہم پر بڑا احسان ہے اور آپؐ اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم لوگ بھی کہا کریں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! نویں دوست بولے۔ میں ایک یتیم لڑکا ہوں اور مجھ پر آپ لوگوں سے بھی زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے۔ میرا متولی جو میری پرورش کرتا ہے وہ ایک نیک آدمی ہے اور مجھے اپنے بچوں کی طرح رکھتا ہے۔ جب کوئی شخص گھر میں سے مجھے ستاتا ہے تو میرا مربی فوراً ان کو منع کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو قرآن میں حکم ہے۔ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یتیم

کی دلجوئی کرو۔ أَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ كَهَاتَيْنِ کہ میں اور یتیم کی پرورش کرنے والے جنت میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔ پس آپ کی تعلیم اور فرمان کی وجہ سے مجھے اس کے پاس سے سب آرام مل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیم پروری مشہور ہے۔ وہ دُرِّ یتیم خود بھی یتیمی کی مصیبتوں میں گزر چکا تھا۔ تمام دنیا کے یتیموں کا محسن۔ صلی اللہ علیہ وسلم

سامعین! میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک احسان سناتا ہوں جو ہم لڑکے لڑکیوں پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْؤُولٌ عَنْ رَعِيتِهِ۔ یعنی اے لوگو! تم میں سے ہر شخص نگراں اور گلہ بان ہے اور ہر ایک اپنی رعیت کا خدا کے روبرو جواب دہ ہے۔ اس ارشاد سے آپؐ نے ہر ماں، ہر باپ، ہر بھائی، ہر چچا، ہر دادا، خاندان کے ہر بڑے بزرگ اور ہر استاد کے ذمّہ یہ لگا دیا ہے کہ تم بچوں کے اخلاق اور عادات اور نگرانی اور تعلیم کے خدا کے روبرو ذمّہ دار ہو۔ تم سے سوال کیا جائے گا کہ کیوں ان میں فلاں بدی پیدا ہوئی اور کیوں فلاں نیکی ان میں موجود نہیں اور کیوں باوجود اہلیت کے فلاں قسم کی ترقی انہوں نے نہیں کی اور کیوں باوجود مقدرت کے تعلیم ان کے مناسب حال ان کو نہیں دی گئی۔ غرض یہ ذمّہ داری جو آپؐ نے ہر ادنیٰ سے ادنیٰ والدین اور بزرگوں پر لگائی ہے۔ اس میں تمام بچوں کا فائدہ اور بہبودی ہے۔ پس اس جامع اور دائمی حکم کی وجہ سے ہم سب آپؐ کے احسان کے بوجھ کے نیچے ہیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

صاحبان! گیارہواں شخص بولے۔ میں اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور احسان بیان کرتا ہوں جو نہ صرف عام ہے بلکہ مجھ پر بھی خاص ہے۔ وہ یہ کہ آپؐ نے متبنّٰی بنانے کی ممانعت فرمائی ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی دوسرے کے لڑکے کو اپنا بیٹا نہیں بنا سکتا۔ مجھے تو اس سے یہ فائدہ پہنچا ہے کہ میرے چچا بڑے مالدار آدمی ہیں۔ ان کی کوئی اولاد نہیں۔ ان کی بیوی نے بہت چاہا کہ کسی طرح اپنی برادری کے ایک لڑکے کو بیٹا بنالیں اور سب جائداد اس کے نام لکھ دیں اور شرعی وارثوں کو محروم کر دیں۔ مگر میرے چچا مسلمان آدمی ہیں۔ انہوں نے بہت سے مولویوں سے فتویٰ لیا۔ مگر کسی نے اجازت نہ دی اور یہی کہا کہ اسلام میں متبنّٰی ناجائز ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے کسی کو متبنّٰی نہیں کیا اور ہم جو ان کے جائز وارث ہیں اپنے حقوق سے محروم نہیں ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! محفل میں موجود ایک اور شخص نے اپنے جذبات کا اظہار یوں کیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ذکر سنا ہے اور اس کی وجہ سے مجھے آپؐ سے بہت محبت پیدا ہوئی۔ وہ آپؐ کا ایک حکم ہے۔ جو کمال عدل اور انصاف پر مبنی ہے۔ ایک صحابی نے اپنے ایک لڑکے کو کچھ مال دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا کہ یا حضرت! آپ گواہ رہیئے۔ میں نے اپنا یہ مال اس بیٹے کو دے دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم نے اتنا ہی مال اپنے دوسرے سب بچوں کو بھی دیا ہے یا نہیں ؟ ان صحابی نے کہا کہ حضرت نہیں صرف اسی کو دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر میں ظلم کے کام پر گواہ نہیں بنتا۔ اب دیکھو! اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ بچوں پر ان کے والدین سے زیادہ مہربان تھے۔ آپؐ اس بات کو ظلم قرار دیتے ہیں کہ کسی خاص بیٹے کو کچھ دیا جائے اور دوسروں کو اتنا نہ دیا جائے۔ دنیا میں بہت سے ماں باپ ایسے ظلم میں مبتلا ہیں اور ان کے خیال میں بھی کبھی نہیں آتا کہ ہم دوسروں کی حق تلفی کر رہے ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے جنہوں نے دنیا کو ایسے ظلموں سے آگاہ کیا۔

میری والدہ فوت ہو چکی ہیں۔ ہمارے والد کی دوسری شادی سے میرے دو بھائی ہیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ جائداد دوسری بیوی کے بچوں کے نام ہبہ کر دیں۔ مگر خدا بھلا کرے ایک مولوی صاحب کا جنہوں نے ان کو یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سنایا۔ سن کر انہوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا اور اب کہتے ہیں کہ میں سارے لڑکوں کو برابر کا حصہ لکھ دوں گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ میں ایک دکان پر ملازم ہوں۔ غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ قریباً روز مار کھاتا ہوں اور جھڑکی یا جرمانہ تو معمولی بات ہے۔ ایک دن مسجد میں وعظ ہو رہا تھا۔ میں نے وہاں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا خادم تھا۔ اس کا نام انس تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں 10 برس کا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری والدہ نے مجھے چھوڑا اور قریباً آٹھ برس یعنی آپؐ کی وفات تک میں آپؐ کے پاس رہا۔ مگر اس سارے عرصہ میں کبھی آپؐ نے مجھ سے یہ نہ کہا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا یا کیوں نہیں کیا۔ میں آپؐ کا یہ حال سن کر حیران ہی ہو گیا کہ ایک میں ہوں کہ دن بھر میں آٹھ دفعہ اپنے آقا سے پٹتا ہوں اور ایک وہ آقا ہے کہ جس کے نوکر نے 8 سال میں ایک دفعہ ہوں بھی نہیں سُنی۔ میرے

دل میں آپؐ کی نسبت بے اختیار محبت اور عزت کا جذبہ پیدا ہوا۔ میری آنکھوں میں اس وقت آنسو تھے اور میری زبان پر تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! جب چودھویں دوست کو اپنے جذبات کے اظہار کے لئے بلایا گیا تو وہ یوں گویا ہوئے۔ میں اپنی ماں کا اکیلا بچہ ہوں۔ میرے بعد تین بہن بھائی اور پیدا ہوئے۔ مگر سب فوت ہو گئے۔ آخری بچہ جو میرا بھائی تھا وہ حال ہی میں فوت ہوا۔ میری ماں کو ان پے دَر پے موتوں سے سخت صدمہ پہنچا۔ وہ ہر وقت روتی رہتی تھیں اور غم کے مارے ان کا کھانا پینا تک چھوٹ گیا تھا۔ میں اپنی عقل کے موافق بہت تسلی دیتا اور ان کو کتابیں اور کہانیاں پڑھ کر سناتا اور ان کا جی بہلانے کی کوشش کرتا۔ اسی طرح ہمارے اور رشتہ دار بھی کوشش کرتے۔ مگر ان کا غم کسی طرح کم نہ ہوتا تھا۔ آخر ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار ایک دن ہمارے ہاں تشریف لائے اور انہوں نے میری والدہ کے روبرو بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس مسلمان کے تین بچے چھوٹی عمر میں مر جائیں اور وہ صبر کرے تو اس کی جنت کی ضمانت میں لیتا ہوں۔ اس پر ایک بی بی نے پوچھا کہ یا حضرتؐ! جس کے دو مر جائیں آپؐ نے فرمایا۔ وہ بھی جنت میں جائے گی۔ پھر وہ بولی کہ حضرتؐ جس کا ایک ہی بچہ مرا ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ بھی۔ جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شفقت بھرا تسلی دینے والا کلام میری ماں نے سنا ہے۔ اس وقت سے ان کے دل کو صبر آ گیا اور وہ حالت جاتی رہی اور ہم سب ان کے صبر کی وجہ سے شکر گزار ہیں۔ واقعی جیسا کہ پچھلے نوشتوں میں تھا سچی تسلی دینے والا یہی نبی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! پندرہواں شخص۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔ جس سے آپؐ کی شفقت بچوں کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس آپؐ کے خاندان کے بچے آئے۔ آپؐ نے ان کو اپنے ساتھ لپٹایا اور ان کو پیار کیا۔ ایک بدّو وہاں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا یا رسول اللہ! ہم لوگ تو اپنے بچوں کو اس طرح پیار نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ بھائی! اگر خدا نے ہی تمہارے دلوں سے رحم کو نکال دیا ہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آپ جانتے ہیں کہ اکثر بچے جھوٹ بولتے ہیں اور بچپن کی عادت پھر بڑے ہو کر بھی نہیں چھٹتی اور یہ جھوٹ اکثر ماں باپ خود سکھاتے ہیں۔ پھر جب بچہ خوب جھوٹ بولنے لگتا ہے تو حیران ہو کر کہتے

ہیں کہ خبر نہیں اسے جھوٹ کی عادت کس نے لگادی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابی کے ہاں گئے۔ وہاں ان کی بی بی اپنے بچہ کو بلا رہی تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ یہاں آؤ۔ لو! میں تمہیں کچھ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم اسے کیا دو گی؟ عرض کیا کہ چھوارہ۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم بچوں سے وعدہ کرو گی اور پھر ان کو کچھ چیز نہ دو گی تو ایک جھوٹ کا گناہ تمہارے اعمال نامہ میں لکھا جائے گا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اگر والدین بچوں سے جھوٹ نہ بولیں تو دنیا میں جلد ایک راستباز قوم پیدا ہو جائے۔

صاحبان! 17 واں شخص بولا۔ ہماری ایک کتاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا ایک واقعہ لکھا ہوا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بر خلاف اپنے زمانہ کے رواج اور اپنی قوم کی عادات کے آپؐ کس قدر حیادار اور شرم والے تھے۔ ایک دفعہ مکہ میں کعبہ کی مرمت پر شہر کے لوگ پتھر وغیرہ ڈھو رہے تھے۔ آپؐ بھی چند نو عمر لڑکوں کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ اس وقت ان سب نے اپنے تہ بند اتار دئے تھے اور ننگے یہ کام کر رہے تھے اور کپڑا اپنے مونڈھوں پر ڈال لیا تھا کہ پتھروں سے چھل نہ جائے۔ اس سارے گروہ میں صرف ایک ہی حیادار لڑکا تھا جو تہ بند باندھے تھا اور برہنہ نہ تھا اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک زمانہ میں عورتیں بھی نماز کے لئے آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ میں نماز کو لمبی کرنا چاہتا ہوں۔ مگر پیچھے سے کسی بچہ کے رونے کی آواز آجاتی ہے وہ سن کر میں نماز مختصر کر کے جلدی ختم کر دیتا ہوں تا کہ بچہ کو اور اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! اب باری تھی انیسویں بندے کی اُس نے کہا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ انسان پیدائشی گناہ گار ہے اور ہندو کہتے ہیں وہ اپنے پچھلے گناہوں کی سزا میں اس دنیا میں آیا ہے۔ بہر حال بچہ گناہ گار ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مصیبت کو ہم پر سے دور کیا اور فرمایا۔ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ يُمَجِّسَانِهِ، یعنی ہر بچہ معصوم اور دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین یا مربی اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یہ آپؐ کا ہم پر کتنا احسان ہے کہ انسانی بچہ کو بے گناہ اور فطری معصوم قرار دیا اور ہمیں بڑی ڈھارس دی کہ کفر اور گناہ دوسروں کے اثر اور صحبت سے

پیدا ہوتا ہے۔ انسان کا اپنا خاصہ نہیں ہے اور اس طرح ہم کو اپنے پر اعتقاد پیدا کرا دیا اور ہدایت حاصل کرنے کا راستہ کھول دیا اور ایک مصیبت کا بوجھ جو دوسرے مذاہب نے ہمارے سر پر رکھا ہوا تھا اسے بالکل اتار کر پھینک دیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! اب آخری مقرر کی باری تھی وہ بولا کہ مَیں اس حوالہ سے آخرۃ کا مضمون ہی بیان کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا کہ جو بچے چھوٹے مر جاتے ہیں ان کا کیا حشر ہو گا؟ آیا وہ جنت میں جائیں گے یا دوزخ میں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں ان کو موقعہ دے گا اور ان کے لئے وہیں نبی مبعوث کیا جائے گا پھر جو اس کو قبول کر لیں گے وہ جنت میں جائیں گے کیونکہ عذاب نہیں دیا جائے گا۔ جب تک اتمامِ حجت نہ ہو اور جو چھوٹی عمر میں مر گیا اس پر اتمام حجت کہاں ہوئی۔ پس یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ وہ اس جہان میں بھی نبی مبعوث کرے گا اور رحمت کا ہاتھ پھیلائے گا تا کہ لوگ نجات حاصل کر سکیں۔ یہ علم بھی ہم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہی سے حاصل ہوا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحبان! صدرِ محفل نے جلسہ کا اختتام یہ کہتے ہوئے کیا کہ میں اپنے تین چار ساتھیوں کو جانتا ہوں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک حکم کی خلاف ورزی کی وجہ سے سخت جسمانی نقصان پہنچ چکے ہیں۔

رام چندر کو ماسٹر نے ایک سخت مُکا منہ پر مارا۔ دو دانت نکل پڑے اور ہمیشہ کے لئے بد شکل ہو گیا اور الفاظ بھی صحیح نہیں بول سکتا۔ پال کو اس کے باپ نے تھپڑ مارا۔ کان کا پردہ پھٹ گیا۔ خون بہنے لگا۔ پھر پیپ آتی رہی۔ پھر بہرا ہو گیا۔ نتھو کو اس کے چچا نے منہ پر بید مارا۔ بد قسمتی سے آنکھ پر لگی۔ ڈیلہ پھٹ گیا۔ اب بچارا کانا ہو گیا ہے۔ رام سنگھ کو اس کے محلہ کے آدمی نے کئی تھپڑ اور مکے منہ پر مارے۔ دو سال اس واقعہ کو ہو گئے۔ دماغ خراب ہو گیا ہے۔ ذہن کند ہو گیا ہے۔ عقل کم ہو گئی ہے۔ پڑھا لکھا یاد نہیں رہتا۔ نہایت ذہین اور ہوشیار لڑکا تھا۔ جو بیوقوف اور کند ذہن ہو گیا اور دماغ مستقل طور پر خراب ہو گیا۔ یہ سب نتیجہ ہیں منہ پر مارنے کے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ کبھی چہرہ پر نہ مارو۔ پس اگر لوگ اس ہدایت اور رحم کی تعلیم پر عمل کریں اور بچوں کے منہ پر نہ مارا کریں تو بہت سے حادثوں سے نجات ہو سکتی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تِری ایک ایک اَدا صَلِّ علیٰ، صَلِّ علیٰ
تیری ہر آن پہ سو جان سے جاؤں واری
حُسنِ یوسُفؑ دمِ عیسیٰؑ ید بیضا داری
وانچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ

(اخبار الفضل قادیان 15 جون 1928ء)

۞۞۞۞

﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔1016﴾

آنحضورؐ کے دور کے مسلمان بچوں کے سنہری کارنامے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:31)

محمد رسول اللہ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔

دنیا کو وہ دکھایا جو دیکھا نہ فلک نے
دنیا بدل کے رکھ دی وہ نظارہ ہے آپؐ کا

پیارے بچو! بچے قوم کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دور کے بچوں کی اس رنگ میں تربیت فرمائی کہ وہ قوم کے رہنما بنے جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی گئی تربیت کے پیش نظر ایسے جانثار، وفادار اور ایمان دار لوگ پیدا کئے۔ جس کو دیکھ کر اور واقعات سن کر دل عش عش کرتا ہے۔

حضرت عثمانؓ بن العاص

آپؓ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانہ میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپؓ کی عمر بہت چھوٹی تھی۔ آپؓ نے اس کم سنی میں ہی اسلامی تعلیمات کا علم حاصل کر لیا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ”یہ لڑکا تفقہ فی الاسلام اور علم القرآن کا بڑا حریص ہے۔“

کم سنی کے باوجود علمی امتیاز کے باعث آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بنی ثقیف کا امام مقرر فرمایا تھا۔ (تہذیب الناس)

حضرت سعدؓ بن زراہ

آپؓ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوجہ آپؓ کی علمیت کے بنو نجار کا نقیب مقرر فرمایا۔ آپؓ تمام نقیبوں سے سب سے چھوٹے تھے۔

(اسد الغابہ)

حضرت شداد اوسؓ

کم سنی کی عمر میں آپؓ بہت عابد وزاہد تھے، رات کو دیر تک عبادت میں مصروف رہتے۔ بسا اوقات عبادت کر چکنے پر بستر پر جاتے ہی دوبارہ عبادت کے لئے جائے نماز پر حاضر ہو جاتے۔

(اسد الغابہ)

حضرت علیؓ

آپؓ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کَانَ مَا عَلِمْتُ صَابِمًا قَوَّامًا کہ جہاں تک مجھے علم ہے حضرت علیؓ بہت روزے دار اور عبادت گزار تھے۔

(ترمذی، کتاب المناقب)

آپؓ بچپن سے ہی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل عرفان میں شرکت کیا کرتے تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں ”میں جس طرح اونٹنی کا بچہ اُونٹنی کے پیچھے رہتا ہے اس طرح آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہتا ہوں۔“

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کے افراد کو دعوت پر بُلایا تو آپؐ نے تبلیغ اسلام کرنے کے بعد پوچھا کون ہے جو میرا مددگار و معاون ہو؟ تو حضرت علیؓ نے جن کی عمر 10 سال تھی۔ تینوں بار پوچھنے پر ہر دفعہ اپنا ہاتھ کھڑا کیا کہ میں آپ کا معین و مددگار ہوں۔

(طبری)

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

آپؓ بچپن میں ہی عبادت گزار تھے۔ رکوع اتنا لمبا کرتے کہ سورۃ البقرہ پڑھی جا سکے اور سجدے میں اس قدر محویت طاری ہوتی تھی کہ چڑیاں آپؓ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتی تھیں۔ (ابن اثیر)

حضرت انسؓ

خادم رسولؐ حضرت انسؓ جب 8-10 سال کے تھے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لئے بھیجا۔ جب وہ کام کر کے آئے تو گھر جانے میں دیر ہو چکی تھی۔ والدہ نے تاخیر کی وجہ پوچھی تو آپؓ نے والدہ سے کہا کہ حضورؐ نے کسی کام سے بھیجا تھا۔ والدہ نے اس خیال سے کہ کہیں بہانہ نہ ہو کام کی نوعیت پوچھی تو حضرت انسؓ نے فرمایا۔ والدہ! وہ ایک خفیہ بات تھی۔ خاکسار آپ کو نہیں بتا سکتا۔ یہ سن کر والدہ نے بھی بطور نصیحت تاکیداً کہا کہ بیٹا! پھر کسی اور سے بھی ہرگز ذکر نہ کرنا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

ایک روز قریش کو قرآن کریم کے سنانے کا پروگرام بنا اور اس مشکل کام کو سرانجام دینے کے لئے سوچا جارہا تھا کہ کون یہ خطرناک مگر اہم کام سرانجام دے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جو حافظ قرآن تھے نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ کئی صحابہ نے مخالفت کی یہ ابھی بچہ ہے اور ناموزوں ہے کوئی ایسا ہو جو اپنے خاندان کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہو۔ مگر اگلے روز آپ نے خود ہی قریش کی محفل میں جاکر قرآن سنانا شروع کر دیا۔ تمام مجمع مشتعل ہو گیا اور آپ کو مارنا شروع کر دیا حتی کہ چہرہ متورم ہو گیا اور آپ نے مسلسل قرآن کو جاری رکھا۔ جب واپس آئے تو صحابہ نے کہا کہ یہی ڈر تھا جس کی وجہ سے تمہیں روکتے تھے۔ آپ نے پھر کہا کہ اگر کہو تو کل پھر جاکر سناؤں۔

(اسد الغابہ)

حضرت سلمہؓ بن اکوع

ایک دفعہ چند کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ لے کر چل دیئے۔ اتفاق سے ایک ننھے بچے سلمہؓ کی نظر پڑ گئی۔ آپ فوراً پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو پکارنے لگے۔ آپ 12 سال کے تھے۔ بہت تیز رفتار بھاگتے تھے۔ آپ نے اکیلے ہی ڈاکوؤں پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ لوگوں نے آپ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ آپؓ نے بلند آواز سے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو ہرگز نہیں پکڑ سکتا البتہ میں تم کو پکڑ سکتا ہوں۔ اس طرح آپ نے ڈاکوؤں کو باتوں میں لگائے رکھا اور اس اثناء میں مسلمان وہاں پہنچ گئے اور اونٹ واگزار کروالئے۔

حضرت سہلؓ و سہیلؓ

ہجرت کے بعد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد پر ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضورؐ کا قیام اس کے گھر میں ہو مگر آپؐ کی اونٹنی دو کم سن خوش نصیب یتیم بچوں کی زمین میں جا کر بیٹھ گئی۔ یہ سعادت ان بچوں کے حصہ میں آئی۔

(بخاری)

حضرت اسماء اور حضرت ابو سعید خدریؓ

خادم رسولؐ حضرت اسماء کی عمر 13 سال کی تھی جب وہ میدان جنگ میں حضورؐ کے ساتھ شریک ہوئے اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی عمر بھی یہی تھی جب حضورؐ نے انہیں جنگ میں شامل ہونے کے لئے نہ چُنا تو آپ کے والد نے اپنے اس کمسن بچے کا ہاتھ پکڑ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلایا کہ دیکھیں حضور! پورے مرد کا ہاتھ ہے۔

(بخاری)

اسی طرح جنگ بدر میں ایک بہت ہی کمسن بچہ (برادر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص) بھی لشکر کی تیاری کے وقت اس ڈر سے کہ کہیں ان کو نکال نہ دیا جائے۔ لشکر کے پیچھے چھپ گئے۔ جب آپ کو واپسی کا حکم ملا تو وہ بہت روئے اور چلائے چنانچہ حضورؐ نے ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی۔

چنانچہ آپ کو جب تیار کیا گیا تو تلوار اس کمسن سپاہی سے بڑی تھی۔ آپ شامل ہوئے اور جام شہادت نوش فرمایا۔

حضرت معوذؓ اور معاذؓ

جنگ بدر میں دو ننھے بچوں نے ابو جہل کی شناخت کروا کر دیکھتے ہی دیکھتے آناً فاناً قتل کر دیا۔ دشمن خدا ابو جہل نے مرتے ہوئے بڑی حسرت سے کہا کہ میں کمسن لڑکوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔

(بخاری، کتاب المغازی)

حضرت رافعؓ

جنگ احد میں حضورؐ نے لشکر کی تیاری کے وقت رافع نوخیز بہادر بچے کو چُنا۔ یہ دیکھ کر ایک اور نوخیز نوجوان نے آگے بڑھ کر حضورؐ سے عرض کی کہ یارسول اللہ! دونوں میں کشتی میں مقابلہ کروالیں۔ اگر میں نے رافع کو پچھاڑ لیا تو پھر مجھے بھی شامل کرلیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس لڑکے کو بھی شمولیت کی اجازت مل گئی۔

(ابن ھشام)

حضرت جابرؓ

سات یتیم بہنوں کے بھائی جابرؓ نے بھی حضورؐ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر جھک کر اس قدر عاجزی کے ساتھ جنگ میں شمولیت کے لئے درخواست کی کہ حضورؐ نے ان کو جنگ میں شمولیت کی اجازت دے دی۔

حضرت زیدؓ بن ثابت

حضرت زیدؓ بن ثابت نے گیارہ سال کی عمر میں اسلام قبول کرتے ہی قرآن شریف نہ صرف پڑھنا شروع کر دیا بلکہ حفظ کرنے کا بھی آغاز کر دیا اور ہجرت مدینہ کے وقت 17 سورتیں حفظ کر چکے تھے۔ آپؓ کی ذہانت اور یادداشت کے پیش نظر حضورؐ نے فرمایا کہ "میرے پاس سریانی اور عبرانی زبان میں بھی خط آتے ہیں اور یہ زبانیں سوائے یہودیوں کے کوئی اور نہیں جانتا اس لئے تم یہ زبانیں سیکھ لو تا خطوط کا جواب بھی دیا جاسکے۔" چنانچہ آپؓ نے بہت محنت اور اسی قدر شوق سے یہ زبانیں سیکھیں کہ 15 ہی روز میں خطوط پڑھنے اور ان کے جواب لکھنے پر قادر ہوگئے۔

(مسند احمد)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(نوٹ: اِس تقریر کی تیاری میں لجنہ اماء اللہ کراچی کی شائع شدہ کتاب "حضرت رسول کریمؐ اور بچے" سے استفادہ کیا گیا ہے۔)

﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔323﴾

حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت

اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ (الاحقاف:16)

میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے۔

کر انکو نیک قسمت دے انکو دین و دولت
کر انکی خود حفاظت ہو ان پر تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

خاکسار کی تقریر کا عنوان ہے۔ **حضرت مسیح موعودؑ کا بچوں سے پیار و شفقت اور اُن کی تعلیم و تربیت**

معزز سامعین! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ اَکۡرِمُوۡا اَوۡلَادَکُمۡ وَاَحۡسِنُوۡا اَدَبَھُمۡ کہ اپنی اولاد کی عزت کرو اور ان کو حسن ادب سکھاؤ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ عاشقِ قرآن اور عاشقِ رسولؐ تھے اِس لئے آپؑ کی سیرت کا ہر پہلو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین اعمال سے رنگا ہوا۔ اُن میں سے ایک پہلو اپنے اور جماعت کے بچوں سے آپؑ کا حُسن سلوک اور اُن کی حُسنِ تربیت تھا۔ آپؑ ہمیشہ سچائی اور دیانتداری اُن میں پیدا کرتے تھے اور ان کی تربیت میں بجائے سختی کے دعا اور عملی نمونہ کو ضروری سمجھتے تھے چنانچہ ایک چھوٹا سا گھریلو واقعہ اس بات پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیٹے ہوئے تھے اور سید فضل احمد شاہ صاحب حضور کے پاؤں دبا رہے تھے اور حضرت صاحب کسی قدر سو گئے۔ فضل احمد شاہ صاحب نے اشارہ کر کے مجھے کہا کہ یہاں

پر جیب میں کچھ سخت چیز پڑی ہے۔ مَیں نے ہاتھ ڈال کر نکال لی تو حضور علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی۔ آدھی ٹوٹی ہوئی گھڑے کی چپٹی اور دو ٹھیکرے تھے۔ مَیں پھینکنے لگا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ:

"یہ میاں محمود نے کھیلتے ہوئے میری جیب میں ڈال دیئے۔ آپ پھینکیں نہیں۔ میری جیب میں ڈال دیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمیں امین سمجھ کر اپنے کھیلنے کی چیز رکھی ہے۔ وہ مانگیں تو ہم کہاں سے دیں گے۔"

پھر وہ جیب میں ہی ڈال لئے۔ یہ چھوٹا سا اور معمولی مگر تعلیم و تربیت کرنے والوں کے لئے ایک بہت بڑا سبق آموز واقعہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے عملی نمونہ سے اپنے بچوں کے اندر بچپن سے ہی صدق و راستی اور دیانت داری پیدا کرنے کے کس قدر خواہاں تھے۔

سامعین! اسی طرح آپؑ کی زندگی کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ بچوں کے بار بار تنگ کرنے پر بھی باوجود شدید مصروفیت کے آپؑ پریشان نہیں ہوتے تھے۔ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ میاں بشیر احمد صاحب جب چھوٹے تھے تو ان کو ایک زمانہ میں شکر کھانے کی بہت عادت ہو گئی تھی۔ ہمیشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچتے اور ہاتھ پھیلا کر کہتے "اباچِٹی" حضرت صاحب تصنیف میں بھی مصروف ہوتے تو کام چھوڑ کر فوراً اٹھتے۔ کوٹھری میں جاتے شکر نکال کر ان کو دیتے اور پھر تصنیف میں مصروف ہو جاتے۔ تھوڑی دیر بعد میاں صاحب پھر دست سوال دراز کرتے ہوئے پہنچ جاتے اور کہتے "اباچٹی" مراد یہ تھی کہ سفید رنگ کی شکر چاہئے۔ حضرت صاحب پھر اُٹھ کر ان کا سوال پورا کر دیتے۔ غرض اس طرح ان دنوں میں روزانہ کئی کئی دفعہ یہ ہیرا پھیری ہوتی رہتی تھی۔ مگر حضرت صاحب باوجود تصنیف میں سخت مصروف ہونے کے کچھ نہ فرماتے بلکہ ہر دفعہ ان کے لئے اٹھتے تھے۔

(سیرت المہدی صفحہ: 823-824)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو بدنی سزا دینے کے بھی سخت مخالف تھے آپ علیہ السلام کا فرمان تھا کہ نیک نمونہ اور محبت سے بچوں کی تربیت کرنی چاہئے۔

اس سلسلہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو بدنی سزا دینے کے بہت مخالف تھے اور جس استاد کے متعلق یہ شکایت آپؑ کو پہنچتی کہ وہ بچوں کو مارتا ہے تو اُس پر بہت ناراض ہوتے تھے

اور فرماتے تھے "دانا اور عقل مند اُستاد جو کام حکمت سے لے لیتا ہے وہ کام نالائق اور جاہل اُستاد مارنے سے لینا چاہتا ہے۔" ایک دفعہ مدرسے کے ایک اُستاد نے ایک بچے کو کچھ سزا دی تو آپ نے سختی سے فرمایا کہ "پھر ایسا ہوا تو ہم اس اُستاد کو مدرسے سے الگ کر دیں گے۔"

(سیرت المہدی حصہ دوم صفحہ:398)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر یہ بھی فرمایا کہ "میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے۔ گویا بدمزاج مارنے والا ہدایت اور ربوبیت میں اپنے تئیں حصہ دار بنانا چاہتا ہے۔ ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جرم کی حد سے سزا میں سے کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خوددار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اُسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقت مناسب پر کسی حد تک بچہ کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔ مگر مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔"

پھر فرمایا کہ:

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک **حزب** ٹھہرالیں اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ:309)

آپؑ نے فرمایا کہ میرا طریق کیا ہے کہ میں کس طرح دعائیں مانگا کرتا ہوں۔ فرمایا کہ

"میں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔ اوّل۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔ دوم۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ العین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ سوم۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعائیں مانگتا ہوں یہ سب دین کے خدام بنیں۔ چہارم۔ اپنے مخلص دوستوں

کے لئے نام بنام۔ پنجم۔ اور پھر اُن سب کے لیے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ:309، الحکم 17 جنوری 1900ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا یہ بھی ایک پہلو تھا کہ آپ علیہ السلام کسی عام نقصان کے ہو جانے پر بچوں کو سزا نہیں دیتے تھے بلکہ درگزر فرماتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) چار ایک برس کا بچہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لیکر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے تو کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسودات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام لکھنے میں مشغول ہیں سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت علیہ السلام کو سیاق و سباق عبارت کو ملانے کیلئے کسی گزشتہ کاغذ کو دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش اس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دیئے ہیں۔ عورتیں بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدنداں کہ اب کیا ہو گا اور در حقیقت عادتاً بُری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا مگر حضرت صاحب علیہ السلام مسکرا کر فرماتے ہیں: "خوب ہوا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی مرضی مصلحت ہو گی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔"

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت شیخ یعقوب علیؓ)

معزز سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جہاں دنیاوی تعلیم اور روزمرہ کی پڑھائی میں بدنی سزا کو ناجائز سمجھتے تھے وہیں دین کی حرمت و غیرت کے موقع پر آپؑ نے بدنی سزا دی بھی ہے تاکہ بچپن سے ہی بچوں میں دین کی عزت و حرمت اور دینی غیرت قائم رہے۔

حضرت اُمُّ المومنین رضی اللہ عنہا ایسا ہی ایک واقعہ حضرت میاں بشیر احمد صاحب رضی اللہ کو بیان کرتی ہیں کہ:

"ایک دفعہ تمہارے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بچپن کی بے پروائی میں قرآنِ شریف کی کوئی بے حرمتی ہوگئی۔ اُس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اتنا غصّہ آیا کہ آپ علیہ السلام کا چہرہ سرخ ہوگیا اور آپ علیہ السلام نے بڑے غصہ میں مبارک احمد کے شانہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اُس کے نازک بدن پر آپ علیہ السلام کی اُنگلیوں کا نشان اُٹھ آیا اور آپؑ نے اُس غصہ کی حالت میں فرمایا کہ اس کو اس وقت میرے سامنے سے لے جاؤ۔ کیونکہ اس موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن شریف کی بے حرمتی برداشت نہیں کی اور سزا ضروری سمجھی۔"

(سیرت المہدی حصہ دوئم صفحہ 325)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ آپؑ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی روشنی میں بعض مواقع پر سبق آموز کہانیاں سنا سنا کر اپنے اہل و عیال کی تربیت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر کثرت مہمانان کو دیکھ کر جب گھر میں کچھ پریشانی کے آثار آپؑ نے دیکھے تو آپؑ نے اہل و عیال کو یہ سبق آموز کہانی سنائی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"جب مَیں 1901ء میں ہجرت کر کے قادیان چلا آیا اور اپنی بیوی اور بچوں کو ساتھ لایا۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ کچھ مہمان آئے جن کے واسطے جگہ کے انتظام کے لئے حضرت اُمُّ المومنین حیران ہو رہی تھیں کہ سارا مکان تو پہلے ہی کشتی کی طرح پُر ہے اب ان کو کہاں ٹھہرایا جائے۔ اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اکرامِ ضیف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت بیوی صاحبہ کو پرندوں کا ایک قصہ سنایا۔ چونکہ مَیں بالکل ملحقہ کمرے میں تھا اور کواڑوں کی ساخت پرانے طرز کی تھی جن کے اندر سے آواز بآسانی دوسری طرف پہنچتی رہتی ہے۔ اس واسطے مَیں نے سارے قصہ کو سنا۔ فرمایا۔ دیکھو! ایک دفعہ جنگل میں ایک مسافر کو شام ہوگئی۔ رات اندھیری تھی۔ قریب کوئی بستی اُسے دکھائی نہ دی اور وہ ناچار ایک درخت کے نیچے رات گزارنے کے واسطے بیٹھ رہا۔ اُس درخت کے اوپر ایک پرندہ کا آشیانہ تھا۔ پرندہ اپنی مادہ کے ساتھ باتیں کرنے لگا کہ دیکھو! یہ مسافر ہمارے آشیانہ کے نیچے زمین پر بیٹھا ہے۔ یہ آج رات ہمارا مہمان

ہے اور ہمارا فرض ہے کہ اُس کی مہمان نوازی کریں۔ مادہ نے اُس کے ساتھ اتفاق کیا اور ہر دو نے مشورہ کر کے یہ قرار دیا کہ ٹھنڈی رات ہے اور اس ہمارے مہمان کو آگ تاپنے کی ضرورت ہے اور تو کچھ ہمارے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ ہی توڑ کر نیچے پھینک دیں تا کہ وہ ان لکڑیوں کو جلا کر آگ تاپ لے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سارا آشیانہ تنکا تنکا کر کے نیچے پھینک دیا اس کو مسافر نے غنیمت جانا اور ان سب لکڑیوں کو تنکوں کو جمع کر کے آگ جلائی اور تاپنے لگا۔ تب درخت پر پرندوں کے جوڑے نے پھر مشورہ کیا کہ آگ تو ہم نے اپنے مہمان کو بہم پہنچائی اور اُس کے واسطے سینکنے کا سامان مہیا کیا۔ اب ہمیں چاہئے کہ اِسے کچھ کھانے کو بھی دیں اور تو ہمارے پاس کچھ نہیں ہم خود ہی اس آگ میں جا گریں اور مسافر بھون کر ہمارا گوشت کھالے۔ چنانچہ ان پرندوں نے ایسا ہی کیا اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔"

(ذکر حبیب صفحہ 85-87 مصنف حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ)

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا بچوں سے حُسنِ سلوک کا ایک حسین پہلو یہ بھی تھا کہ بچوں سے آپ علیہ السلام کی محبت محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتی تھی۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"آپؑ بچوں کی خبر گیری اور پرورش اس طرح کرتے ہیں کہ ایک سرسری دیکھنے والا گمان کرے کہ آپ سے زیادہ اولاد کی محبت کسی کو نہ ہوگی اور بیماری میں اس قدر توجہ کرتے ہیں اور تیمار داری اور علاج میں اس قدر محو ہوتے ہیں کہ گویا اور کوئی فکر ہی نہیں مگر باریک بین دیکھ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور خدا تعالیٰ کے لئے اس کی ضعیف مخلوق کی رعایت اور پرورش مدنظر ہے۔ آپ علیہ السلام کی پلوٹھی بیٹی عصمت صاحبہ لدھیانہ میں ہیضہ سے بیمار ہوئی۔ آپ علیہ السلام اس کے علاج میں یوں دواد ہی کرتے کہ گویا اس کے بغیر زندگی محال ہے اور ایک دنیادار دنیا کی عُرف اور اصطلاح میں اولاد کا بھوکا اور شیفتہ اس سے زیادہ جانکاہی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر وہ مر گئی تو آپؑ یوں الگ ہو گئے کہ گویا کوئی چیز تھی ہی نہیں اور جب سے کبھی ذکر تک نہیں کیا کہ کوئی لڑکی تھی۔"

اس طرح صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کی علالت کے ایام میں آپ علیہ السلام نے شبانہ روز اپنے عمل سے دکھایا کہ اولاد کی پرورش اور صحت کے لئے ہمارے کیا فرائض ہیں۔

(سیرت مسیح موعود علیہ السلام از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ)

بچوں کی تربیت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انہیں بچپن میں ہی قرآن مجید سکھانے اور چھوٹی عمر میں قرآن مجید ختم ہونے پر اُن کی تقریب آمین منعقد کرنے کی سنت بھی جاری فرمائی۔ چنانچہ جماعت میں 1897ء سے یہ رواج ہے جب سے کہ آپؑ کے فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید ختم فرمایا تو حضور علیہ السلام نے ان کی تقریبِ آمین منعقد فرمائی۔ جس کے لئے باہر سے بھی احباب کو دعوت دی گئی اور اس موقع پر حضورؑ نے ایک پُر تکلف دعوت کا اہتمام فرمایا اور اس موقع کے لئے ایک نظم بھی لکھی جو "محمود کی آمین" کے نام سے مشہور ہے اور جس کے دو ابتدائی شعر اس طرح ہیں۔

تو نے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنا میں گایا
صد شکر ہے خدایا، صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

سامعین کرام! اب خاکسار اپنی تقریر کے آخر میں ہماری زندگی میں تربیت کے حوالہ سے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک عظیم الشان فرمان حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ 2جولائی 2004ء سے پڑھ کر اپنی تقریر کو ختم کرتا ہے۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"مردوں کی ایک سربراہ کی حیثیت سے یہ بھی ذمّہ داری ہے کہ متقی بننے اور متقی خاندان کا سربراہ بننے کے لئے خود بھی نمازوں کی پابندی کریں۔ رات کو اٹھیں یا کم از کم فجر کی نماز کے لئے تو ضرور اٹھیں، اپنی بیوی بچوں کو بھی اٹھائیں۔ جو گھر اس طرح عبادت گزار افراد سے بھرے ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی برکات کو سمیٹنے والے ہوں گے۔ لیکن یاد رکھیں کہ کوشش بھی اس وقت بار آور ہو گی، اس وقت کامیابیاں ملیں گی کہ جب دعا کے ساتھ یہ کوشش کر رہے ہوں گے۔ صرف اٹھا کے اور ٹکریں مار کے نہیں بلکہ دعائیں بھی مسلسل کرتے رہیں اپنے لئے، اپنے بیوی بچوں کے لئے۔ اس لئے اپنی نمازوں میں

بھی اپنی بیوی بچوں کے لئے بہت دعائیں کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:
"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دعا سکھلائی ہے کہ {اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ} کہ میری بیوی بچوں کی اصلاح فرما اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو ان کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456-457)

....اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی معنوں میں اپنے حقوق و فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے بیوی بچوں کی طرف سے ہمارے لئے تسکین کے سامان پیدا فرمائے اور آنکھیں ٹھنڈی رکھے۔ اللہ کی عبادت کرنے والے ہوں اور نیکیوں پر قائم رہنے والے ہوں.... اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔" آمین

کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(یہ تقریر مکرم منیر احمد خادم صاحب کی ایک تقریر بر موقع جلسہ سالانہ قادیان مطبوعہ بدر سے تیار کی گئی ہے)
(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔331﴾

حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی اولاد کے حق میں دعائیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (آل عمران:39)

حضرت زکریاؑ نے اپنے ربّ سے دعا کی اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

مِری اولاد جو تِری عطا ہے
ہر اِک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

معزز حاضرین! آج مجھے مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اپنی اَولاد کے لئے مانگی گئی دعاؤں کو بیان کرنا ہے جن کی قبولیت کے طفیل یہ تمام اولاد آسمان کے تارے بن گئے۔ ایک اُن میں سے مصلح موعود بنے، ایک قمرُ الانبیاء کہلائے اور اِنہی دعاؤں کی وجہ سے چار خلافتیں آپؑ کی اولاد میں سے ہوئیں۔

آج رمضان کے مبارک دنوں میں جس میں یومِ مسیح موعودؑ بھی آرہا ہے اِن دعاؤں کو اپنی اولادوں کے حق میں دہرانے کی ضرورت ہے تا اُن کے اندر بھی وہ نقوش پیدا ہوں جو آپؑ کی تمام اولاد کے اندر صحابہؓ جیسے پیدا ہوئے اور آپؑ کے کہے ہوئے یہ الفاظ اِن کے حق میں پورے ہوئے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے مِلا جب مجھ کو پایا

وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

سامعین! اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان دعاؤں کو بھی سنا اور حضرت زکریا علیہ السلام کی یہ دعا آپؑ کو بھی دوبار الہاماً سکھائی گئی۔

"رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔ رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ۔" (تذکرہ صفحہ 47)

یعنی اے میرے ربّ! مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر۔ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو خیر الوارثین ہے۔ اے میرے ربّ! امّت محمدیہ کی اصلاح کر۔ اے ہمارے ربّ! ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے اور تُو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

پھر نومبر 1907ء میں آپؑ کو الہام ہوا۔

رَبِّ هَبْ لِیْ ذُرِّیَّةً طَیِّبَةً اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ اسْمُهٗ یَحْیٰی (تذکرہ)

یعنی اے میرے خدا! پاک اولاد مجھے بخش۔ مَیں تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام یحییٰ ہے۔

سامعین! آپؑ اولاد کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فنا فی اللہ ہو جانا اور اپنے سب ارادوں اور خواہشات کو چھوڑ کر محض اللہ کے ارادوں اور احکام کا پابند ہو جانا چاہئے کہ اپنے واسطے بھی اور اپنی اولاد، بیوی بچوں، خویش و اقارب اور ہمارے واسطے بھی باعثِ رحمت بن جاؤ۔ مخالفوں کے واسطے اعتراض کا موقعہ ہرگز ہرگز نہ دینا چاہئے... خدا تعالیٰ کی نصرت انہی کے شامل حال ہوتی ہے جو ہمیشہ نیکی میں آگے ہی آگے قدم رکھتے ہیں، ایک جگہ نہیں ٹھہر جاتے اور وہی ہیں جن کا انجام بخیر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ ان میں بڑا شوق ذوق اور شدت رقت ہوتی ہے مگر آگے چل کر بالکل ٹھہر جاتے ہیں اور آخر ان کا انجام بخیر نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ (الاحقاف:16) میرے بیوی بچوں کی بھی اِصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر

فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ دیکھو پہلا فتنہ حضرت آدمؑ پر بھی عورت ہی کی وجہ سے آیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلہ میں بلعم کا ایمان جو حَبط کیا گیا اصل میں اُس کی وجہ بھی توریت سے یہی معلوم ہوتی ہے کہ بلعم کی عورت کو اس بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر طمع دے دیا تھا اور پھر عورت نے بلعم کو حضرت موسیٰؑ پر بد دعا کرنے کے واسطے اُکسایا تھا۔ غرض اُن کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو اُن کی اِصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہئے اور ان کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456-457)

پھر آپؑ نے فرمایا:

"(اولاد) کی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے واسطے بلکہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کا لحاظ ہو کہ یہ اولاد دین کی خادم ہو۔ لیکن کتنے ہیں جو اولاد کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ اولاد دین کی پہلوان ہو۔ بہت ہی تھوڑے ہوں گے جو ایسا کرتے ہوں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کیوں اولاد کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اکثر ہیں جو محض جانشین بنانے کے واسطے اَور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں، صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شریک یا غیر اُن کی جائداد کا مالک نہ بن جاوے۔ مگر یاد رکھو کہ اس طرح پر دین بالکل برباد ہو جاتا ہے۔ غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذباتِ نفس سے محفوظ رہے۔ اس کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ رحم اور تقویٰ مدنظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہمّ و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 599-600)

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: "جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول

بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خداترس اور خادمِ دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہو گا جب تک کہ وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 540)

اولاد کے حق میں دعائیں

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے منظوم کلام میں مختلف جگہوں پر بڑے پُر اثر انداز اور بڑے درد بھرے لہجے میں اپنی اولاد کے لئے اپنے رب کے حضور مناجات کی ہیں۔ جسے اِس روحانی طریقِ تربیت کی ایک بڑی دلکش مثال کہا جا سکتا ہے۔ مَیں صرف نمونہ کے طور پر چند شعر پڑھتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں۔

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
میری دعائیں ساری کریو قبول باری
میں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر امید بھاری
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر زِ نور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

سامعین! اولاد کے حق میں آپؑ کی یہ منظوم دعا بھی ملتی ہے۔

میرے مولیٰ مری یہ اک دعا ہے
تیری درگاہ میں عجز و بکا ہے
مرے مولیٰ! مری یہ اک دعا ہے
تری درگاہ میں عجز و بکا ہے
وہ دے مجھ کو جو اس دل میں بھرا ہے
زباں چلتی نہیں شرم و حیاء ہے
مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

گویا حضرت مسیح موعودؑ اپنی اولاد کے لئے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

تیری قدرت کی آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مجھ کو دیا ہے

آپؑ گویا اپنی ساری اولاد کو اپنا عکس دیکھنا چاہتے تھے۔ ہمارے ایک بزرگ اِس شعر میں ذرا سے تبدیلی کر کے اپنی اولاد کے لئے یوں دعا مانگا کرتے تھے۔

تیری قدرت کی آگے روک کیا ہے
وہ سب دے ان کو جو مسیحا کو دیا ہے

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اولاد کے حق میں مندرج بالا دعائیہ اشعار میں سے اگر الگ الگ شعر پر غور کریں تو بڑے لطیف مضامین دل و دماغ میں پیدا ہوتے ہیں اور جہاں پڑھتے لطف آتا ہے وہاں دل میں سوز اور رقت بھی پیدا ہوتی ہے جیسے

مِری اولاد جو تِری عطا ہے
ہر اِک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

اب اِن اشعار میں الفاظ "دیکھ لوں" پر غور کریں کہ کس درد اور سوز سے ایک والد اپنی اولاد کے حق میں دعا کرتے ہوئے اپنے جذبات کا بھی اظہار کر رہا ہے۔ اگر ہم میں سے ہر کوئی انہی جذبات کو دل میں رکھ کر اپنے اللہ سے اپنی اولاد کے لئے دعا کرے تو ہماری روحانی دنیا کی کایا ہی پلٹ جائے۔

سامعین! پھر آپؑ نے اولاد کے حق میں مناجات کرتے ہوئے لکھا۔

عجب محسن ہے تُو بحر الایادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ
نجات ان کو عطا کر گندگی سے
برات ان کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے

بچانا اے خدا! بد زندگی سے
وہ ہوں میری طرح دیں کے منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

آپؑ فرماتے ہیں۔

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ آزاد کی تربیت ان کی عمدہ اور نیک فال سیلنگ بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی صحیح فکر کریں نہ کبھی دعا کرتے ہیں نامراتب تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا"

آپؑ فرماتے ہیں۔

"مَیں التزاماً چند دعائیں ہر رومانگا کرتا ہوں۔

اوّل: اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خداوند کریم مجھ سے وہ کام لے جس سے اُس کی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

دوم: پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ اِن سے قرّہ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

سوم: پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

چہارم: پھر اپنے مخلص دوستوں کے لئے نام بنام۔

پنجم: اور پھر اُن سب کے لئے جو اِس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم اُنہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔"

(الحکم 17 جنوری 1900ء جلد 4 صفحہ 2 تا 11 خط 4 بنام مولوی عبدالکریم)

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب کسی اپنے صحابہ یا دوستوں کی اولاد کے لئے بھی دعا کرتے تو آپؑ ایسے شخص کو بھی اپنے اندر ایک خاص تبدیلی پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ حضرت خلیفہ نورالدین جمونی صاحبؓ کے نرینہ اولاد کے لئے جو طویل دعا کی اُس میں یہ الفاظ غور طلب ہیں۔ فرماتے ہیں

اِن کو نیک نرینہ اولاد عطا فرما۔ (ادعیۃ المہدی صفحہ 58) حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ ایک واقعہ یوں لکھتے ہیں:

"بیان کیا مجھ سے منشی عطا محمد صاحب پٹواری نے کہ جب مَیں غیر احمدی تھا اور ونجواں ضلع گورداسپور میں پٹواری ہوتا تھا تو قاضی نعمت اللہ صاحب خطیب بٹالوی جن کے ساتھ میرا ملنا جلنا تھا، مجھے حضرت صاحب کے متعلق بہت تبلیغ کیا کرتے تھے مگر مَیں پرواہ نہیں کرتا تھا۔ ایک دن انہوں نے مجھے بہت تنگ کیا۔ مَیں نے کہا اچھا مَیں تمہارے مرزا کو خط لکھ کر ایک بات کے متعلق دعا کراتا ہوں۔ اگر وہ کام ہو گیا تو مَیں سمجھ لوں گا کہ وہ سچے ہیں۔ چنانچہ مَیں نے حضرت صاحب کو خط لکھا کہ آپ مسیح موعود اور ولی اللہ ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں اور ولیوں کی دعائیں سنی جاتی ہیں۔ آپ میرے لئے دعا کریں کہ خدا مجھے خوبصورت، صاحب اقبال لڑکا جس بیوی سے مَیں چاہوں عطا کرے اور نیچے مَیں نے لکھ دیا کہ میری تین بیویاں ہیں مگر کئی سال ہو گئے آج تک کسی کے اولاد نہیں ہوئی۔ مَیں چاہتا ہوں کہ بڑی بیوی کے بطن سے لڑکا ہو۔ حضرت صاحب کی طرف سے مجھے مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط گیا کہ مولا کے حضور دعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو فرزند ارجمند صاحب اقبال خوبصورت لڑکا جس بیوی سے آپ چاہتے ہیں عطا کرے گا مگر شرط یہ کہ آپ زکریا والی توبہ کریں۔ منشی عطا محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں ان دنوں سخت بے دین اور شرابی کبابی راشی مرتشی ہوتا تھا۔ چنانچہ مَیں نے جب مسجد میں جا کر مُلّاں سے پوچھا کہ زکریا والی توبہ کیسی تھی تو لوگوں نے تعجب کیا کہ یہ شیطان مسجد میں کس طرح آ گیا ہے۔ مگر وہ مُلّاں مجھے جواب نہ دے سکا۔ پھر مَیں نے دھرم کوٹ کے مولوی فتح دین صاحب مرحوم احمدی سے پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ زکریّا والی توبہ بس یہی ہے کہ بے دینی چھوڑ دو، حلال کھاؤ، نماز روزے کے پابند ہو جاؤ اور مسجد میں زیادہ آیا جایا کرو۔ یہ سن کر مَیں نے ایسا کرنا شروع کر دیا۔ شراب وغیرہ چھوڑ دی اور رشوت بھی بالکل ترک کر دی اور صلوٰۃ وصوم کا پابند ہو گیا۔ چار پانچ ماہ کا عرصہ گزرا ہو گا کہ مَیں ایک دن گھر گیا تو اپنی بڑی بیوی کو روتے ہوئے پایا۔ سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ پہلے مجھ پر یہ مصیبت تھی کہ میرے اولاد نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے میرے پر دو بیویاں کیں۔ اب یہ مصیبت آئی ہے کہ.....(گویا اولاد کی امید ہی نہیں رہی) ان دنوں میں اُس کا بھائی امرتسر میں تھانے دار تھا۔ چنانچہ اس نے مجھے کہا کہ

مجھے میرے بھائی کے پاس بھیج دو کہ مَیں کچھ علاج کرواؤں۔ مَیں نے کہا وہاں کیا جاؤ گی یہیں دائی کو بلوا کر دکھلاؤ اور اس کا علاج کرواؤ۔ چنانچہ اس نے دائی کو بلوایا اور کہا کہ مجھے کچھ دوا وغیرہ دو۔ دائی نے سرسری دیکھ کر کہا: میں تو دوا نہیں دیتی نہ ہاتھ لگاتی ہوں کیونکہ مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا تیرے اندر بھول گیا ہے۔ مگر مَیں نے اس سے کہا کہ ایسا نہ کہو بلکہ مَیں نے مرزا صاحب سے دعا کروائی تھی۔ پھر منشی صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصے میں حمل کے پورے آثار ظاہر ہو گئے اور مَیں نے ارد گرد سب کو کہنا شروع کیا کہ دیکھ لینا کہ میرے لڑکا پیدا ہو گا اور ہو گا بھی خوبصورت۔ مگر لوگ بڑا تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر ایسا ہو گیا تو واقعی بڑی کرامت ہے۔ آخر ایک دن رات کے وقت لڑکا پیدا ہوا اور خوبصورت ہوا۔ مَیں اُسی وقت دھرم کوٹ بھاگا گیا جہاں میرے کئی رشتہ دار تھے اور لوگوں کو اس کی پیدائش سے اطلاع دی۔ چنانچہ کئی لوگ اسی وقت بیعت کے لئے قادیان روانہ ہو گئے۔ مگر بعض نہیں گئے اور پھر اس واقعہ پر ونجواں کے بھی بہت سے لوگوں نے بیعت کی اور مَیں نے بھی بیعت کر لی اور لڑکے کا نام عبدالحق رکھا۔"

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 239)

پیارے بھائیو! والد کی اولاد کے حق میں دعاؤں میں ایک پہلو تربیت کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق بھی حضرت مرزا محمد اسماعیل بیگ صاحب اسی قسم کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دن کچھ حساب کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے گئے۔ راستہ میں ایک کیکر کا درخت گرا ہوا تھا بعض دوستوں نے اس کی شاخوں سے مسواک بنالیں۔ صاحبزادہ مرزا محمود احمد بھی ساتھ تھے چھوٹے عمر تھی ایک مسواک کسی نے ان کو بھی دے دی انہوں نے ایک دو دفعہ حضور کو بھی کہا کہ ابا مسواک لے لیں مگر حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا میاں! پہلے ہمیں یہ تو بتاؤ کہ "کس کی اجازت سے مسواک لی گئی ہیں" سنتے ہی سب نے مسواکیں زمین پر گرا دی یہ واقعی ایک انوکھا انداز دلکشی لیے ہوئے ہے اور اس لائق ہے کہ اصولِ تربیت کے مضمون میں سے سنہری حروف میں رقم کیا جائے گا۔ سڑک پر گرے ہوئے کیکر کے درخت سے چند مسواک کاٹ لینا کوئی ایسا اخلاقی جرم نہیں کہ

اسے چوری کی حدود میں داخل سمجھا جائے .... دراصل آپؑ کی تربیت کا انداز بالکل منفرد تھا اور نہایت دلکش تھا۔

آیئے! آج رمضان کے مبارک مہینہ میں جہاں ہم اپنی اپنی آل اولاد کے لئے اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی بیان فرمودہ دعاؤں کو دہرائیں گے وہاں اُن کی تعلیم و تربیت کے لئے بھی وہی اصول و ضوابط اپنائیں گے جن پو حضورؑ نے قائم رہ کر اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کی۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِی

۞۞۞۞

﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔237﴾

خلفائے احمدیت کی بچوں سے شفقتیں اور حُسن سلوک

سو خطائیں ایک دن میں درگزر کرتا ہے وہ
پیار سب سے اور ہم سے خاص کرتا ہے وہ

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"خلفائے احمدیت کی بچوں سے شفقتیں اور حُسن سلوک"**

ہم جب مذہبی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء، اولیاء، فرستادے اور اللہ کے نیک وصالح لوگ دنیا میں بطور اللہ کے نمائندے جب بھجوائے جاتے ہیں۔ تو وہ اپنے پیروکاروں کو نرمی پیار اور محبت سے اپنے اللہ کا پیغام دیتے ہیں۔ اُن کے پیروکاروں میں ہمیشہ بچے بھی ایمان لاتے ہیں۔ ہر دَور کے بچے اپنے اپنے انبیاء سے فیض پاتے رہے ہیں۔ ان بچوں نے بزرگ انبیاء کی شفقتوں سے وافر حصہ پایا۔ خاتم الانبیاء آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسوانح کو دیکھیں تو آپؐ نے امت کے بچوں سے محبت کی لازوال داستانیں رقم فرمائیں۔ ایک دو واقعات سُنا کر اپنے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

حضرت انس بن مالکؓ کو بچپن میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ مجھے میری کسی غلطی پر کبھی بھی حضورؐ نے نہیں جھڑکا۔ بلکہ آپؐ کو پیار سے یَاذَاالْاُذُنَیْن دو کانوں والا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 464)

حضرت انسؓ ہی بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ ہم سے بے تکلف ہو کر گھل مل جایا کرتے تھے۔ آپؐ میرے چھوٹے بھائی ابو عمیر کو پیار سے کہا کرتے کہ اے ابو عمیر! تمہارے نُغَیْر کو کیا ہوا؟ ابو عمیر نے ایک پرندہ پال رکھا تھا جو مَر گیا تھا۔ اُس کا نام لے کر پیار سے بُلایا کرتے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 465)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں آپؑ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام بھی جماعت کے بچوں کے ساتھ کھیلا کرتے۔ پیار و محبت سے پیش آتے۔ آپؑ کو بچوں سے اِس قدر پیار و محبت تھی کہ آپؑ نے اپنے گھر میں یونانی ادویات کا بکس رکھا ہوا تھا اور مائیں جب اپنے بیمار بچوں کے لئے دوا لینے آتیں تو آپؑ کے اندر بچوں سے محبت اور اُن سے شفقت فوراً دوائی مہیا کرنے پر مجبور کرتی اور آپؑ خواہ تحریر کے کام میں کتنا ہی مصروف ہوتے اپنا کام کاج چھوڑ کر بچے کے لئے دوائی بنا کر دیتے۔ ایک دفعہ آپؑ کے ایک بچے سے آپؑ کا تحریر کردہ قیمتی مسودہ جل گیا۔ سارے گھر والے پریشان تھے کہ اب کیا ہو گا۔ آپؑ نے انا للہ پڑھا اور فرمایا۔ اللہ اِس سے بہتر لکھنے کی توفیق دے دے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؑ کے تمام جانشینوں نے اپنے اپنے عہد کے بچوں سے مثالی پیار و محبت کے نمونے دکھائے۔ محبت دو طرفہ ہوتی ہے۔ "دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی"۔ والا معاملہ ہوتا ہے۔ اگر جماعت کے بچے خلیفۃ المسیح سے پیار کرتے ہیں اور خلافت کے استحکام کے لئے وفاداری کا ثبوت دیتے رہتے ہیں تو دوسری طرف خلفاء نے بھی بچوں سے محبت اور پیار کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں اور موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بچوں سے پیار و محبت کی تاریخ رقم فرماتے چلے جا رہے ہیں۔ جب سے سوشل میڈیا کے ذریعہ دنیا گلوبل ویلیج بنی ہے تب سے خلفاء کی پیار بھری خوبصورت اداؤں کو بھی ہم نے بہت قریب سے دیکھنا شروع کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی ایسی بے شمار فوٹوز تاریخ احمدیت نے محفوظ کی ہیں جن میں حضورؒ بچوں کو پیار کر رہے ہیں۔ بعض فوٹوز میں بچوں کو گود میں اُٹھایا ہوا ہے بالخصوص افریقہ کے دوروں میں افریقن بچوں سے پیار کی داستانیں محفوظ ہیں۔ سیرالیون مغربی افریقہ سے حضورؒ اپنے دورہ کے دوران ایک ننھی منھی کو اپنی بیٹی بنا کر اپنے ساتھ پاکستان لے آئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دَور بھی بچوں سے پیار و الفت کے دَور سے مشہور رہا۔ حضور رحمہ اللہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپؒ کے دور میں ایم ٹی اے کا آغاز ہو چکا تھا۔ اِس میں بچوں کی اردو کلاس بہت مشہور رہی جس میں حضور کہانیاں سناتے اور سنتے۔ لطیفے بازی ہوتی اور بچوں کی اداؤں سے حضورؒ بہت محظوظ ہوتے۔ اِن کلاسز میں گلشن وقف نو، بوستان وقف نو، اطفال و ناصرات کی کلاسز اور آمین وغیرہ مشہور ہیں۔

سامعین! آج موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے دَور کے ہم سب گواہ ہیں کہ حضور بچوں کی ورچوئل ملاقاتوں اور واقفین وواقفات نو کی کلاسز میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بچوں کی باتوں سے خوش ہوتے، انہیں پیار کرتے اور نصائح کرتے نظر آتے ہیں۔ شام سے جب مہاجرین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا تو ایک بچی سے حضور کو پیار کرتے اور چاکلیٹ وصول کرتے دیکھا۔ ہاں ایک بات جو بتانا ضروری ہے وہ یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ملاقاتوں کے دوران بچوں کو چاکلٹیں اور بعضوں کو دُعا کے ساتھ قلم دیتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے ایک تین سالہ بچے کی ملاقات اسلام آباد یوکے کے لالہ زار میں ہو گئی تو حضورؒ نے اُس بچے کو اُس کی گالوں پر پیار کیا اور کوئی چاکلیٹ وغیرہ نہ دی تو بچے نے اپنی ماں سے شکوہ کیا کہ ابا حضور نے مجھے چاکلیٹ نہیں دی۔ چند دنوں کے بعد اُس بچے نے اپنے مبلغ والد کے ہمراہ اپنے سینٹر واپس جانا تھا تو انہوں نے حضورؒ سے فیملی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ حضورؒ نے بچے کو دیکھتے ہی فرمایا۔ آپ تو پرسوں ترسوں مجھے ملے تھے۔ ماں نے کہا کہ شکوہ کر رہا تھا۔ حضور نے فرمایا کہ چاکلیٹ نہ ملنے کی شکایت کر رہا ہو گا۔ ماں کے مثبت جواب دینے پر حضور نے اُس خوش نصیب بچے کو اپنے پاس بُلایا۔ گالوں پر پیار کیا اور چاکلیٹس دے کر باقاعدہ پوچھا۔ اب تو شکوہ نہیں رہا۔ نیز فرمایا کہ اُس روز میرے پاس چاکلیٹس نہ تھیں۔ خلفاء کی طرف سے بچوں کو چاکلیٹس ملنے کی بات چل نکلی ہے تو آنکھوں دیکھا حال بھی سُنا دوں۔ ایک سال غالباً 2018ء کی عید الفطر کی بات ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ عید کے روز شام کو اسلام آباد تشریف لائے۔ حضور کو دیکھتے ہی اسلام آباد کے لالہ زار میں پکنک پر آئے بچوں اور بچیوں نے ترتیب کے ساتھ صف بندی کر لی۔ حضور ایدہ اللہ نے بچوں سے وفورِ محبت کی وجہ سے اُن میں چاکلیٹس تقسیم کیں۔ بچوں نے حضور کو عید مبارک کہا۔ چاکلیٹس کی تقسیم کے بعد بچوں کو اپنی ماؤں کو یہ کہتے سنا گیا کہ امی! یہ چاکلیٹ میں نے کھانی ہے اِس کا ریپر محفوظ کر لیں۔ حضور کے دست مبارک نے اِس کو چھوا ہے یہ متبرک ہے۔ یہ ہے اس شعر کی زندہ تصویر

الفت کا جب مزا ہے کہ وہ بھی ہوں بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برار لگی ہوئی

سامعین! حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی بچوں سے محبت کی داستانوں کی بات چل رہی ہے۔ افریقہ کے دوروں کے دوران مائیں اپنے بچوں کو اپنی گودوں میں اُٹھائے بچوں کے مُنہ خلیفۃ المسیح کی طرف کرتی رہیں کہ ایک نظر شفقت حضور کی میرے بیٹے کی طرف بھی پڑ جائے اور بچہ بھی اپنے روحانی باپ کو دیکھ لے۔ گویا بزبانِ حال وہ یہ کہہ رہی تھیں۔

اُنْظُرْ اِلَیَّ بِرَحْمَۃٍ وَ تَحَنُّنٍ
یَا لَیْتَ کَانَتْ قُوَّۃُ الطَّیَرَانِ

بلکہ اِس موقع پر ہم نے یہ بھی دیکھا کہ حضور دورویہ کھڑی احمدی خواتین کے درمیان سے السلام علیکم اور نعروں کا جواب دیتے ہوئے گزر رہے تھے تو ایک ماں یا بچے کی آواز سن کر واپس مڑے اور دو تین قدم پیچھے کی طرف واپس آکر بچے کو پیار دیا۔

سامعین! مَیں خلفاء کی بچوں سے محبت بھری شفقتوں کے مضمون کو ایک اور زوایہ سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ہم نے سنا اور بارہا آزمایا۔ ہمارے پانچوں خلفاء نے اپنے جانثاروں اوروفاداروں کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت اور اُن کے لئے دعائیں کرنے کا تذکرہ بارہا کیا۔ مجھے اِس وقت خلفاء کے اِن تاریخی ارشادات کو موضوع بحث بنانا مقصود نہیں تاہم یہ حوالہ دے کر اپنا مدّعا بیان کروں گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے 1914ء میں مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر ہی برکاتِ خلافت کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ اس میں آپؓ نے فرمایا:

"کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق ہے بھی اور وہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں۔ تمہارا اُسے فکر ہے، درد ہے اور تمہارے لئے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں مَیں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لئے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو۔ یہ مَیں باتیں اس لئے نہیں بتا رہا کہ کوئی احسان ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس سے بڑھ کر مَیں فرض ادا کرنے والا بنوں۔"

(خطبہ جمعہ 6 جون 2014ء)

افرادِ جماعت سے خلفاء کرام کے اِن محبت بھرے پیغامات، جذبات اور دعاؤں میں ہمارے ننھے منھے بچے، واقفین نو، واقفات نو اور اطفال و ناصرات بھی شامل ہیں۔ جن سے خلفاء محبت کرتے ہیں اور روزانہ ہی جماعت کے مستقبل کے اِن معماروں کے لیے دُعائیں کرتے رہتے ہیں۔

بچوں کے لئے دُعا

سامعین! یہاں سامعین کے سامنے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المعروف المصلح الموعودؓ کی بچوں کے لیے اپنے ہاتھ سے لکھی گئی ایک دُعا رکھنا چاہتا ہوں۔ آپؓ تحریر کرتے ہیں۔

"اے ہمارے پیدا کرنے والے خدا! ہم اقرار کرتے ہیں کہ تُو ایک ہے تیرے سوا کوئی خدا نہیں۔ ہم تیرے رسول محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں اور تیرے مامور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ احمد قادیانی علیہ السلام پر یقین رکھتے ہیں۔ تُو ہمارے دل میں اپنی محبت پیدا کر اور اپنے حکموں پر چلنے کی ہمیں توفیق دے۔ ہمیں دِین کا علم سکھا اور قرآن جو تیری کتاب ہے پڑھا۔ ہمارے دل میں ماں باپ کا ادب ڈال۔ ہم اپنے بھائیوں، بہنوں اور دوسرے رشتہ داروں سے پیار کریں اور ہمیں گالیاں دینے، لڑنے، بے وجہ غصّہ کرنے، چوری کرنے، جھوٹ بولنے، بے شرمی کی باتیں کرنے سے بچا۔ ہم دلیر ہوں۔ ڈرپوک نہ ہوں۔ ہمیں علم سیکھنے کی توفیق دے۔ ہم نکمے اور سُست نہ ہوں۔ ہم اپنے سے غریبوں اور کمزوروں پر رحم کرنے والے ہوں۔ ہم حریص اور لالچی نہ ہوں۔ اے اللہ! ہمارے بزرگوں پر رحم کر۔ احمدی جماعت کے امام پر اپنا فضل کر اور اُن کے حکموں کے ماتحت ہمیں بھی دین کے کام کرنے کی توفیق دے اور اسلام کو دوسرے دینوں پر غالب کر۔ اے اللہ! ہماری عمروں اور صحتوں میں بھی برکت دے اور تُو ہمیشہ ہم سے محبت کیا کر۔ آمین۔" (الفضل سالانہ نمبر 1349ہش)

شاگردوں سے پیار و محبت سے پیش آنا

شاگرد بھی بچوں کے زُمرے میں آتے ہیں۔ خلفاء کا اپنے اپنے شاگردوں سے پیار و محبت اور شفقتوں بھرا سلوک بھی ہم اساتذہ اور مربیان کے لئے اسوہ کے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ "آپ رضی اللہ عنہ بے حد فیاض اور ہمدرد بنی نوع بشر تھے۔ شاگردوں سے بہت اُنس تھی۔ اپنے پاس سے طلباء کو کتابیں، کپڑے اور کھانا دیتے تھے۔ نذرانہ آتا تو اکثر دوستوں اور شاگردوں اور خدام میں بانٹ دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کے ایک شاگرد نے عرض کی۔ گرم کپڑا نہیں ہے حضرت نے اپنے اوپر ایک دُھسّہ لیا ہوا تھا فوراً اُتار کر دے دیا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 543)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ احباب جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں دیانت داری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لئے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے ہے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے، اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہو سکتا ہے۔ پھر میں اپنے دل کی محبت پر انبیاء کی محبت کو قیاس کرتا ہوں جیسے ہم جگنو کی چمک پر سورج کو قیاس کر سکتے ہیں تو میں ان کی محبت اور اخلاص کو حد سے بڑھا ہوا پاتا ہوں۔" (الفضل 4 اپریل 1924ء۔ صفحہ 7)

مکرم مولانا غلام باری صاحب سیف مرحوم لکھتے ہیں:

"جامعہ کے ہوسٹل میں دوسرے ہوسٹلوں کی طرح ایک وقت دال پکتی اور شام کے کھانے میں اکثر گوشت ملتا۔ میرا گاؤں قادیان سے سات میل کے فاصلے پر تھا۔ اکثر جمعرات کی شام کو گاؤں چلا جاتا اور جمعہ کی شام کو واپس آجاتا۔ شام کو ہوسٹل میں کھانے کی میز پر بیٹھا تو آج کوئی نئی چیز پکی ہوئی تھی پرندوں کا گوشت تھا جو حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ) نے شکار کر کے طلبا جامعہ کے لئے بھجوائے تھے۔"

(حیات ناصر صفحہ 130-131)

مکرم وقیع الزمان صاحب لکھتے ہیں:

"ایک پروفیسر صاحب مجھے پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک امتحان کے بعد انہوں نے میرا پرچہ لیا اور میرے لکھے ہوئے جوابات کو تضحیک کے انداز میں کلاس کے سامنے پڑھ پڑھ کر سنانا شروع کر دیا۔ میں شہری ماحول سے گیا ہوا طالب علم تھا، مجھے ناگوار گزرا۔ قادیان کی درس گاہوں کے آداب سے پوری طرح واقف نہ تھا اس لئے احتجاجاً کلاس سے اٹھ کر باہر آ گیا اور پروفیسر صاحب کے روکنے کے باوجود نہ رُکا۔ پروفیسر صاحب نے پرنسپل (یعنی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب) کے پاس میری شکایت کی۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ کو میرے جواب سے تسلی نہ ہوئی اور سزا سنائی کہ پانچ روپے جرمانہ یا پانچ چھڑیاں تمام کالج کے سامنے لگائی جائیں۔ حضور رحمہ اللہ تعالیٰ تو چند ماہ کے اندر ہی میرے وحشی قلب کو تسخیر کر چکے تھے۔ حضور رحمہ اللہ کی موجودگی میں ایک عجیب سپردگی کا عالم طاری ہو جاتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ ان میں سے پہلی سزا کون سی ہے؟ جرمانہ یا چھڑیاں۔ جو بھی پہلی سزا ہو وہی مجھے منظور ہے۔ ذرا سوچ کر فرمایا۔ جرمانہ اصل سزا ہے اگر نہ دینا چاہو تو چھڑیاں کھانا ہوں گی۔ جرمانہ فلاں دن تک جمع کروا دو۔

اس زمانے میں ایک طالب علم کے لئے پانچ روپے خاصی بڑی رقم ہوتی تھی۔ ہمارے ہوسٹل کا سارے مہینے کا خوراک کا خرچ فی کس پانچ روپے کے قریب آتا تھا جرمانہ داخل کرنے کی تاریخ سے ایک دن قبل مسجد مبارک میں نماز عصر کے بعد مجھے ایک طرف بلایا اور پوچھا "تم نے جرمانہ ادا کر دیا ہے؟" میں نے عرض کیا: نہیں۔ ابھی تک گھر سے منی آرڈر نہیں پہنچا ہے۔ آنکھیں نیچی کر کے شیروانی کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور پانچ روپے کا نوٹ مجھے دیا کہ جاؤ! کل جرمانہ ضرور داخل کرو ورنہ سارے کالج کے سامنے چھڑیاں کھانا پڑیں گی اور ذرا رعایت نہ ہو گی۔"

"مت پوچھ کہ دل پہ کیا گزری"

(حیات ناصر صفحہ 133-134)

ہے اگر تو ہمیں بھی بتاؤ
یار اس مہرباں سا ایک

کون کرتا ہے کسی سے جتنا وہ کرتا ہے پیار
ہیں درندے ہر طرف وہ عافیت کا ہے حصار

مَیں اِس بچی کا باپ ہوں

سامعین! خلفائے سلسلہ کی بچوں سے محبتوں اور شفقتوں کی طرف لوٹتے ہوئے ایک واقعہ پیش ہے۔ مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم اپنے والدِ محترم حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی بچوں سے محبت اور شفقت کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ "دار مسیح" کے جس حصہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی رہائش تھی اس سے ملحق جو مکان کا حصہ تھا اس میں ہماری والدہ اور بچے رہتے تھے۔ اس کے صحن میں بچے بعض گھریلو کھیلیں شام کو کھیلتے تھے۔ اسی طرح کی ایک کھیل ہم شام کو کھیل رہے تھے کہ ایک لڑکی جو میری ہم عمر تھی (اس وقت میری عمر آٹھ نو سال کی ہو گی) اس نے کوئی ایسی بات کی جس پر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے اس کے منہ پر طمانچہ مارا۔ عین اس وقت ابا جان صحن میں داخل ہو رہے تھے۔ انہوں نے مجھے طمانچہ مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ سیدھے میری طرف آئے۔ مجھے اپنے پاس بلا کر کھڑا کیا اور اس بچی کو بھی پاس بلایا اور اسے کہا کہ اس نے تمہیں مارا ہے تم بھی اس کے منہ پر طمانچہ مارو۔ لیکن پھر بھی اسے جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد غصے میں اور جوش میں مجھے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا باپ نہیں ہے اس لیے تم جو چاہو اس سے سلوک کر سکتے ہو تو **اچھی طرح سن لو کہ میں اس کا باپ ہوں** اور اب اگر تم نے اس پر انگلی بھی اٹھائی تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب بیان کرتے ہیں مجھے بعد میں علم ہوا کہ یہ بچی ایک سید خاندان کی یتیم بچی تھی جو ابا جان سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے زیر سایہ لے لی تھی۔

(یادوں کے دریچے از صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صفحہ 15)

جل رہا ہے ایک عالم دھوپ میں بے سائباں
شکر مولیٰ کہ ہمیں یہ سایہ رحمت ملا

یہ مان ہے ہمیں کہ خلافت کے فیض سے
دن رات شفقتوں کی گھٹائیں نصیب ہیں

جماعت کا ہر بچہ میرا بچہ ہے

سامعین محفل! مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز قادیان میں مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ واپس گھر جانے لگے تو حسب معمول دوستوں نے گھر کے دروازے تک قطار بنالی۔ گزرتے گزرتے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی نظر ایک کم عمر بچے پر پڑی تو آپ رُک گئے اور اس کا نام لے کر پاس بلایا اور کہا تم مجھے کمزور لگے ہو۔ تمہارے ابا تمہارے مناسب کھانے کا معلوم ہوتا ہے انتظام نہیں کرتے۔ ان سے کہنا کہ کل صبح مجھے دفتر آکر ملیں۔ اگلے روز وہ دفتر میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سے ملے تو آپ نے ان کو فرمایا کہ "مجھے بہت رنج ہوا ہے آپ کے لڑکے کو دیکھ کر۔ صحت کمزور لگی ہے۔ اب آپ نے اس کی غذا کا خاص خیال رکھنا ہے اور ایک ماہ کے بعد اس کو ساتھ لا کر مجھے ملانا ہے تا میری تسلی ہو جائے کہ بچے کی پرورش صحیح طریق پر کی جارہی ہے۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ **صرف آپ کا بچہ نہیں جماعت کا ہر بچہ میرا بچہ ہے اور میں اپنی آئندہ نسل کو جسمانی لحاظ سے بھی کمزور نہیں دیکھ سکتا۔**"

(یادوں کے دریچے۔ مصنف صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صفحہ 18)

عجب سرور میں کٹتے ہیں اپنے شام و سحر
رہ حیات میں اک پاسباں سر پر ہے
میرے آقا کی محبت ہو مری روح کی راحت
اس کی شفقت بھری نظروں کی عطا ہو دولت

سامعین محفل! مکرم محمد اقبال صاحب آف کنری ایک دفعہ اپنے بیٹے عزیزم محمود احمد انجم متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ کو پڑھائی میں کمزور جان کر محترم صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ کے پاس حاضر

ہوئے اور عرض کی کہ میرے بیٹے کو سمجھائیں کہ یہ واقف زندگی ہے اس نے خود زندگی وقف کی ہے۔ یہ پڑھائی میں کمزور ہے۔ آپ اس کے لیے دعا کریں۔ خاکسار اس بچے کو آپ کے سپرد کرتا ہے آپ اس کی تعلیم کی نگرانی فرمائیں، یہ مجھ پر احسان عظیم ہو گا۔ آپ نے عزیزم محمود انجم کو کہا کہ آئندہ آپ نے مجھ سے ملتے رہنا ہے اور ہر ماہ اپنی تعلیم کی رپورٹ دینی ہے۔ دو تین ماہ بعد خاکسار جب دوبارہ ربوہ گیا اور اپنے بیٹے کو کہا کہ جب آپ میاں صاحب سے ملتے ہیں تو میاں صاحب کیا فرماتے ہیں؟ بیٹے نے مجھے کہا کہ میاں صاحب نے فرمایا ہے کہ روزانہ کم از کم دو نفل ضرور پڑھا کرو اور روحانی خزائن کا مطالعہ سونے سے پہلے کیا کرو۔ ہر ماہ کوشش کر کے جیب خرچ سے ایک کتاب خرید اکرو۔ جلسہ سالانہ برطانیہ 2003ء میں خاکسار کو شمولیت کا موقع ملا۔ خاکسار نماز پڑھنے بیت الفضل کی طرف جارہا تھا کہ راستہ میں مکرم سید میر محمود احمد صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ ملے۔ خاکسار نے سلام عرض کیا۔ مصافحہ اور معانقہ کیا۔ آپ نے فرمایا آپ کا بیٹا محمود احمد انجم بڑا خوش نصیب ہے جس کی نگرانی پیارے آقا خلافت سے پہلے کیا کرتے تھے اور مجھ سے رپورٹ لیتے رہتے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضور کی دعاؤں سے ہی جامعہ میں کامیاب جارہا ہے۔ میں اور میرا بیٹا کس قدر خوش نصیب ہیں کہ پیارے آقا کی خلافت سے پہلے اور بعد کی دعائیں ساتھ ہیں۔

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور نمبر 2008ء صفحہ 37-38)

ہمیں ناز ہے اس غلامی پہ ہر دم
ملی دائمی ایک نعمت خلافت
ہم اپنے مقدر پر فرحاں بھی ہیں نازاں بھی
حاصل ہیں ہمیں ہر پل اس پیار کی سوغاتیں

سامعینِ محفل! خلفائے سلسلہ کی بچوں سے شفقت ایک ایسا عنوان ہے جس کی سچائی کا ثبوت خود احمدی بچے ہیں جو خلفائے سلسلہ کی محبتوں اور شفقتوں کو آغاز خلافت سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ ہر دور میں خلفائے احمدیت کا بچوں کے ساتھ شفقتوں کا ایسا کبھی نہ ختم ہونے والا سلوک ہے جس کا سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ نمونے کے طور پر ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2013ء کے اگلے دن حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد اپنی رہائش گاہ پر واپس تشریف لے جارہے تھے کہ اچانک ایک احمدی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سامنے آگیا اور درخواست کی کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ان کے بیٹے کی آمین کروائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے از راہ شفقت اس احمدی کی درخواست قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ آج شام کو جو تقریب آمین ہونی ہے اس تقریب میں اپنے بیٹے کو بھی لے آنا۔ اس پر اس احمدی نے کہا کہ حضور! آج شام واپس جارہا ہوں اور مجھے ائیر پورٹ کے لیے شام 6 بجے نکلنا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ جو سیکیورٹی اور سٹاف پر معمور افراد تھے اس قسم کی درخواست پر حیران ہوگئے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس احمدی کی درخواست آرام سے سنی اور فرمایا اپنے بیٹے کو لے آؤ۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ گھر تشریف لے گئے اور کچھ منٹ بعد واپس آئے اور اپنی رہائش گاہ کے سامنے اس بچے کی آمین کی تقریب کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مصروفیت کے باوجود اس احمدی کی ہمدردی کے لیے اور اس کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے پہلے سے طے شدہ آمین کی اجتماعی تقریب سے پہلے اسی وقت اس بچے کی اکیلے آمین کروادی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 تا 27 مئی 2019ء۔ صفحہ 71-72)

اس کی محبت کے ہر لب پہ ترانے ہیں
جس حسن کی ہوتی ہیں افلاک پہ بھی باتیں
مہرباں مشفق مجسم پیار کا پیکر حسیں
بھول جائیں ان کی شفقت یہ تو ممکن نہیں

سامعینِ محفل! خلفائے سلسلہ کی محبت و شفقت کے فیض کا سلسلہ اتنا وسیع اور اتنا دلگداز ہے کہ اسے بیان کرنے کی طاقت نہیں۔ اکناف عالم میں بسنے والے کروڑوں عشاق احمدیت کی طرح احمدی بچے بھی اپنے محبوب کی محبت و شفقت کی دولت سے مالا مال ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ چاکلیٹ، پن اور بچیوں کے سکارف تقسیم کرنے کے مشفقانہ انداز تو ہم ایم ٹی اے پر دیکھتے رہتے ہیں۔ حضور جہاں تشریف لے جاتے ہیں وہاں بھی بچے آپ کے گرد آجاتے اور آپ کی شفقتوں سے برکتیں سمیٹتے رہتے ہیں۔

سامعین محفل! مکرم عبد الماجد طاہر صاحب حضورِ انور کے دورہ کینیڈا کے دوران یکم جولائی 2008ء کی رپورٹ میں تحریر کرتے ہیں: حضور انور خدام الاحمدیہ کے کبڈی کے میچ میں تشریف لے گئے۔ حضور انور یہ میچ دیکھ رہے تھے کہ اس دوران ایک چھوٹی بچی حضور انور کے پاس آگئی اور حضور انور کی گود میں اپنا سر رکھ دیا۔ حضور انور اس بچی سے پیار کرتے رہے جب کبڈی کا میچ ختم ہوا تو حضور انور نے سب کھلاڑیوں کو شرف مصافحہ سے نوازا اور کھلاڑیوں نے حضور انور کے ساتھ تصویر بھی بنوائی۔ اس دوران بھی یہ بچی حضور انور کے ساتھ رہی اور حضور نے اس بچی کا ہاتھ پکڑے رکھا۔ بعد ازاں حضور انور نے بچی کے والد کے بارے میں دریافت فرمایا۔ بچی کی والدہ گراؤنڈ سے باہر کھڑی تھیں وہ آگئیں۔ حضور انور نے مسکراتے ہوئے کمال شفقت سے اس بچی کو اس کی والدہ کے سپرد کیا۔

(روزنامہ الفضل 25 جولائی 2008ء)

جسے تیری محبت مل گئی ہے
اسے دنیا میں جنت مل گئی ہے
حکومت کیا ہے اس نعمت کے آگے
مسیحا کی خلافت مل گئی ہے

(اِس تقریر کے آخری حصہ کے واقعات مکرم شہزاد انور صاحب کے مضمون سے لئے گئے ہیں۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔34﴾

والدین سے حسن سلوک

میری پیاری بچیو اور بچو! مجھے آج آپ کے اپنے محسن والدین سے حسن سلوک پر کچھ کہنا ہے۔
خدا تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف رشتوں میں پرَو دیا ہے، ان میں کسی کو باپ بنایا ہے تو کسی کو ماں کا درجہ دیا ہے اور کسی کو بیٹا بنایا ہے تو کسی کو بیٹی کی پاکیزہ نسبت عطا کی ہے. غرض رشتے بنا کر اللہ تعالیٰ نے ان کے حقوق مقرر فرما دیے ہیں، ان حقوق میں سے ہر ایک کا ادا کرنا ضروری ہے، لیکن والدین کے حق کو خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی بندگی اور اطاعت کے فوراً بعد ذکر فرمایا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رشتوں میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنی بندگی و اطاعت کا حکم ارشاد فرمایا ہے کہ میرے علاوہ کسی اور کی بندگی ہرگز مت کرنا، اس کے بعد فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اولاد کو یہ سوچنا چاہیے کہ والدین نہ صرف میرے وجود کا سبب ہیں بلکہ آج میں جو کچھ بھی ہوں، انہیں کی برکت سے ہوں، والدین ہی ہیں جو اولاد کی خاطر نہ صرف ہر طرح کی تکلیف، درد، دکھ اور مشقت کو برداشت کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات اپنا آرام و راحت اپنی خوشی و خواہش کو بھی اولاد کی خاطر قربان کر دیتے ہیں۔ سب سے زیادہ محنت و مشقت اور تکلیف ماں برداشت کرتی ہے۔
سورۃ احقاف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسٰنَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا

اس ماں نے تکلیف جھیل کر اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف برداشت کر کے اسے جنا۔ حمل کے نو ماہ کی تکلیف اور اس سے بڑھ کر وضع حمل کی تکلیف، یہ سب ماں برداشت کرتی ہے۔

احسان کا لفظ حسن سے مشتق ہے اور حسن سے مراد وہ امر ہے جس میں کامل خوبی پائی جائے۔ کمال کا درجہ ہو اور کوئی نقص یا سقم اور خرابی نہ پائی جائے۔ اس لئے والدین سے حسن سلوک میں احسان کا پہلو چمکتے سورج کی مانند ہے۔

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اب اس کی پرورش کے لیے باپ محنت و مشقت برداشت کرتا ہے، سردی ہو یا گرمی، صحت ہو یا بیماری، وہ اپنی اولاد کی خاطر کسبِ معاش کی صعوبتوں کو برداشت کرتا ہے اور ان کے لیے کما کر لاتا ہے، ان کے اوپر خرچ کرتا ہے، ماں گھر کے اندر بچے کی پرورش کرتی ہے، اس کو دودھ پلاتی ہے، اس کو گرمی و سردی سے بچانے کی خاطر خود گرمی و سردی برداشت کرتی ہے۔ بچہ بیمار ہوتا ہے تو ماں باپ بے چین ہو جاتے ہیں، ان کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں، اس کے علاج و معالجہ کی خاطر ڈاکٹروں کے چکر لگتے ہیں۔ غرض والدین اپنی راحت وآرام کو بچوں کی خاطر قربان کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنا شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے وہیں والدین کی شکر گذاری کا بھی حکم ارشاد فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سورۃ لقمان میں فرماتا ہے۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ

کہ میرا شکر یہ ادا کرو اور اپنے والدین کا شکر یہ ادا کرو۔

میرے بچو! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بھی تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ بوڑھا کون ہے؟ اس شخص نے جواب میں کہا کہ یہ میرا باپ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تَمْشِ وَلَا تَقْعُدْ قَبْلَه وَلَا تَدْعُهُ بِاسْمِهِ وَلَا تَسْتَبَّ لَه

یعنی ان کے آگے مت چلنا، مجلس میں ان سے پہلے مت بیٹھنا، ان کا نام لے کر مت پکارنا، ان کو گالی مت دینا۔

عزیزو! بڑھاپے میں جب والدین کی کوئی بات ناگوار گزرے تو ان سے کیسے گفتگو کی جائے، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا

یعنی ان سے خوب ادب سے بات کرنا، اچھی بات کرنا، لب ولہجہ میں نرمی اور الفاظ میں توقیر و تکریم کا خیال رکھنا۔ خطاکار اور زر خرید غلام، سخت مزاج اور تُرش رو آقا سے جس طرح بات کرتا ہے، اس طرح بات کرنا قولِ کریم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی رضامندی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی ماں باپ کی ناراضگی میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے وہیں ان کے لیے دعا کرنے کا بھی حکم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا

کہ اے میرے رب! تو میرے والدین پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں (رحمت و شفقت کے ساتھ) میری پرورش کی ہے۔

ہر نماز کے بعد والدین کے لیے دعا کرنے کا معمول بنالیں۔

پیارے بچو! یہاں میں ایک اور دعا بھی آپ بچو کو سکھلا جاؤں۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

کہ اے میرے پروردگار! روز حساب تو میری، میرے والدین کی اور تمام ایمان والوں کی بخشش فرمانا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہمّ و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم

ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بڑے بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔ باپ کی رضامندی کو میں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔"

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب ان کو تمہارے سہارے کی ضرورت ہے۔ تو تم یہ کہہ دو کہ نہیں، ہم تو اپنے بیوی بچوں میں مگن ہیں ہم خدمت نہیں کر سکتے۔ اگر وہ بڑھاپے کی وجہ سے کچھ ایسے الفاظ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہوں تو تم انہیں ڈانٹنے لگ جاؤ، یا مارنے تک سے گریز نہ کرو۔ بعض لوگ اپنے ماں باپ پر ہاتھ بھی اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے خود ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، بہت ہی بھیانک نظارہ ہوتا ہے۔ اُف نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ تمہاری مرضی کی بات نہ ہو بلکہ تمہارے مخالف بات ہو تب بھی تم نے اُف نہیں کرنا۔ اگر ماں باپ ہر وقت پیار کرتے رہیں، ہر بات مانیں، ہر وقت تمہاری بلائیں لیتے رہیں، لاڈ پیار کرتے رہیں پھر تو ظاہر ہے کوئی اُف نہیں کرتا۔ فرمایا کہ تمہاری مرضی کے خلاف باتیں ہوں تب بھی نرمی سے، عزت سے، احترام سے پیش آنا ہے اور نہ صرف نرمی اور عزت و احترام سے پیش آنا ہے بلکہ ان کی خدمت بھی کرنی ہے اور اتنی پیار، محبت اور عاجزی سے ان کی خدمت کرنی ہے جیسی کہ کوئی خدمت کرنے والا کر سکتا ہو۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 4 جنوری 2004ء)

میرے عزیز بچو و بچیو! حسن سلوک کا یک اہم پہلو اطاعت و فرمانبرداری کا بھی ہے اطاعت کا حقیقی مفہوم "سمعنا و اطعنا" کے الفاظ میں پایا جاتا ہے۔ سادہ انداز میں اسے یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

سماجی اور تمدنی زندگی نے حقوق و فرائض کے کے دائرہ ہائے فکر و عمل متعین کر دئے ہیں۔ والدین کے جو حقوق و فرائض ہیں ان کے حقوق کی منصفانہ اور مساویانہ ادائیگی کا نام اطاعت و فرمانبرداری ہے جو اولاد کے فرائض کا دوسرا نام ہے۔

اطاعت والدین میں "نہ کر" (ترک شر) اور "کر" (ایصال خیر) کے دونوں پہلو موجود ہیں ان دونوں باتوں کا لحاظ رکھے بغیر اطاعت والدین کا فریضہ کما حقہٗ ادا نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید نے پوری صراحت و وضاحت سے ان دونوں زاویوں کو اجاگر کیا ہے۔ اس لئے اولاً "نہ کر" کے کردار و عمل کا بحوالہ قرآن کریم ذکر کیا جاتا ہے۔

بڑھاپے میں انسان کا جسم و روح گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ کمزور سے کمزور تر ہوتے جاتے ہیں۔ عدم برداشت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مختلف عوارض لاحق ہو جاتے ہیں۔ مزاج میں چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔ احساسِ تکلیف بڑھ جاتا ہے۔ اس کے مقابل پر اولاد کے قویٰ توانا اور مضبوط ہوتے ہیں۔ برداشت کا مادہ بڑھا ہوتا ہے ان حالات میں جب والدین کی جانب سے درشتی، سختی اور ناگواری کی بات کا اظہار ہو تو ارشاد خداوندی ہے کہ اولاد "اُف" تک کا اظہار بھی نہ کرے یہ ناپسندیدہ کا کم سے کم اظہار ہے۔ یعنی چہرہ کے اتار چڑھاؤ سے اور لبوں کی حرکت و جنبش سے اپنی ناگواری ظاہر نہ کرے۔

"تنہر" کی صورت کے سامنے بلند آواز، درشت انداز، جھڑکنا اور سختی سے روا رکھے جانے والے بدسلوک رویہ سے روکا گیا ہے۔ "اُف" اور "تنہر" جیسے الفاظ کے ذریعے والدین کے احساسات و جذبات کا تحفظ کیا گیا ہے۔

مشرکانہ امور میں والدین کی اطاعت کو لازم قرار نہیں دیا گیا ہے البتہ دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات جن کو لفظ "معروف" سے تعبیر کیا گیا ہے وہ قائم اور برقرار رکھنے کا ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا (الفرقان:16)

کہ اگر وہ دونوں تجھ سے بحث کریں کہ تو کسی کو میرا شریک مقرر کر جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے تو ان دونوں کی بات مت مانیو ہاں دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ نیک تعلقات قائم رکھیو۔

پیارے بچو! اطاعت والدین کے سلسلہ میں عمل سے قبل اندازِ گفتگو آتا ہے۔ ان ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قول کریم سے کام لیں۔ یعنی اس انداز اور طریق پر والدین کو مخاطب کریں کہ ان کی بزرگی، وقار و عظمت اور جلالت کو زک اور ٹھیس نہ پہنچے۔ ان کی کسر شان نہ ہو۔ نہایت ادب و احترام سے گفتگو کریں تاکہ ان کی عزت و تکریم میں اضافہ ہو۔ کمی نہ آئے۔ ان کی وجاہت برقرار رہے۔ اطاعت کی عملی صورت میں طرز عمل عاجزانہ رنگ رکھتا ہو اور اس میں رحم کا جذبہ کارفرما ہو۔

ایک انسان کے مالی وسائل کا فقدان، اثراتِ ماحول اور دیگر قضاء وقدر کے حالات بعض اوقات اطاعت کے معاملہ میں سدّ راہ بن کر اطاعت کی کمی کا باعث بن جاتے ہیں۔ انسان فرائض کی ادائیگی میں مجبور و معذور ہو جاتا ہے اور مقدور بھر خدمت بجالانے سے محروم اور قاصر رہتا ہے۔ ایسے پیش آمدہ حالات کے وارد ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے اولاد کو والدین کے لئے ہمیشہ دعاگو رہنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی چادر انسان کی بشری کمزوریوں اور دیگر نامساعد حالات کو ڈھانپے رکھے۔ دعا کرتے وقت اپنی صغر سنی کو مد نظر رکھے کہ ان حالات میں میرے والدین میری پرورش میں ذاتی محبت سے ہمہ وقت لگے رہے۔ خود تکالیف اٹھائیں اور مجھے آرام دیا۔ میری کمزوری کے زمانہ میں سہارا بنے۔ میری پرورش و نگہداشت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

پیارے بچو! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ

"خاک آلودہ ہو گئی اس کی ناک جس نے والدین میں سے دونوں یا کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر وہ جنت میں داخل نہ ہوا۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

"اللہ تمام گناہ جو وہ چاہے گا معاف کر دے گا سوائے والدین کی نافرمانی کے۔"

(مشکوٰۃ)

ایک صحابیؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! والدین کا اس کی اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ تیرے لئے جنت ہیں یا دوزخ۔ یعنی اطاعت اور عدم اطاعت جنت اور جہنم کے مترادف ہے۔ (ابن ماجہ)

ایک صحابیؓ نے آنحضورؐ کے دربار میں حاضر ہو کر جہاد میں شریک ہونے کی خواہش اور ارادہ کا اظہار کیا تو حضرت سرور کائناتؐ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! زندہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی خدمت ہی جہاد ہے۔

ایک موقع پر حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ باپ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔

والدہ کے بلند مقام و مرتبہ کے حوالہ سے حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ غرض کہ اطاعت والدین اجر وثواب کے اعتبار سے ایک بہت بڑا اُخروی خزانہ ہے جو خدمت والدین کا مرہون منت ہے۔

حضرت نوحؑ کے بیٹے نے اطاعتِ والد سے انحراف کیا۔ نافرمانی کی اور طوفان کا نشانہ بن کر غرق ہوا اور اس کا سبب عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ تھا جس سے عدم اطاعت وقوع پذیر ہوئی۔

دوسری جانب حضرت ابرہیمؑ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کی تابعداری والد کا ذکر قرآن کریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ نے ان کے سامنے اپنی رویا کا ذکر کیا کہ جس میں وہ اسے ذبح کر رہے ہیں۔ تو بیٹے نے فی الفور عرض کی کہ جو آپ کو حکم خداوندی ملا ہے وہ پورا کریں۔ میں دل وجاں سے حاضر ہوں اور واقعتاً آپؑ قربان ہونے کے لئے عملی رنگ میں تیار بھی ہو گئے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ کی سیرت طیبہ میں اطاعت والدین کے زریں ابواب ہیں۔ گو حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن یتیمی میں گزرا۔ لیکن آپؐ نے اپنی رضاعی ماؤں کا ہر لحاظ سے واجبی اکرام کو ملحوظ رکھا۔ ثوبیہ جو ابولہب کی لونڈی تھی اور جس نے محض چند روز ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا آپؐ نے ان کی پوری عمر ان کا خیال رکھا اور مکہ میں مدینہ سے ان کی امداد فرماتے رہے۔

اسی طرح حلیمہ سعدیہ کی عزت و تکریم ہر موقع پر فرماتے رہے اور اس طرح اطاعت والدین کا اسوہ حسنہ امت کے سامنے رکھا۔

حضرت اویس قرنی جن کی نسبت حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یمن سے اللہ کی خوشبو آتی ہے۔ وہ اپنی بوڑھی ضعیفہ والدہ کی خدمت و تیمارداری میں لگے رہے اور ظاہری طور

پر آستانہ نبوتؐ پر حاضری کا موقع میسر نہ آیا۔ لیکن اطاعت سے اور عشق رسولؐ سے صحابہؓ کے ہم رنگ ہوئے۔

پیارے اَطفال اور پیاری ناصرات! آخر میں آپ سے یہی درخواست ہے کہ جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہے تو ان کو اللہ کی بہت بڑی نعمت سمجھ کر ان کی فرمانبرداری کریں، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، جتنا ہو سکے ان کی خدمت کریں اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی بھرپور کوشش کریں اور جن کے والدین دونوں یا ان میں سے کوئی ایک اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہوں تو ان کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ ان کی وصیت کو نافذ کریں، ان کے ذمّہ اگر کوئی قرض ہو تو اسے ادا کریں، ان کے لیے دعا کریں، اللہ سے ان کے لیے رحمت و مغفرت طلب کریں، ان کی طرف سے صدقہ کریں، والدین کے قریبی رشتہ داروں اور تعلق والوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین

(بتعاون: محمد اشرف کاہلوں)

۞۞۞۞

﴿17﴾ ﴿مشاہدات۔1291﴾

ماں باپ کبھی نہیں مرتے؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَآ اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا (بنی اسرائیل:24)

یعنی تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔

پھر آ رکھوں قدمِ مادر و پدر پہ جبیں
کِیا جنہوں نے محبّت کا رازداں مجھ کو

معزّز سامعین! گزشتہ دنوں ماہنامہ "قندیل ادب انٹرنیشنل" میں "رجل خوشاب" کے نام سے ایک تحریر بعنوان "والدین کبھی مرتے نہیں" نظروں سے گزری۔ موصوف نے دو ورقہ مضمون میں اپنے والدین کے احسانات کا ذکر کر کے والدین سے اپنے تعلقات کا ذکر کیا ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ موصوف کے والدین کے درجات بلند کرتا رہے۔

اِس مضمون کا عنوان مجھے بہت پسند آیا اور اپنے والدین کی وفات 1993ء میں ابا جان مکرم چوہدری نذیر احمد صاحب سیالکوٹی اور 1996ء میں امّی جان مکرمہ مریم صدیقہ صاحبہ کی وفات دل و دماغ میں تازہ ہو کر مرحومین کے احسانات اور اُن کی محبتیں و شفقتیں ذہن میں آنے لگیں۔ لیکن آج مجھے مرحومین کے احسانات کا ذکر کرنا مقصود نہیں تاہم آپ دونوں کی مغفرت اور بلندیٔ درجات کی دُعا کے ساتھ اُس مضمون کی طرف آتا ہوں جو یہ عنوان سامنے آتے ہی ذہن و دماغ میں گھومنے لگا۔ ماں باپ وہ عظیم محسن ہستیاں ہیں جن کے احسانات کا سفر انسان کی پیدائش سے ہی شروع نہیں ہوتا بلکہ میاں بیوی کی آپس میں

شادی بالخصوص میاں بیوی کے آپس میں اُس ملاپ سے شروع ہوتا ہے۔ جس ملاپ سے اللہ تعالیٰ نے اُس وجود کی پیدائش کا فیصلہ کیا۔ اسلام نے والدین کو ملاپ کے وقت دُعا کرنے کی تلقین کی ہے۔ پھر مسلسل پیدائش تک والدین بچے کے لئے دُعا کرتے رہتے ہیں۔ بالخصوص والدہ نو ماہ کی ایک تکلیف دہ Process کے بعد تکلیف سے بچے کو جنم دیتی ہے۔ پھر تمام عمر ماں گھر میں رہ کر بچے کی خدمت کرتی ہے اور باپ باہر محنت و مشقّت سے پیسے کما کر نہ صرف بچے کا پیٹ پالتا ہے بلکہ اُس کی اعلیٰ تعلیم کے لیے اخراجات مہیا کرتا ہے۔ دنیا کے ہر بچے کو اپنے ماں باپ بہت پیارے ہوتے ہیں اور ہر ماں باپ کو اپنے بچے سے مثالی پیار ہوتا ہے۔ جناب نعیم اللہ باجوہ آف آسٹریلیا نے کیا خوب لکھا ہے کہ "باپ کبھی مرتا نہیں، وہ صرف وقت کی کتاب میں ایک ایسا باب بن جاتا ہے جسے پڑھتے ہوئے ہر آنکھ نم اور ہر دل نرم ہو جاتا ہے۔"

(ماہنامہ قندیلِ ادب اگست 2026، صفحہ 27)

موصوف نے "باپ" کا ذکر کر کے ایک کتاب سے مثال تو دے دی لیکن اِس کتاب کو درد اور دُکھ کی سیاہی سے لکھنے والی "ماں" کا ذکر نہیں کیا۔ اگر اس کتاب کو لکھنے کے لیے باپ نے قلم مہیا کیا تو ماں اُسی قلم میں روشنائی بھرتی رہی۔ اِن والدین میں سے کسی ایک کی یا دونوں کی وفات کے بعد یہ کھلی کتاب ہمارے سامنے رہتی ہے۔ کبھی دیوار کی طرف دیکھیں تو اِس کتاب کا کوئی ایک صفحہ کُھل جاتا ہے۔ مکان کے کسی کونہ یا والدین کے بیڈ روم کو دیکھیں تو اِس کتاب کا کوئی اَور صفحہ کھول کر ماضی کی یادوں میں انسان کھو جاتا ہے۔ والدین کی اولاد یعنی اپنے بہن بھائیوں کو دیکھیں تو ہم بہن بھائیوں میں سے کسی کی شکل والد سے مل رہی ہوتی ہے، اُسے دیکھ کر والد کی یادیں تازہ ہو جاتی ہیں۔ کسی کا چہرہ ماں سے مشابہہ ہو کر ماں کی یادیں، اُن کا گھر میں چلنا پھرنا، اُٹھنا بیٹھنا، اُس کا کام کاج یاد آنے لگتا ہے۔ ہم میں سے اگر کسی کا پورا چہرہ نہیں ملتا تو بعض کے کچھ نقوش مل رہے ہوتے ہیں۔ کسی کی چال، کسی کے بیٹھنے کا طریق ماں باپ کی یاد تازہ کرواتا ہے۔ یہ یادیں صرف اولاد کے ذریعہ ہی نہیں بلکہ خاندان کے بزرگوں اور اُن کے چہروں کے نقوش دیکھ کر والدین باوجود وفات پر جانے کے اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دے رہے ہوتے ہیں۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ گھر میں پوتا یا پوتی پیدا ہو تو یہ سنائی دیتا ہے کہ "اِس کا چہرہ اپنے دادے دے نال کِنّا ملدا اے۔" بعضوں کا اندازِ تحریر اور بعضوں کا اندازِ تقریر اپنے والدین میں سے کسی ایک سے ملتا ہے۔

ابھی چند دن قبل مجھے ایک بزرگ دوست نے اپنی تحریر کردہ تصنیف جو جماعت کے ایک بزرگ واقف زندگی پر تھی، دی۔ میری مسز نے اس کے ٹائیٹل پر چسپاں تصویر کو دیکھ کر کہا کہ ان کی آنکھیں فلاں کے ساتھ کتنی ملتی ہیں۔ خاکسار نے جواباً کہا کہ "نانا جو ہوئے اُن کے"

سامعین! 1980ء-1981ء کی بات ہے کہ مَیں بدّوملہی ضلع سیالکوٹ حال نارووال میں بطور مربّی خدمات بجالا رہا تھا کہ مَیں ایک دَورہ کے دوران "خانا میانوالی" گاؤں سے اپنے آبائی گاؤں "چندر کے" کی طرف پیدل کھیتوں میں منڈیر پر چل کر جا رہا تھا کہ گاؤں "چندر کے" کے قریب کھیتوں کے کنارے پانی بہتے کھالے کے اوپر چارپائی ڈالے ایک معمر آدمی بیٹھا حُقّہ پی رہا تھا۔ جس کی نظر عمر گزرنے کے ساتھ ساتھ کمزور ہو چکی تھی۔ مَیں نے اُس کے قریب سے گزرتے "السلام علیکم" عرض کی تو اُس نے اپنی آنکھوں کے اوپر اپنا دائیاں ہاتھ رکھ کر اپنی آنکھوں کو ذرا سا موندھا اور میری طرف دیکھا اور بولا "تُوں میاں حبیب اللہ دا پوتر ااِیں"۔ مَیں اس 80 سالہ کے قریب بابا جی کی یہ بات سُن کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا اور سخت پریشان بھی ہوا کہ مَیں تو اپنی 30 سالہ عمر میں بحیثیت مربّی اپنے گاؤں کو پہلی دفعہ دیکھ رہا ہوں یا دیکھا ہے تو ان بزرگ نے کیسے مجھے پہچان لیا۔ مَیں نے بابا جی سے پوچھ ہی لیا کہ آپ نے مجھے کیسے پہچانا۔ وہ بولے کہ "تمہارا ماند ھڑا (یعنی چہرہ) اور چال میاں حبیب اللہ سے ملتی ہے۔" مَیں نے کہا کہ بابا جی! وہ تو 1961ء میں وفات پا گئے ہیں اور انہوں نے 1947ء میں پارٹیشن کے بعد قادیان سے ربوہ آکر ڈیرے ڈالے۔ مُڑ کر گاؤں نہیں آئے تب بھی آپ نے پہچان لیا۔ تو بولے۔ "او میرا یار سی۔ اَسی اکٹھے گوٹیاں کھیلدے رہیں آں۔"

اب دیکھیں! یہ بزرگ جن کی عمر 80 برس کے قریب قریب تھی۔ آنکھوں کی نظر کمزور ہو چکی تھی۔ بیچ کھیتوں ویران علاقے میں صرف گزرتے، چال دیکھ کر کئی دہائیوں قبل دیکھے اور ملے ہوئے اپنے دوست کے پوتے کو پہچان لیا۔ مَیں نہیں جانتا کہ وہ بزرگ احمدی تھے یا نہیں لیکن ایک ویرانے میں اُس اَن پڑھ بوڑھے شخص نے میرے دادا جی کی کتاب کھول کر میرے سامنے رکھ دی اور درپردہ دعوت دی کہ اِسے پڑھتے رہیں۔

سامعین! مَیں بات کر رہا تھا کہ ماں باپ کبھی نہیں مرتے۔ کبھی وہ راتوں کو خواب میں ملتے ہیں اور بعض اوقات خاندان کی غلطیوں اور پڑی دڑاروں کی طرف توجہ دلا کر اُسے درست کرنے کی طرف ویسے ہی توجہ دلا رہے ہیں جس طرح زندگی میں دلایا کرتے تھے۔ کبھی اُن کی فوٹوز دیکھ کر اُن کی یادیں تازہ ہو رہی ہوتی ہیں۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ تصویریں بولتی ہیں۔ کبھی اُن کے لئے دعائیں کر کے، اُن کی طرف سے صدقات دے کر بزرگ مرحوم والدین کی یادیں تازہ رکھی جاتی ہیں۔ بعض اہل ثروت لوگ اپنے والدین کی یاد میں کوئی ٹرسٹ قائم کر کے اُن کے نام کو زندہ کرتے ہیں۔ کوئی اُن کے نام سے اسکول کھول دیتا ہے اور کوئی، والدین کے نام سے ہسپتال قائم کر دیتا ہے۔ جیسے میرے بھائی عزیزم ڈاکٹر مبارک احمد شریف نے والدہ محترمہ کے نام پر "مریم ہسپتال" کھول رکھا ہے۔ جب بھی کسی عزیز، دوست اور واقف کار کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہماری والدہ ہیں تو فوراً اُن کی خصوصیات، خوبیاں اور نیکیاں بیان کرنی شروع کر دیتے ہیں۔ الغرض مائیں یا باپ مرا نہیں کرتے بلکہ اِن کی نیکیوں سے اولاد کے نام روشن ہو رہے ہوتے ہیں اور اولاد کے کارناموں سے والدین زندہ رہتے ہیں۔

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے مشن کو آگے بڑھایا اور آپؓ کی صداقت کے عظیم نشانات میں سے ایک بنے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد 19 سال کی عمر میں آپؓ نے جو پہلی تقریر کی اس کے متعلق ایک صاحب علم و فضل بزرگ حضرت مولوی شیر علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

"ایک اَور واقعہ جس کا میں اس مضمون میں ذکر کرنا چاہتا ہوں وہ حضور رضی اللہ عنہ کی پہلی تقریر ہے۔ یعنی (مولوی صاحبؓ کے زمانے میں تو زندہ تھے،) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی تقریر ہے جو حضورؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے سالانہ جلسہ کے موقع پر کی۔ یہ جلسہ مدرسہ احمدیہ کے صحن میں منعقد ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے دائیں طرف سٹیج پر رونق افروز تھے۔ سٹیج کا رخ جانب شمال تھا۔ اس تقریر کے متعلق دو باتیں قابل ذکر ہیں۔ مولوی شیر علی صاحب لکھتے ہیں۔ اوّل عجیب بات یہ تھی کہ اُس وقت آپؓ کی آواز اور آپؓ کی ادا اور آپؓ کا لہجہ اور طرزِ تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرز تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے

دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی، جو ابھی تھوڑا عرصہ ہی ہوا تھا ہم سے جدا ہوئے تھے، یاد تازہ ہوگئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسر موعودؓ کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہی تھی جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی ہے آنسو جاری ہوگئے اور اُن آنسو بہانے والوں میں ایک خاکسار بھی تھا۔ اگر یہ کہنا درست ہے کہ انسان کی روح دوسرے پر اترتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روح آپ پر اتر رہی تھی اور اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ یہ ہے میرا پیارا بیٹا جو مجھے بطور رحمت کے نشان کے دیا گیا تھا اور جس کی نسبت یہ کہا گیا تھا کہ وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 22/ فروری 2019ء)

حضرت مصلح موعودؓ کے صاحبزادے حضرت مرزا حنیف احمد صاحب کی وفات پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

" آپ کی بیٹی نے بتایا کہ انہوں نے کسی صحابی کا قصہ بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے درجات بلند ہوتے جا رہے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ میرے تو ایسے اعمال نہ تھے۔ اس پر اُنہیں بتایا گیا کہ تم نے جو اپنی نیک اولاد چھوڑی ہے وہ ہر وقت تیرے لئے دعا کرتی ہے اور اس سے ہر روز تیرے درجے میں اضافہ ہوتا ہے۔ کہتی ہیں، اپنے بچوں کو نصیحت کرتے تھے کہ میرے لئے دعا کرتے رہنا۔ اللہ کرے کہ ان کی اولاد نیکیوں پر قائم ہو۔ جس طرح کہ وہ دیکھنا چاہتے تھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد اور اپنی جماعت کے لئے جو دعائیں کی ہیں اس دعا کے مصداق اور ان کے بچے بھی اور باقی افرادِ خاندان بھی اور جماعت بھی بنے۔ حضرت مصلح موعود نے بچوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولادیں اور اُن کی اولادیں ابد تک تیری امانت ہوں جس میں شیطان خیانت نہ کر سکے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔

(میری سارہ، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 189)

(خطبہ جمعہ 14/ فروری 2014ء)

اولاد کی اچھی اور دینی تربیت دنیا میں والدین کے لیے نیک نامی کا باعث اور آخرت میں کامیابی کا سبب ہے، جب کہ نافرمان و بے تربیت اولاد دنیا میں بھی والدین کے لیے وبالِ جان ہو گی اور آخرت میں بھی رسوائی کا سبب بنے گی۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتے ہیں کہ

" نیک اولاد، اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والی اولاد جہاں اپنی عاقبت سنوارنے والی ہو گی، وہاں نیک اولاد کے عمل اور اُن کی دعائیں جو وہ والدین کے لئے کر رہے ہیں، والدین کے درجات اگلے جہان میں بھی بلند کرنے کا باعث بن رہی ہوں گی۔"

(خطبہ جمعہ 3/ مئی 2013ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بے شمار دفعہ مستورات کو خود بھی نماز پر کاربند رہنے اور اپنی اولادوں کو بھی نماز کی پابند بنانے کی طرف توجہ دلائی اور ایک موقع پر فرمایا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر آپ ماؤں نے اپنے بچوں اور بچیوں کو نماز کا عادی بنایا ہو گا تو آپ کی وفات کے بعد جب وہ نمازِ ظہر پڑھیں گے تو گو آپ قبر میں سو رہی ہوں گی مگر فرشتے آپ کے حق میں لکھ رہے ہوں گے کہ اِس بی بی نے نماز ظہر ادا کی۔ اگر آپ کی اولاد نے نمازِ عصر ادا کی تو فرشتے کہہ رہے ہوں گے کہ اِس بی بی نے بھی نماز عصر پڑھی۔ اِسی طرح حضور نے نمازِ مغرب، نماز عشاء اور نماز فجر کا نام لے کر فرمایا کہ اگر آپ کے بچے یہ نمازیں آپ کی وفات کے بعد پڑھیں گے تو اس کا اجر آپ کے حق میں لکھا جائے گا۔ جبکہ آپ قبر میں سو رہی ہوں گی۔

نماز کا والدین کے ساتھ نیکی کرنے سے بہت قریبی تعلق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ نماز وقت پر ادا کرنا پھر پوچھا کہ نماز کی بروقت ادائیگی کے بعد کون سا عمل بہتر ہے۔ فرمایا۔ والدین سے حسن سلوک۔

(بخاری کتاب الجھاد)

یہ ہے روحانی مفہوم کہ مائیں مرا نہیں کرتیں۔ وہ خود بھی تا ابد زندہ رہتی ہیں اور اپنی اولاد کو بھی زندہ رہنے کے گُر سکھلا جاتی ہیں۔

سامعین! ہم عموماً مشاہدہ کرتے ہیں کہ ماں باپ میں سے کسی ایک کی وفات کے بعد بچے گھروں میں اکھٹے بیٹھ کر فوت شدہ ماں یا باپ کی باتیں کر کے اُن کو یاد کرتے ہیں۔ اُن کے کپڑوں کو لمس کر کے کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ان سے ابا مرحوم یا امی مرحومہ کی خوشبو آ رہی ہے۔ اسلام آباد مسجد مبارک میں ایک دوست کچھ عرصہ سے جمعہ پر اپنے ابا مرحوم کی قراقلی ٹوپی پہن کر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ٹوپی پہن کر مجھ میں ابا مرحوم کی feelings لگتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اُذْکُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاکُمْ کے تحت اپنے مرحوم والدین کے اوصاف، شمائل اور اخلاق کا نا صرف ذکر کرتے رہنا چاہئے تا وہ نیکیاں اور اُن کے اچھے فعل اپنے اندر اُتارنے کی کوشش کریں تا ہمارے گھروں میں ہمارے بزرگ مرحوم والدین کی روحوں کا احساس ہوتا رہے۔

پیارے بھائیو! آئیں اب اسلامی نکتہ نظر سے دیکھیں کہ والدین کبھی نہیں مرتے بلکہ اُن کے نمائندے والدین کے مرنے کے بعد بھی خاندان میں موجود رہتے ہیں۔ بات بڑی بہن اور بڑے بھائی کی کرتے ہیں۔ فیملی میں بڑی بہن بمنزلہ ماں اور بڑا بھائی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

حَقُّ کَبِیْرِ الْاِخْوَۃِ عَلٰی صَغِیْرِھِمْ کَحَقِّ الْوَالِدِ علی وَلَدِہٖ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 421)

گویا کہ ماں کی شکل میں بڑی بہن اور باپ کی شکل میں بڑا بھائی گھر میں ماں باپ کی زندگی کی علامت ہوتے ہیں۔ بلکہ باپ کے وفات یافتہ ہونے کی صورت میں بہن کے نکاح میں ولایت جوان ہونے کی صورت میں بڑے بھائی کو منتقل ہو جاتی ہے۔ ورنہ چچا کو منتقل ہو گی اور چچا کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ "چچا بھی باپ کی مثل ہوتا ہے۔" (مسلم کتاب الزکوٰۃ) نیز باپ کی عدم موجودگی میں بچہ کی اُس کے گھر پرورش ہو گی۔ (ترمذی ابواب البرّ والصلہ)

اُدھر خالہ ماں کی مثل ہے۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کی کہ حضور! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ کیا اِس کی کوئی تلافی ہے؟ آنحضورؐ نے دریافت فرمایا۔ کیا تیری ماں زندہ ہے۔ عرض کیا۔ نہیں! فرمایا۔ خالہ ہے؟ عرض کی ہاں!۔ فرمایا۔ اِس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ خدا تیرا گناہ بخش دے گا۔ (ترمذی۔ کتاب البرّ والصّلہ)

ایک دفعہ حضرت حمزہؓ کی بیٹی کو چچا (حضرت علیؓ) یا خالہ (زوجہ حضرت جعفر طیارؓ) کو دینے کا مسئلہ پیدا ہوا تو حضورؐ نے بچی خالہ کی گود میں ڈال کر فرمایا کہ اَلْخَالَۃُ بِمَنْزِلَۃِ الْاُمِّ کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے۔

(بخاری کتاب المغازی)

حضرت ابواسید الساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ ہماری موجودگی میں ایک دفعہ قبیلہ بنی سلمہ کا ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یارسول اللہؐ! کیا کوئی ایسی نیکی ہے جو مَیں اپنے والدین کے ساتھ ان کی وفات کے بعد کر سکوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں کیوں نہیں! ان کے لئے رحمت، مغفرت اور بخشش کی دعا کرو۔ انہوں نے جو وعدے کسی سے کر رکھے تھے انہیں پورا کرو اور ان کی رضا اور خوشی کے لئے ان کے ملنے والے عزیز و اقارب اور دوستوں کی تعظیم و تکریم کرو اور ان سے اسی طرح صلہ رحمی کرو جس طرح تیرے والدین اپنی زندگی میں ان سے کیا کرتے تھے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ایک صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری ماں کی جان اچانک نکل گئی ہے۔ اگر وہ بولتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ اب اگر مَیں صدقہ کروں تو کیا اِسے ثواب ملے گا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! تو اُس نے ایک باغ جو اُس کی پاس تھا صدقہ کر دیا۔

میری والدہ کی وفات کی تار جب مجھے ملی تو اُس وقت مَیں بخاری پڑھ رہا تھا۔ وہ بخاری بڑی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ مَیں نے اُس وقت کہا۔ اے اللہ! میرا باغ تو نہیں ہے۔ تو مَیں نے بخاری وقف کر دی۔ فیروز پور میں فرزند علی کے پاس ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 578)

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

"انسان کو چاہئے کہ اپنے ماں باپ سے بہت ہی نیک سلوک کرے۔ تم میں سے جس کے ماں باپ زندہ ہیں وہ ان کی خدمت کرے اور جس کا ایک یا دونوں وفات پا گئے ہیں وہ ان کے لئے دعا کرے۔ صدقہ دے اور خیرات کرے۔" (حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 183)

ایک دفعہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک سفر کے دوران ایک بدّو کو بہت عزّت دی۔ اپنی سواری پر بٹھایا۔ اپنی پگڑی اُتار کر اس کے سر پر باندھی اور فرمایا اس کے والد، میرے والد حضرت عمرؓ کے دوست تھے اور مَیں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: إِنَّ أَبَرَّ الْبِرِّ صِلَةُ الرَّجُلِ أَهْلُ وُدِّ أَبِيْهِ کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی اپنے والد کے دوستوں سے حسن سلوک کرے۔

(مسلم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص قرابت داروں سے حسن سلوک نہیں کرتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ 17)

اپنی اسی معرکہ آراء کتاب میں احباب جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں۔"

(کشتی نوح صفحہ 60)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ماں باپ کے وقت میں تو ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو دیکھ کر تم لوگ بھی ان رشتہ داروں سے حسن سلوک کر دیتے ہو۔ وہ گھر میں آتے ہیں تو ہنس کر بات کرتے ہو، عزت سے سوال کرتے ہو لیکن کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ماں باپ کے گزرنے کے بعد پھر ان کو بھول جاتے ہیں۔ تو ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے اور ایسے جلسہ کے موقع پر بھی مہمان آتے ہیں جو کسی زمانے میں ماں باپ کو بہت پیارے تھے اور عزیز تھے۔ ان کی رشتہ داری تھی یا نہیں تھی مگر ان سے بہت حسن سلوک کیا کرتے تھے تو ان کے مرنے کے بعد جو نیکیاں ان کو پہنچائی جاسکتی ہیں، ان میں ان کے لئے عزّت کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ بنانی اور ان کے لئے ہر قسم کی آسائش کے سامان مہیا کرنے یہ بھی ایک بہت اہم نیکی ہے۔ ساتھ ہی فرمایا ان کے دوستوں کی بھی عزّت کرنی چاہئے۔ صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں بلکہ دوستوں کے لئے بھی۔" (روزنامہ الفضل 2/ مئی 2000ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون بارے ان الفاظ میں جماعت کو نصیحت فرمائی ہے:

"ماں باپ سے حسن سلوک زندگی میں تو جو کرنا ہے وہ تو کرنا ہی ہے۔ مرنے کے بعد کے بھی ان کے لئے دعائیں کرو، ان کے لئے مغفرت طلب کرو اور اس کے علاوہ ان کے وعدوں کو بھی پورا کرو، ان کے قرضوں کو بھی اُتارو... یہاں تو یہ حکم ہے کہ صرف ان کے وعدوں کو ہی پورا نہیں کرنا بلکہ ان کے دوستوں کا بھی احترام کرنا ہے، ان کو بھی عزت دینی ہے اور ان کے ساتھ جو سلوک والدین کا تھا اس سلوک کو جاری رکھنا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 12/ جنوری 2004ء)

سامعین! ہمارے ماں باپ ہرگز مرتے نہیں۔ اِس کے لیے ہمارے خلفاء نے جماعت میں یہ تحریکات کر رکھی ہیں کہ اپنے ماں باپ کو زندہ رکھنے کے لئے اِن کی سیرت پر مضامین اور کتب لکھیں تا اُن کے حق میں دُعائیں ہو سکیں۔ سب سے پہلے یہ تحریک حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ نے فرمائی۔ پھر حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ اکبر فرماتے ہیں۔

"ہر خاندان کو اپنے بزرگوں کی تاریخ اکٹھا کرنے کرنے کی طرف متوجّہ ہونا چاہئے اور اُس تاریخ کو اُن کی بڑائی کے لئے شائع کرنے کی خاطر نہیں بلکہ اپنے آپ کو بڑائی عطا کرنے کے لئے۔ اُن کی مثالوں کو زندہ کرنے کے لئے، اُن کے واقعات کو محفوظ کریں اور پھر اپنی نسلوں کو بتایا کریں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے آباؤاجداد تھے۔ کن حالات میں کس طرح وہ لوگ خدمتِ دین کیا کرتے تھے، کس طرح وہ چلا کرتے تھے، کس طرح بیٹھا کرتے تھے، اوڑھنا بچھونا کیا تھا، اُن کے انداز کیا تھے؟۔"

(خطبات طاہر جلد 8 صفحہ 177)

پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"گزشتہ چند سالوں میں مَیں نے جماعتوں کو بار بار نصیحت کی کہ وہ سارے خاندان جن کے آباؤاجداد میں صحابہ یا بزرگ تابعین تھے اُن کو چاہیے کہ اپنے خاندان کا ذکرِ خیر اپنی آئندہ نسلوں میں جاری کریں

.....سب سے زیادہ زور اِس بات پر ہونا چاہیے کہ آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگ آباؤ اجداد کے اعلیٰ کردار اور اعلیٰ اخلاق کا علم ہو اور اُن کی قربانیوں کا علم ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ اپریل 1993ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

" حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اس پیاری جماعت میں ایسے ہزاروں لاکھوں نمونے بکھرے پڑے ہیں..... جنہوں نے اپنے اخلاص اور اپنی قربانیوں کے بڑے اعلیٰ معیار قائم کئے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے وفا، اخلاص، تعلق، محبت، اطاعت کے واقعات سامنے نہیں آئے۔ یہ لوگ خاموشی سے آئے اور محبت و تعلق وفا اور اطاعت کی مثالیں رقم کرتے ہوئے خاموشی سے چلے گئے۔ ایسے مخلصین کی اولادوں کو چاہئے کہ اپنے ایسے بزرگوں کے واقعات قلمبند کریں اور جماعت کے پاس محفوظ کروائیں اور اپنے خاندانوں میں بھی ان روایتوں کو جاری کریں اور اپنی نسلوں کو بھی بتاتے رہیں کہ ہمارے بزرگوں نے یہ مثالیں قائم کی ہیں اور ان کو ہم نے جاری رکھنا ہے۔ جہاں ہم ان بزرگوں پر رشک کرتے ہیں کہ کس طرح وہ قربانیاں کر کے امام الزمان کی دعاؤں کے وارث ہوئے وہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ آج بھی ان دعاؤں کو سمیٹنے کے مواقع موجود ہیں۔ آئیں اور ان وفاؤں، اخلاص، اطاعت، تعلق اور محبت کی مثالیں قائم کرتے چلے جائیں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ یاد رکھیں جب تک یہ مثالیں قائم ہوتی رہیں گی زمینی مخالفتیں ہمارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ اکتوبر 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح سے مستفیذ فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿18﴾ ﴿مشاہدات۔201﴾

دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ

وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

ترجمہ: اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (ابراہیم:41-42)

ترجمہ: اے میرے ربّ! مجھے نماز قائم کرنے والا بنا اور میری نسلوں کو بھی۔ اے ہمارے ربّ! اور میری دعا قبول کر۔ اے ہمارے ربّ! مجھے بخشش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہو گا۔

کر اِن کو نیک قسمت دے اِن کو دین و دولت
کر اِن کی خود حفاظت ہو اِن پر تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ
سن میرے پیارے باری میری دعائیں ساری
رحمت سے اِن کو رکھنا مَیں تیرے منہ کے واری

معزز سامعین! آج مجھے انصار اور خدام بھائیوں سے ایک اہم موضوع **دُعَاءُ الْوَالِدِ لِوَلَدِہٖ کَدُعَاءِ النَّبِیِّ لِاُمَّتِہٖ** پر روشنی ڈالنی ہے۔

پیارے بھائیو! یہ مبارک قول سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ **باپ کی دُعا اپنے بچے کے حق میں ایسے ہی مقبولیت کا درجہ رکھتی ہے جیسے نبی کی دُعا اپنی امت کے لئے۔**

(الجامع الصغیر ابن سیوطی، ابن ماجہ)

آج تقریر کے موضوع میں دو بزرگ ہستیوں کی دُعا کا ذکر ملتا ہے۔ ایک جسمانی رنگ یعنی والد اور دوسرا روحانی بزرگ یعنی نبی اور دونوں بزرگ ہستیوں کے تعلق کو بہت لطیف پیرائیہ میں آپس میں جوڑا گیا ہے اور فرمایا ہے کہ والد کی دعا اپنی اولاد کے لئے ایسے ہی ہے جیسے ایک نبی کی دُعا اپنے اُمّتی کے لئے۔ دُعا کا یہ مضمون اور دونوں بزرگوں کے آپس کے تعلق کے حوالہ سے بہت گہرا ہے۔ ہر نبی نہ صرف اپنے اُمّتی کے لئے دردِ دل کے ساتھ دُعا کرتا ہے بلکہ اُمّتی کے نسل در نسل کے لئے دُعا کرتا ہے اور یہ دُعا کرتا ہے کہ اِس اُمّتی کی نسل سے تاقیامت ایسے وفادار اور مطیع لوگ پیدا کرتا رہ جو میرے اس پیغام کو دنیا تک پہنچاتے رہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خانہ خدا کی تعمیر پر جو دعائیں اپنے بارگاہ الٰہی کے حضور پیش کیں اُن دعاؤں کی قبولیت کے بدولت ہزاروں سال بعد حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیا میں نجات دہندہ کے طور پر پیدا کیا۔ جن کی ہم روحانی اولاد ہیں اور روزانہ سینکڑوں مرتبہ اس عظیم روحانی وجودؐ پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

سامعین! دوسرا جسمانی وجود انسان کا اپنا باپ ہے۔ جو اپنی اولاد کے لئے نبی کی طرح دعاؤں میں مصروف رہتا ہے اور دُعا کرتا ہے کہ اے اللہ! میری اِس اولاد سے ایسی نیک اور صالح اولاد پیدا کرتا چلا جا جو میرا ورثہ ہو۔ میرے لئے دعائیں کرنے والا ہو اور خاندان کا نام روشن کرنے والا ہو۔ والد اور نبی میں اس مناسبت کو یوں تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ والد اپنے بیٹے کو دنیا میں لانے کا مظہر بنا اور نبی روحانی معنوں میں روحانی ترقیات کی صورت میں اس بیٹے کو ترقیات دیتا ہوا دوبارہ آسمان کی طرف لے گیا۔

پہنچا دیا فلک تک اُستاد نے یہاں سے
ماں باپ اِس زمین پر لائے تھے آسماں سے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ باپ کی دُعا اپنے بیٹے کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تین بندوں کی دُعا ردّ نہیں کی جاتی یعنی مظلوم، مسافر اور والدین کی۔

(ترمذی ابوابالبریّہ واصلۃ)

لہٰذا ہمیں اپنے والدین کی اطاعت اور اُن سے حُسن سلوک کو اِس حد تک پہنچا دینا چاہئیے کہ والدین ہماری خدمات کو دیکھ کر اور جانچ کر ہمیشہ ہمیں دعائیں ہی دیتے رہیں۔

سامعین! مَیں انتہائی اختصار کے ساتھ والدین کے رُتبے، اُن کی عزت و احترام اور اُن سے حُسن سلوک کرنے کے حوالہ سے اسلامی تعلیم حاضرین کے سامنے بیان کر کے اصل مضمون کی طرف آتا ہوں۔

والدین کی خدمت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد جبکہ نافرمانی کو ایک بدتر گناہ قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو انسان کے تمام گناہ معاف فرمادے ماسوائے والدین کی نافرمانی کے۔

(مسلم کتاب الایمان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امورِ معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں اُن کی بات کو نہیں مانتا اور اُن کی تعہّدِ خدمت میں لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19)

جبکہ اِس کے مقابل والدین کی اطاعت اور اُن سے حسن سلوک کرنے والوں کو عمر لمبی پانے اور رزق میں فراوانی کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 422)

سامعین! اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ والد کے زُمرہ میں کون کون آتا ہے تو اِس کا جواب بھی ہمیں احادیث سے ملتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اول حقیقی والد دوم استاد اور سوم جس نے اپنی بیٹی دی یعنی سُسرال۔

(مشترکہ خاندانی نظام از حنیف محمود صفحہ 64)

پھر اولاد کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یُوں نصیحت فرمائی کہ تُم اُن (والدین) کے لئے دعائیں کرو۔ اِن کے لئے بخشش طلب کرو۔ اُن کے عزیز و اقارب سے اُسی طرح صلہ رحمی اور حُسن سلوک کرو جس طرح وہ اپنی زندگی میں اُن کے ساتھ کیا کرتے تھے۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 422)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب پوچھا گیا کہ والد کے بعد کس سے حسن سلوک کیا جائے تو آپ نے فرمایا کہ درجہ بدرجہ رشتہ دار (بخاری کتاب الادب) اور فرمایا انسان کی بہترین نیکی یہ ہے کہ وہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے جبکہ اس کا والد فوت ہو چکا ہو یا کسی اور جگہ جا چکا ہو۔

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 421)

اور ایک جگہ بہت واضح طور پر تایا اور چچا کے نام لئے۔ والدین کبھی اپنی اولاد کے لئے بد دُعا نہیں کرتے۔ بچوں کو بھی اپنے والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنا چاہئے اور دُعائیں کرتے رہنا چاہیئے۔ اردو لٹریچر نے ایک واقعہ یوں محفوظ کیا ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک نوجوان کو سزا دی اور کہا کہ اگر تم اپنی والدہ کا سر قلم کر کے لے آؤ تو سزا معاف کی جا سکتی ہے۔ بچہ اس پر عمل کر کے جب ٹرے میں اپنی امی کا سر قلم کر کے بادشاہ کے پاس لا رہا تھا تو اُس نوجوان کو ٹھوکر لگنے سے ماں کی کھوپڑی نیچے زمین پر گر گئی تو اُس کے اندر سے آواز آئی کہ **بیٹا! چوٹ تو نہیں آئی۔**

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب تک اولاد کی خواہش محض اِس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں صالح اور خداترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہو گا جب تک کہ وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔"

(الحکم 24 ستمبر 1901ء، ملفوظات جلد 1 صفحہ 560)

پھر فرمایا۔

"جو شخص اولاد کو یا والدین کو یا کسی اَور چیز کو ایسا عزیز رکھے کہ ہر وقت انہیں کا فکر رہے تو وہ بھی ایک بت پرستی ہے.... اولاد چیز کیا ہے؟ بچپن سے ماں اس پر جان فدا کرتی ہے مگر بڑے ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لڑکے اپنی ماں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اس سے گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ پھر اگر فرمانبردار بھی ہوں تو دکھ اور تکلیف کے وقت وہ اس کو ہٹا نہیں سکتے۔ ذرا سا پیٹ میں درد ہو تو تمام عاجز آجاتے ہیں۔ نہ بیٹا کام آسکتا ہے نہ باپ، نہ ماں، نہ کوئی اَور عزیز۔ اگر کام آتا ہے تو صرف خدا۔ پس ان کی اس قدر محبت اور پیار سے فائدہ کیا جس سے شرک لازم آئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن:16) اولاد اور مال انسان کے لئے فتنہ ہوتے ہیں۔ دیکھو! اگر خدا کسی کو کہے کہ تیری کُل اولاد جو مر چکی ہے زندہ کر دیتا ہوں مگر پھر میرا تجھ سے کچھ تعلق نہ ہو گا تو کیا اگر وہ عقلمند ہے اپنی اولاد کی طرف جانے کا خیال بھی کرے گا؟

پس انسان کی نیک بختی یہی ہے کہ خدا کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھے۔ جو شخص اپنی اولاد کی وفات پر بُرا مناتا ہے وہ بخیل بھی ہوتا ہے کیونکہ وہ اس امانت کے دینے میں جو خدا تعالیٰ نے اس کے سپرد کی تھی بخل کرتا ہے اور بخیل کی نسبت حدیث میں آتا ہے کہ اگر وہ جنگل کے دریاؤں کے برابر بھی عبادت کرے تو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ پس ایسا شخص جو خدا سے زیادہ کسی چیز کی محبت کرتا ہے اس کی عبادت نماز، روزہ بھی کسی کام کے نہیں۔"

(الحکم 22؍اگست 1908ء، ملفوظات جلد پنجم صفحہ 602۔ 603)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"حضرت مریم علیہ السلام... کے منہ سے یہ بات سن کر کہ اللہ سب کچھ دیتا ہے، یہ نعمتیں بھی اللہ نے ہی دی ہیں، حضرت زکریا علیہ السلام کے دل پر چوٹ لگی اور انہوں نے خیال کیا کہ جب واقعہ یہی ہے کہ ہر چیز اللہ دیتا ہے اور ایک بچی بھی یہی کہہ رہی ہے تو مَیں تو سمجھدار اور تجربہ کار ہوں، مَیں کیوں نہ یقین کروں کہ ہر چیز خدا ہی دیتا ہے۔ چنانچہ هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ۔ یہ جواب سن کر حضرت زکریا علیہ السلام کو توجہ ہوئی کہ مَیں بھی اپنی ضرورت کی چیز خدا تعالیٰ سے مانگوں۔ میرے گھر میں بھی کوئی بچہ نہیں۔ اگر

مریم کی طرح میرے گھر میں بھی بچہ ہوتا اور مَیں اس سے پوچھتا کہ یہ چیز تمہیں کس نے دی ہے اور وہ کہتا کہ خدا نے، تو جس طرح مریم کی بات سن کر میرا دل خوش ہوا ہے، اسی طرح اپنے بچے کی بات سن کر میرا دل خوش ہوتا۔ پس حضرت مریم علیہا السلام، حضرت یحییٰ کی پیدائش کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرانے کا ایک محرک ہو گئیں اور اس طرح بالواسطہ طور پر جہاں خدا تعالیٰ کی پیشگوئی کے ماتحت حضرت یحییٰ علیہ السلام، حضرت مسیحؑ کے ارہاص کے طور پر آئے، وہاں حضرت مریم علیہا السلام جو حضرت مسیحؑ کی والدہ تھیں، حضرت یحییٰ کی پیدائش کے لئے ارہاص بن گئیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت زکریاؑ کی دعا سنی اور اُن کے گھر میں بچہ پیدا ہو گیا۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 119)

اس دعا کی برکت سے جو بیٹا عطا ہوا، اُس کی خوبیاں سورۂ مریم کی تیرھویں آیت سے لے کر سولہویں آیت تک بیان کی گئی ہی۔ آگے فرماتے ہیں :

"یہ کیسی لطیف دعا ہے اور کس طرح دعا کے چاروں کونے اس میں پورے کر دیے گئے ہیں۔ اِس دعا کو اگر ہم اپنے الفاظ میں بیان کریں تو اس کی یہ صورت ہو گی کہ: "اے میرے خدا! میرے اندرونی قویٰ مضمحل ہو گئے ہیں، میرا بیرونی چہرہ مسخ ہو گیا ہے، مَیں ہمیشہ سے ہی تیرے الطاف خسروانہ کا عادی ہوں۔ اس لئے مایوسیاں اور ناکامیاں مَیں نے کبھی دیکھی نہیں۔ ناز کرنے کی عادت مجھ میں پیدا ہو چکی ہے۔ رشتہ دار میرے بُرے اور موت کے بعد گدّی سنبھالنے کے منتظر۔ بیوی میری بیکار۔ ان سب وجوہ کے ساتھ مَیں مانگنے آیا ہوں اور کیا مانگنے آیا ہوں۔ یہ مانگنے آیا ہوں کہ اے میرے خدا! تُو مجھے بیٹا دے۔ ایسا بیٹا دے جو میرا اہم خیال اور دوست ہو، ایسا بیٹا دے جو میرے بعد تک زندہ رہنے والا اور میرے خاندان کو سنبھالنے والا ہو اور ایسا بیٹا دے جو میرے اخلاق اور آلِ یعقوب کے اخلاق کو پیش کرنے والا ہو، گویا صرف میرے نام کو ہی زندہ نہ کرے بلکہ اپنے دادوں پر دادوں کے نام کو بھی زندہ کر دے اور پھر وہ انسانوں ہی کے لئے باعثِ خوشی نہ ہو، بلکہ اے میرے ربّ! وہ تیرے لئے بھی باعثِ خوشی ہو۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ 125)

کلام اللہ پر ہوں سب وہ عامل
نگاہوں میں تری ہوں نفس کامل
بس اک تیری ہی ان کے دل میں جا ہو
نہ دیکھیں غیر کو کوئی ہو کیا ہو
محبت تیری اُن کے دل میں رچ جائے
ہر اک شیطان کے پنجے سے بچ جائے
علوم آسمانی ان کو مل جائیں
دلوں کی اُن کے کلیاں خوب کھل جائیں
ترا الہام بھی ہو اِن پہ نازل
ترا اکرام بھی ہو ان کے شامل
کریں تیرے فرشتے ان سے باتیں
معاف کی بہیں سینوں میں نہریں
ہر اک ان میں سے ہو شمعِ ہدایت
بتائے اک جہاں کو رازِ قدرت
دلوں کو نور سے ہوں بھرنے والے
ہوں تیری رہ میں ہر دم مرنے والے
برائی دشمنوں کی بھی نہ چاہیں
ہمیشہ خیر ہی دیکھیں نگاہیں
بنیں ابلیس نافرماں کے قاتل
لوائے احمدیت کے ہوں حامل

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"یہ آیت کریمہ (الفرقان:75) جس کی میں نے تلاوت کی ہے اس میں دعا کی صورت میں مومنوں کو کچھ ہدایات عطا فرمائی گئی ہیں۔ ان میں سے دو کی طرف میں خصوصیت کے ساتھ آپ کو توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ فرمائی گئی کہ مومن اپنے رب سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اے آقا! تو ہی ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک کے سامان پیدا فرما اور دوسری درخواست یہ کی گئی کہ آنکھوں کی ٹھنڈک کا یہ سامان کچھ اس رنگ کا ہو کہ ہم متقیوں کے سربراہ بنیں۔ متقیوں کے پیشوا کہلائیں۔ متقیوں کے آباء واجداد بن کر تاریخ میں چمکیں۔ فاسق اولاد پیچھے نہ چھوڑ کر جائیں۔

اس میں پہلی قابل توجہ بات تو یہ ہے کہ ہم آنکھوں کی ٹھنڈک کی جو دعا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اس دعا کی درخواست کرتے رہتے ہیں کہ اے اللہ! ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر آنکھوں کی ٹھنڈک، آنکھوں کی حقیقی ٹھنڈک، آنکھوں کی وہ ٹھنڈک جو دراصل ذکر کے لائق ہے وہ یہ ہے کہ اولاد متقی بن جائے اور کسی کو اس سے زیادہ آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنی اولاد کو متقی دیکھ لے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے بے ساختہ اور پیارے انداز میں اس مضمون کو یوں بیان فرمایا۔ ایک دعا کی شکل میں اپنے رب کے حضور عرض کرتے ہیں۔

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

کہ اے میرے آقا! آخری نگاہ جو میری اپنی اولاد پر پڑ رہی ہو وہ ایسی ہو کہ میں اِن کو متقی حالت میں دیکھ کر دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں۔ سب سے زیادہ معراج آنکھوں کی ٹھنڈک کا اس وقت انسان چاہتا ہے جب وہ زندگی کے انجام تک پہنچ کر آخری نگاہیں ڈال رہا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک کا خلاصہ یوں بیان فرمایا:

یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آئے وقت میری واپسی کا

پس سب سے پہلے تو جماعت احمدیہ کو خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ کرنی چاہئے کہ ہم لوگ نیک اولاد پیچھے چھوڑ کر جانے والے بنیں۔ فاسق اور بد اولاد پیچھے چھوڑ کر جانے والے نہ بنیں اور یہ چیز دعا کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ نصیحت دعا ہی کے رنگ میں ہمیں سکھائی گئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ دعائیں کرو گے تو اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کر سکو گے۔ اگر محض اپنی تربیتوں پر انحصار کرو گے یا اپنی کوششوں پر بھروسہ کرو گے تو یہ اعلیٰ مقصد تمہیں نصیب نہیں ہو گا۔

پس بہت دعا کرنی چاہئے اپنی اولاد کے لئے اور دعا صرف بچوں کی پیدائش کے بعد ہی نہیں، پیدائش سے پہلے بھی کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ تو انبیاء نے ایسی دعائیں کیں کہ سینکڑوں سال بلکہ ہزاروں سال بعد آنے والوں کے لئے بھی انہوں نے دعائیں کیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خانہ کعبہ کی عمارت کو استوار کرتے ہوئے، اٹھاتے ہوئے آنحضرت سید وُلدِ آدم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو دعائیں کیں وہ ہزاروں سال بعد میں پیدا ہونے والے ایک بچہ ہی کے لئے تو دعا تھی۔ پس صرف یہی نہیں کہ اپنی اس اولاد کے لئے دعائیں کریں جو آپ کے سامنے حاضر کے طور پر پیش ہو چکی ہو بلکہ اس اولاد کے لئے بھی دعائیں کریں جس کا کوئی وجود ابھی نہیں بنا۔ اس اولاد کے لئے بھی دعائیں کریں جو نسلاً بعد نسلٍ پیدا ہوتی چلی جائے گی اور قیامت تک آپ کی ذرّیت کے طور پر دنیا میں باقی رہے گی۔ تو ان سب کے لئے تقویٰ کی دعا کو اولیت دیں اور سب سے زیادہ اسی دعا کی طرف توجہ کریں۔

دوسری بات مَیں یہ بیان کرنی چاہتا ہوں کہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا میں اسلامی نظریۂ قیادت پیش کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام میں قیادت اور سرداری کا تصور دنیا کی دوسری قوموں کے قیادت اور سرداری کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ محض قوموں کی سرداری عطا ہو جانا کوئی حقیقت نہیں رکھتا اگر فاسقوں، بدکاروں، بے عمل لوگوں کی سرداری نصیب ہو تو وہ سرداری بجائے فخر کے ایک لعنت بن جاتی

ہے۔ چنانچہ فرعون کو جس قوم کی سرداری نصیب ہوئی وہ اس کے لئے بھی لعنت تھی اور قوم کے لئے وہ سرداری لعنت بن گئی۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سرداری کو اہمیت محض تقویٰ کے اوپر ہے۔ اگر متقی لوگ تمہارے پیچھے ہوں گے، اگر متقی لوگ تمہارے پیروکار بنیں گے تو اس سرداری کو قابل توجہ قابل فخر، قابل فخر تو نہیں کہہ سکتے مگر اس لائق ہے کہ اللہ کے حضور دعائیں کر کے ایسی سرداری حاصل کی جائے۔ یہی سرداری ہے جس کی دنیا و آخرت میں اللہ کی نظر میں کوئی قیمت ہے۔ اس کے سوا سیادت اور قیادت کے کوئی بھی معنے نہیں..... پس حقیقت میں خدا تعالیٰ کے ہاں قیمت اقدار کی ہوا کرتی ہے، تعداد کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور وہی تعداد باعث برکت ہوتی ہے جو اعلیٰ اقدار کے نتیجہ میں خود بخود نصیب ہو جایا کرتی ہے۔ جب کسی قوم میں زندہ رہنے کے قابل قدریں پیدا ہو جائیں، جب تقویٰ کا معیار بلند ہو جائے تو اتنی عظیم الشان مقناطیسی قوت پیدا ہو جاتی ہے کہ باہر کی دنیا کی تعداد خود بخود کھنچتی چلی آتی ہے اور تقویٰ والوں کے ساتھ آکر ہم آہنگ ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نئی تقدیر ظاہر ہوتی ہے اور عددی غلبہ بھی نصیب ہو جاتا ہے۔ مگر اس عددی غلبہ کی قیمت، اس کی حیثیت محض یہ ہے کہ اگر یہ تقویٰ کے تابع نصیب ہو تو قدر کے لائق ہے اگر یہ تقویٰ کے تابع نصیب نہ ہو تو اس کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی...

پس ہمیں دوسری دعا یہ بھی کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ کی نظر میں ہم متقیوں کی وہ جماعت ہوں جن کے مقابل پر اللہ کی نظر میں دنیا کی ہر دوسری چیز قربان کئے جانے کے لائق ہو اور دنیا میں یہ ایک عظیم الشان معجزہ رونما ہو کہ متقیوں کی یہ جماعت جو ساری کائنات کی سردار مقرر کی گئی ہے، یہ ساری دنیا کی خادم بن کر، ان پر نچھاور ہوتے ہوئے، ان کے لئے قربانیاں کرتے ہوئے، ان کی بھلائی کے لئے دعائیں کرتے ہوئے ان کو اپنی ذات میں ضم کرتی چلی جائے۔

پس ہمیں یہ بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کہ یہ سعادت جو اللہ تعالیٰ نے آج کے زمانہ میں ہمیں نصیب فرمائی کہ ہم وہ قوم ہیں جو خدا کی نمائندگی کر رہے ہیں، ہم وہ قوم ہیں جو خدا کی نظر میں زندہ رکھنے کے لائق ہیں اور ہمارے مقابل پر کوئی عددی اکثریت کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتی، ہم اپنی اس حیثیت کو نہ بھولیں کہ یہ سرداری دراصل خدمت کے لئے عطا ہوئی ہے بنی نوع انسان کی بہبود کی خاطر عطا ہوئی ہے ان پر راج

کرنے کے لئے نہیں، ہاں دلوں پر راج کرنے کے لئے ہے۔ دلوں کو فتح کرنے کے لئے ہے۔ ان پر پیار اور عشق اور محبت کی حکومت کرنے کے لئے ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بہترین رنگ میں، اس اصطلاح میں جس اصطلاح میں قرآن باتیں کرتا ہے، ہمیں سیادت عطا فرمائے اور ہمیشہ یہ سیادت قائم اور دائم رکھے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25؍جون 1982ء)

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ
نہ آوے ان پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا
یہی امید ہے اے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں

پیارے بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اگر والدین کی دعا اپنے بچوں کے لئے اچھے رنگ میں پوری ہوتی ہے تو وہاں ایسے بچے جو والدین کے اطاعت گزار نہ ہوں ان کے حق میں برے رنگ میں بھی پوری ہو سکتی ہے۔ تو ماں باپ کی ایسی دعا سے ڈرنا بھی چاہیے۔ بعض بچے جائیداد یا کسی معاملے میں والدین کے سامنے بے حیائی سے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مختلف لوگ لکھتے رہتے ہیں اس لئے یہ عجیب خوفناک کیفیت بعض دفعہ سامنے آجاتی ہے۔ اس لحاظ سے ایسے بچوں کو اس تعلیم کو مد نظر رکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ماں کے لئے تو خاص طور پر حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ تمہارے سب سے زیادہ حسن سلوک کی مستحق ماں ہے۔ یہ جو قرآن حکیم کا حکم ہے کہ والدین کو اف نہ کہو یہ اس لئے ہے کہ اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے اور تم سمجھتے ہو کہ تمہارا حق مارا جا رہا ہے یا تمہارے ساتھ ناجائز رویہ اختیار کیا ہے ماں باپ نے۔ تب بھی تم نے ان کے

آگے نہیں بولنا اور نہ کسی کا دماغ تو نہیں چلا ہوا کہ ماں باپ کے فیض بھی اٹھا رہا ہو اور ماں باپ اس بچے کی ہر خواہش بھی پوری کر رہے ہوں تو ان کی نافرمانی کرے یا کوئی نامناسب بات کرے.... تو جیسا کہ مَیں نے پہلے ذکر کیا ہے بہت سے ماں باپ اپنے بچوں کی نافرمانیوں کا ذکر کرتے ہیں اپنے خطوط میں۔

اس ضمن میں والدین کا جہاں فرض ہے اور سب سے بڑا فرض ہے کہ پیدائش سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک بچوں کے نیک فطرت اور صالح ہونے کے لئے دعائیں کرتے رہیں اور ان کی جائز اور ناجائز بات کو ہمیشہ مانتے نہ رہیں اور اولاد کی تربیت اور اٹھان صرف اس نیت سے نہ کریں کہ ہماری جائیدادوں کے مالک بنیں..... لیکن اس کے ساتھ ہی بچوں کو بھی خوف خدا کرنا چاہیے کہ ماؤں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ باپوں کے حقوق کا خیال رکھیں۔ یہ نہ ہو کہ کل کو ان کے بچے ان کے سامنے اسی طرح کھڑے ہو جائیں کیونکہ آج اگر یہ نہ سمجھے اور اس امر کو نہ روکا تو پھر یہ شیطانی سلسلہ کہیں جا کر رکے گا نہیں اور کل کو یہی سلوک ان کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھے اور احمدیت کی اگلی نسل پہلے سے بڑھ کر دین پر قائم ہونے والی اور حقوق ادا کرنے والی نسل ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 جولائی 2003ء)

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
مَیں جاؤں تیرے واری کر تو مدد ہماری
ہم تیرے در پہ آئے لے کر اُمید بھاری
یہ روز کر مُبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

(بتعاون: شمس الدین۔ قادیان)

۞۞۞۞

﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔735﴾

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25)

کہ اِن دونوں کے لئے رحم سے عِجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! اِن دونوں پر رحم کر جس طرح اِن دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

شکوہ و عظمت و دولت نچھاور اُس کے قدموں پر
مثیل مسیح و فخرِ رُسُل فضلِ عمر آیا

معزز سامعین! آج میری تقریر ایک عربی محاورہ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" پر مشتمل ہے۔ جس کا یہ ترجمہ کیا جا سکتا ہے کہ بیٹا، باپ کا پَرتَو ہوتا ہے۔ بیٹے میں اپنے باپ کے نقوش ہوتے ہیں اور بیٹا باپ کا عکس ہوتا ہے، خاکسار نے اِس عربی محاورہ کو اپنی گزارشات کا موضوع اس لئے بنایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک جگہ اِس محاورہ کو اپنے ایک خطاب میں یوں استعمال فرمایا جس سے اِس محاورہ میں بیان مضمون کھل کر سامنے آتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

"انسان کے نطفہ میں عادات، اخلاق، کمالات کا اثر ہوتا ہے۔ والدین کے ایک ایک برس کے خیالات کا اثر اُن کی اولاد پر ہوتا ہے۔ جتنی بد اخلاقیاں بچوں میں ہوتی ہیں وہ والدین کے اخلاق کا عکس اور اثر ہوتا ہے۔ کبھی ہم نشینوں اور ملنے والوں کے خیالات کا اثر بھی والدین کے واسطے پڑتا ہے۔ پس خود نیک بنو، اخلاق فاضلہ حاصل کرو تا تمہاری اولاد نیک ہو۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ میں یہی تمہید ہے۔ اولاد والدین کے اخلاق، اعمال، عقائد کا آئینہ ہوتی ہے۔"

(الحکم 17 اکتوبر 1903ء صفحہ 3)

پیارے بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے اِس ارشاد میں دو حصے بیان ہوئے ہیں۔ اوّل یہ کہ انسان کے نطفہ کے ساتھ والد کی خصوصیات، اخلاق اور اُس کے اعمال کی بنیاد، ہونے والے بچے کے لئے ماں کے رِحم میں رکھ دی جاتی ہے۔ اِسی لئے کہتے ہیں کہ مباشرت کے وقت ایک شخص کی ہی نہیں بلکہ شخصیت کی بنیاد رکھی جارہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت کے وقت خود کو اور متوقع اولاد کو شیطان سے بچے رہنے کی یہ دعا سکھلائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا

(بخاری کتاب الدعوات)

کہ اے اللہ! تو ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے اُسے بھی شیطان کے شر سے بچانا۔

اس اہم دعا کو اور والدین کے نیک اور پارسا جذبات کو وہ سُوتر (رسّی) قرار دیا جاسکتا ہے جو ایک ٹھیکیدار یا آرکیٹیکٹ کسی گھر یا مکان کی بنیاد رکھتے وقت بنیادی اینٹ یا بنیادی اینٹوں کو سیدھا اور درست رکھنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ کسی نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

خِشتِ اوّل چُوں نَہَد معمار کَج
تا ثُریا مِی رَوَد دیوار کَج

کہ اگر پہلی اینٹ درست سَمت نہ رکھی گئی ہو تو اِس پر کھڑی کی جانے والی دیوار خواہ ثریا تک بلند کر دی جائے وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔

اور دوسری بات حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یہ بیان فرمائی کہ والد کی تربیت اور اولاد سے قریبی دوستانہ تعلق کے ذریعہ بھی بعض اخلاق بچوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ جس کو حضورؓ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ (اولاد) والدین کے اخلاق، اعمال، عقائد کا آئینہ ہوتی ہے۔ گو تقریر کے عنوان میں ''اَبِیْہِ'' کہہ کر والد کے کردار کو زیادہ اُجاگر کیا گیا ہے لیکن ماں کا بھی اِس میں گہرا تعلق ہوتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بچے کی پیدائش سے پہلے اور بعد میں بچپن میں تعلیم و تربیت اور بچے کی نشوونما میں ماں کا کردار زیادہ نمایاں ہے۔

اسلام ہماری خواتین کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب وہ پیٹوں میں بچوں کو اٹھائے ہوں وہ کثرت کے ساتھ ذکر الٰہی، تسبیح و تحمید اور درود شریف کا ورد کیا کریں۔ جس کا بچے پر اثر ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن سے محبت مَیں نے اپنی ماں کے پیٹ سے سیکھی ہے جب وہ تلاوت کیا کرتی تھیں اور مَیں سنا کرتا تھا اور پھر پیدائش کے بعد کسی نیک اور پارسا بزرگ کے ہاتھوں گھٹی دینے کے تصوّر میں بھی یہی فلسفہ کارفرما ہے کہ اِس بزرگ کی نیکیاں اُس کے ذریعہ، اُس کی دعاؤں کے ذریعہ نومولود میں منتقل ہو رہی ہوتی ہیں اور والدین کا نمونہ نومولود پر اثر انداز ہو رہا ہوتا ہے کیونکہ بچے والدین کو پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

سامعین! اگر مَیں اپنی تقریر میں انبیاء بالخصوص سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اُن کے حُسنِ عمل کا ذکر کروں تو مجھے اِس کے لئے دفاتر چاہئیں لیکن چونکہ آج مجھے اپنی گزارشات پانچ سے سات منٹ میں بیان کرنی ہیں اس لئے مَیں اپنی گزارشات میں مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مادی اور روحانی اولاد ہی کے چند واقعات بیان کروں گا جو اپنے مادی اور روحانی باپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پَرتَو تھے۔ جسمانی اولاد میں حضرت اُم المومنینؓ کے بطن سے پیدا ہونے والے سب سے بڑے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کا ذکر کروں۔ آپؓ کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ "وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا" یعنی وہ اوصاف اور خوبیوں میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مثیل ہو گا۔ اس کے ظہور سے حضور علیہ السلام کی یادیں تازہ ہو جائیں گی۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے حضورؓ کی پہلی تقریر جو آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر کی تھی کے متعلق فرمایا۔

"اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرزِ تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی... یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسر موعود کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہے تھے۔ جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی تھی۔ آنسو جاری ہو گئے "

(52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود از حنیف محمود صفحہ 644)

سامعین! پھر جنوری 1944ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی زبان مبارک پر اس کی تائید میں اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ کے مبارک کلمات منجانبِ اللہ جاری ہوئے جس کے معنی یہ ہیں کہ مَیں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل ہوں اور اس کا خلیفہ ہوں۔ آپؓ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ

"یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کو وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اِس کا مثیل ہونے اور اِس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں مَیں بھی مسیح موعود ہی ہوں کیونکہ جو کسی کا نظیر ہو گا اور اُس کے اخلاق کو اپنے اندر لے لے گا وہ ایک رنگ میں اُس کا نام پانے کا مستحق بھی ہو گا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 498)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کا ہر ہر عمل اور آپؓ کا ہر ہر فعل حتّٰی کہ جذبہ خدمتِ دین اور جذبہ خدمتِ خلق، اللہ سے عشق، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کی عکاسی کرتا ہے۔ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی میت پر کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ

"اگر سارے لوگ بھی آپؑ کو چھوڑ دیں گے اور مَیں اکیلا رہ جاؤں گا۔ مَیں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔"

(52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود از حنیف محمود صفحہ 603)

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کی حضرت اُمّ المومنینؓ کے بطن سے پنج تن اولاد کے باقی چار مبارک وجودوں کی سیرت و سوانح کا احاطہ کریں تو اِن چاروں میں اپنے والد محترم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی روح بولتی رہی۔ آپ تمام یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے قائم کردہ تمام محاذوں پر اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا۔ کسی نے دعوت الی اللہ کا عَلم بلند رکھا۔ کسی نے علمی محاذ پر جھنڈے گاڑے، کسی نے تربیتی امور کی طرف توجہ کو آخری حد تک پہنچایا اور کسی نے اسلام اور احمدیت کے لئے عزت و غیرت کا نمایاں اظہار کیا اور تمام میں حضرت مسیح موعودؑ کا وجود نظر آتا رہا۔ آپؑ کی خوبیوں اور

محاسن کی جھلک نمایاں نظر آتی رہی۔ ہم برملا طور پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ پانچوں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے مصداق تھے اور آپ تمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق، اعمال، عقائد کے آئینہ تھے اور پھر اسی پر بس نہیں۔ ان پانچ میں سے دو بچوں کے تین خلفاء نے اعلائے کلمہ اسلام کا عَلم بلند کیا اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور بادشاہ آیا اور اِنِّیْ مَعَکَ یَا مَسْرُوْر کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی اور الہامی مشن نہایت کامیابی کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد کی بڑھوتری کا موجب بن رہے ہیں۔

معزز سامعین! "اولاد اپنے والدین کے اخلاق، اعمال اور عقائد کا آئینہ ہوتی ہے" کو اگر روحانی اولاد پر لاگو کریں تو لدھیانہ میں حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کرکے "الاول فالاول" ٹھہرے تھے۔ اپنے روحانی باپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق جمیلہ کو کمالات کی حد تک اپنے اندر سمویا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ دونوں ایک وجود ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا بھی تھا کہ "ہر ایک امر میں میری اِس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام)

آج 135 سال بعد جماعت میں ہزاروں لاکھوں ایسے مخلصین ہیں جن کے اندر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ جیسا جذبہ اطاعت موجود ہے۔ آج دنیا بھر کے 220 کے قریب ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق اپنانے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ جو آپؑ اور آپؑ کے خلفاء کے اعمال واخلاق اپنے اندر اُتارنے کو تیار نظر آتے ہیں۔ ان میں سب سے اوّل تو صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں جن کے اخلاص اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اِن کی لاجواب مثالی محبت کی داستان بہت طویل ہے۔

موجودہ دور میں حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ، مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب مرحوم اور مکرم میاں ایم ایم احمد صاحب مرحوم انہی روحانی اولاد میں سے ہیں جو دنیاوی اعلیٰ حیثیتوں کے باوجود خلافت کے شیدائی اور جماعت کے فدائی رہے۔ لحہ بہ لحہ اطاعت و فرمانبرداری کو حرزِ جان بنایا اور دنیاوی

عہدوں کے باوجود کمال ادب و احترام سے خلفاء کے ساتھ تعلق رکھا اور ذرا بھر بھی جماعت کے مقام ورتبہ پر آنچ آنے نہیں دی۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ صاحبؓ کا ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

اولاد پر ماں باپ کے احسانات کا سلسلہ لامتناہی ہوتا ہے۔ مجھ پر میرے والد صاحب کے بے پایاں احسانات میں سے ایک احسانِ عظیم یہ تھا کہ انہوں نے مسلسل توجہ فرما کر مجھے قرآنِ کریم کے سادہ ترجمے سے روشناس کرادیا اور اس کے نتیجہ میں قرآنِ کریم کے ساتھ میری اجنبیت دور ہوگئی اور میرے دل میں قرآنِ کریم کا احترام اور عظمت قائم ہو گئے اور مجھے قرآن کریم سے محبت ہو گئی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

(تحدیث نعمت صفحہ 6)

در خلافت سے جُڑ کے رہنا
یہ نسلیں تیری سنوار دے گا
سجا لو سجدوں کو آنسوؤں سے
وہ سب دعائیں تیری سنے گا

سامعین! روحانی اولاد میں فدائیت کے بے شمار اور انگنت واقعات میں سے صرف دو واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک بزرگ قادیان میں مسجد مبارک میں نماز کی ادائیگی کے لئے آرہے تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی آواز سنی کہ دوست بیٹھ جائیں۔ آپ باہر ہی بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے ہی آگے بڑھنے لگے کہ کہیں نافرمانی نہ ہو جائے۔

اسی طرح ایک غیر از جماعت دوست پنجاب سے قادیان حضورؑ سے ملنے گئے۔ حضورؑ کو قادیان میں نہ پاکر امر تسر روانہ ہوگئے۔ وہاں حضورؑ احاطہ عدالت میں ایک درخت کے نیچے استراحت فرمارہے تھے اور ایک دوست آپؑ کو دبارہے تھے۔ دبانے کے دوران صحابی نے حضورؑ سے عرض کی کہ حضور! خاکسار کی اہلیہ جو

کہ ناراض ہو کر میکے چلی گئی تھی اب بڑی مشکل سے واپس آئی ہے اب تو مَیں اُسے دوبارہ میکے جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ حضورؑ صحابی کی یہ بات سن کر سخت خفا ہوئے۔

پنجاب سے یہ دوست جو حضورؑ سے ملنے اور بیعت کرنے کی غرض سے آئے تھے وہ حضورؑ کی اِس سخت ناراضگی سے لرز گئے اور سوچنے لگے کہ مَیں تو اپنی اہلیہ سے اِس سے زیادہ سختی کرتا ہوں۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک بیویوں سے حسنِ سلوک کی یہ کیفیت ہے تو مجھے لازماً اپنی بیگم سے نرمی سے پیش آنا ہو گا۔ چنانچہ وہ اپنے گھر واپسی پر بیگم کے لئے کپڑوں کا ایک جوڑا اور کچھ مٹھائی لے گئے۔ جسے دیکھ کر بیگم پریشان ہوئی کہ ایسا سخت گیر انسان اتنا نرم خو کیسے ہوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس پیر کی بیعت کر کے آیا ہوں وہ بیگمات سے نرمی کی تعلیم دیتا ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جسمانی اولاد کے لئے بے شمار دعائیں کیں جو ہمارے لٹریچر کا حُسن ہیں۔ ان میں سے ایک دعا اور خواہش یہ تھی کہ بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اِس خواہش اور دعا کی اللہ تعالیٰ نے لاج رکھی اور دعویٰ مسیحیت سے 135 سالوں بعد اب یہ تعداد ہزار کو چھو رہی ہے۔ جن میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعودؑ سے عشق و محبت کا دعویدار ہے بلکہ ہر لحہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اللہ کی رضا اور خلیفۃ المسیح کی خوشنودی کے لئے ہر وہ فعل کر گزریں جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پیروکاروں کو بلایا ہے۔ اِن میں سے حضرت اُم المؤمنینؓ کے بطن سے اولاد کا ذکر کر آیا ہوں۔ اگر حضورؑ کی حرم ثانی حضرت حرمت بی بی کے بطن سے اولاد کو دیکھیں تو سب سے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب گو تاخیر سے ایمان لائے مگر اپنے والدِ محترم حضرت مسیح موعودؑ سے محبت و پیار اور فرمانبرداری کیا کرتے تھے اور ایمان لانے کے بعد ابا جان سے تو عقیدت تھی ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اطاعت کا ایسا رشتہ قائم کیا جو ایک مثال تھا۔ بلکہ آپ کے بیٹے حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ اور پوتے مکرم مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم اور مکرم مرزا غلام احمد صاحب مرحوم المعروف میاں احمد نے اطاعت و فرمانبرداری اور حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق میں بہت نام کمایا، جو آگے نسل میں جاری و ساری ہے۔ اللھم زد فزد

پیارے دوستو! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر اس مضمون کے حوالہ سے آپ سامعین سے اتنا عرض کروں گا کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایسے اعلیٰ اخلاق و شمائل کا حامل ہونا چاہئے کہ ہماری اولاد ان کو دیکھ کر ان اخلاق کو اپنے اندر اتاریں۔ ہم نمازیں پڑھنے والے ہوں، ہم قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کرنے والے ہوں، ہم رسولِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت و عقیدت کا تعلق رکھنے والے ہوں۔ ایسی محبت کہ ہر ارشاد کو حرزِ جان بنا لینے والے ہوں۔ ہم اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ سے حقیقی پیار اور تعلق قائم کرنے والے ہوں۔ ہم اخلاقِ اسلامی سے اپنے آپ کو حسین بنائیں۔ ہم اپنے آپ کو خلافتِ احمدیہ سے مربوط تعلق بنانے والے ہوں تا ہماری نسلیں ہمارا پَرتَو بن جائیں، تا ہماری نسلیں ہمارا عکس بن جائیں۔ تا ہماری نسلیں ہماری فوٹو کاپی بن جائیں، تا ہمارے اخلاق کے نقوش ہماری نسلوں میں منقّش ہو جائیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

پھلے اور پھولے یہ گلشن تمہارا
بھرے موتیوں سے یہ دامن تمہارا

(کمپوزڈ: فائقہ بشریٰ)

✿✿✿✿

﴿20﴾ ﴿مشاہدات۔28﴾

اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ

(جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے)

یہ رب العالمیں کا سایہ رحمت ہے دنیا میں
دعا ماں باپ کی لے لو خدا کے پاس جانا ہے

پیاری اور معزز بہنو! آج میری گفتگو کا محور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پُر معارف اور نصیحت آموز ارشاد **اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ** ہے جس کے معانی ہیں جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔

اس ارشاد کے دو معانی ہیں۔ پہلے معنی ہیں کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ یہ حدیث بالعموم بچوں کو اپنی ماؤں کی خدمت کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لیے بولی جاتی ہے کہ ماں کی خدمت جنت کی طرف لے جاتی ہے اور دوسرے معانی اس حدیث سے جڑی ہوئی ایک احمدی عورت کی ذمّہ داریوں سے ہے کہ مائیں ایسے رنگ میں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کریں کہ بچے جنت کی راہ دیکھنے لگیں۔

دوسرے معنوں میں مضمون کا خلاصہ ایک سادہ سے الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے کہ احمدی مائیں اپنے بچوں کی ایسے رنگ میں تربیت اور اصلاح کریں کہ ان بچوں کو جنت اپنی منزل نظر آئے اور وہ ماؤں کی خدمت کرنے والے، ان کی اطاعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ حقیقت میں بچوں کی جنت اور جہنم ماؤں سے جڑی ہوئی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بچہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے ماں باپ ہی اُسے یہودی، نصرانی، مشرک اور مسلمان بناتے ہیں۔ مائیں اگر اچھی تربیت کریں گی تو بچے جنت کا رُخ کریں گے ورنہ دوزخ کا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بانی لجنہ تنظیم فرمایا کرتے تھے کہ اگر مائیں بچوں کو نماز کی عادی بنائیں گی تو مرنے کے بعد جب وہ قبر میں سو رہی ہوں گی اور ان کے بچے ظہر کی نماز پڑھیں گے تو فرشتے ماؤں کو مخاطب ہو کر کہہ رہے ہوں گے کہ آپ نے بھی ظہر کی نماز پڑھی۔ اسی طرح

علی ھذاالقیاس عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں کے وقت فرشتے نمازوں کا ثواب ماؤں کے حق میں لکھ رہے ہوں گے۔ جب ان کے بچے دیگر نمازیں ادا کریں گے۔

بچوں کی تربیت والدین کے لیے ایک صدقہ جاریہ ہوتا ہے۔ جب بچوں کے نیک اعمال کا اجر ماں باپ کو ان کی وفات کے بعد بھی ملتا ہے۔ تو یہی معنی ہیں اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ کے۔ ماں گھر کے انسٹیٹیوٹ کی انچارج ہوتی ہے۔ ماں کو اگر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے مربی کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔ مربی کا لفظ رب سے لیا گیا ہے جس طرح رب ان بچوں کی تعلیم و تربیت کے سامان مہیا کرتا ہے ویسے ہی ماں بطور مربی اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمّہ دار ہے۔ مربی کے ایک معنی مالی اور باغبان کے بھی ہیں جو پودے کی شاخوں کی کانٹ چھانٹ کرتا اور گوڈی کر کے جڑی بوٹیوں کو الگ کرتا اور پودے کو خوبصورت بناتا ہے۔

تربیت کے ایک معنی Breeding کے بھی ہیں جس طرح ماں، بچوں کو Breed کرتی، ان کے لیے دعائیں کرتی اور پیار بھری نظر سے دیکھتی ہے اسی طرح تربیت کے ایک معنی Nursing کے ہیں۔ ان معنوں میں ماں اپنے بچوں کی دیکھ بھال کرتی اور نشو و نما کرتی ہے اور وہ ان کو جنت کی راہ دکھلاتی ہے اور یوں بچے ماں کے قدموں میں رہ کر جہاں تربیت پاتے ہیں وہاں جنت کی راہ بھی متعین کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بچوں کا ماں سے نیکیاں سیکھنے اور بچوں کو بُری باتوں سے بچانے کی مثال مرغی اور چوزوں سے دیا کرتے تھے۔ جس طرح مرغی اپنے چوزوں کو پروں کے نیچے لے کر اُچک کر لے جانے والے پرندوں سے محفوظ کرتی ہے اِسی طرح مائیں بچوں کو اپنے ساتھ چمٹائے رکھ کر بُری باتوں سے بچوں کو محفوظ رکھتی ہیں۔ اور جنت کی طرف لے جاتی ہیں۔

سامعات! بانی تنظیم لجنہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس حوالے سے ماؤں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ یہ کتنا لطیف فقرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ عام طور پر لوگ اس کے یہ معنے کرتے ہیں کہ ماں کی اطاعت اور فرمانبرداری میں جنت ملتی ہے یہ بھی درست ہے۔ لیکن اس کے اصل معنے یہ ہیں کہ درحقیقت قوم میں جنت تبھی آتی ہے جب مائیں اچھی ہوں اور اولاد کی صحیح تربیت کرنے

والی ہوں۔ اگر مائیں اچھی نہ ہوں اور اولاد کی صحیح تربیت نہ کریں تو اولاد کبھی بھی اچھی نہیں ہو گی اور جس قوم کی اولاد اچھی نہیں ہو گی اُس قوم میں جنت بھی نہیں آئے گی۔ پس در حقیقت قوم میں جنت ماؤں کے ذریعے سے ہی آتی ہے۔ قوم کی مائیں جس رنگ میں بچوں کی تربیت کریں گی اُسی رنگ میں اُس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے یا بُرے پیدا ہوں گے۔ اگر مائیں بچوں کی صحیح تربیت کریں گی تو اُس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے پیدا ہوں گے اور وہ قوم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گی اور اگر مائیں بچوں کی صحیح تربیت نہیں کریں گی تو اس قوم کے کاموں کے نتائج بھی اچھے پیدا نہیں ہوں گے اور وہ قوم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورتوں کی تعلیم پر خاص زور دیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ وعظ فرما رہے تھے کہ اگر کسی شخص کے ہاں تین لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ شخص جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر کسی کے ہاں تین لڑکیاں نہ ہوں بلکہ دو ہوں تو آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے دو لڑکیاں ہوں اور وہ اُن کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ بھی جنت کا مستحق ہو جائے گا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کے ہاں ایک ہی لڑکی ہو اور وہ اس کو اچھی تعلیم دلائے اور اچھی تربیت کرے تو وہ جنت کا مستحق ہو جائے گا۔

اَب دیکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو تعلیم دلانے کی کتنی اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ عورتوں کی تعلیم کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ **مجھے خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا ہے کہ اگر پچاس فیصد عورتوں کی اصلاح کر لو تو اسلام کو ترقی حاصل ہو جائے گی**۔ گویا خدا تعالیٰ نے اسلام کی ترقی کو تمہاری اصلاح کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے۔ جب تک تم اپنی اصلاح نہ کر لو ہمارے مبلغ خواہ کچھ کریں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ حقیقت یہی ہے کہ جب تک دنیا پر ظاہر نہ کر دیا جائے کہ اسلام نے عورت کو وہ درجہ دیا ہے اور عورتوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر کھڑا کیا ہے دنیا کی کوئی قوم اس میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی اُس وقت تک ہم غیروں کو اسلام کی طرف لانے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ایک غیر مذہب کا آدمی قرآن مجید کا مطالعہ اور اس پر غور اور اس پر عمل تو تب کرے گا جب مسلمان ہو جائے گا۔ مسلمان ہونے سے پہلے تو وہ ہمارے عمل اور ہمارے نمونہ سے ہی اسلام کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ پس عورتوں کی

اصلاح نہایت ضروری ہے۔ قادیان میں تو اس کام کے لیے ہر قسم کی جدوجہد ہو رہی ہے۔ یہاں تعلیم کا انتظام بھی موجود ہے، لڑکیوں کے لیے مدرسہ اور دینیات کالج بھی ہے، مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اور جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یہ کام ہمارے بس کا نہیں بلکہ یہ کام تمہارے ہاتھوں سے ہو سکتا ہے۔ جب تک ہماری مدد نہ کرو اور ہمارے ساتھ تعاون نہ کرو اور جب تک تم اپنی زندگیوں کو اسلام کے فائدے کے لیے نہ لگاؤ گی اس وقت تک ہم کچھ نہیں کر سکتے۔**"

(اُوڑھنی والیوں کے لیے پھول صفحہ 392-391)

سلام ماں کو قدموں میں جس کے جنت ہے
سلام باپ کو ہے سائباں کریمانہ
اگر حیات ہوں ماں باپ خوش نصیبی ہے
ہمارا فرض ہے ہر وقت ان کے کام آنا

معزز بہنو! اللہ تعالیٰ نے ماں کو بہت بلند مقام دیا ہے وہ اس لیے کہ ماں کی گود میں ہی رہ کر ایک بچہ پرورش پاتا ہے۔ پیدائش سے قبل بچہ جب اس کی ماں کی کوکھ میں ہوتا ہے وہاں سے ہی اس کی تربیت شروع ہو جاتی ہے اور جب وہ بچہ اس دنیا میں آتا ہے تو اس کا سب سے گہرا تعلق ماں کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ باپ سے کئی گنا زیادہ ایک بچہ اپنی ماں کے زیرِ سایہ پروان چڑھتا ہے۔ اسی لیے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو اتنا بڑا مقام عطا فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں تلے کر دی۔ جنت اِنہیں ماؤں کے قدموں تلے ہے جو اپنے بچوں کی اچھے رنگ میں پرورش کرتی ہیں۔

سامعات! قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ نے 1961ء میں مکرمہ مدیرہ مصباح کی درخواست پر ممبرات لجنہ کے نام جو پیغام بھجوایا اُسے آج کی تقریر سے بہت مناسبت ہے اس لئے بیان کر دیتی ہوں۔ آپ لکھتے ہیں۔

"یاد رکھنا چاہئے کہ تربیت کا زمانہ بچے کی ولادت کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اس کے پیدا ہوتے ہی اس کے

دائیں کان میں اذان کے الفاظ دُہرائے جائیں اور اُس کے بائیں کان میں اقامت کے الفاظ دُہرائے جائیں۔ اس حدیث میں اذان، ایمان کی قائم مقام ہے اور اقامت، عمل کی قائم مقام ہے۔ گویا یہ تعلیم دی گئی ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی اس کے ایمان اور عمل کی تربیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور ماں باپ کو شروع سے ہی اِس کا خاص خیال رکھنا چاہئے۔ بعض والدین اس غلطی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ پیدا ہونے والا بچہ تو گویا صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے اور بعد میں بھی وہ کئی سال تک دینی اور اخلاقی باتوں کو سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا۔ مگر ایسا خیال کرنا بڑی غلطی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غیر شعوری طور پر ولادت کے ساتھ ہی تاثر اور تاثیر کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور والدین کا فرض ہے کہ اِسی زمانہ سے بچوں کی تربیت کا خیال رکھیں اور نگرانی شروع کر دیں۔ آجکل علم النفس کی ترقی نے بھی یہی بات ثابت کی ہے جو ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے بظاہر اُمّی ہونے کے باوجود عرب کے صحراء میں فرمائی تھی کہ بچہ کی ولادت کے ساتھ ہی اس کی تربیت کا انتظام کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ **ماؤں کے قدموں کے نیچے بچوں کے لئے جنت ہے اِس میں بھی یہی اشارہ ہے کہ اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور ان کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ ان کو جنت کے رستہ پر ڈال کر ابدالآباد کی نعمتوں کا وارث بنا سکتی ہیں۔**

پس میں اپنے اس مختصر سے نوٹ کے ذریعہ احمدی ماؤں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بچپن سے ہی بلکہ بچوں کی ولادت کے ساتھ ہی ان کی تربیت کا خیال رکھنا شروع کر دیں اور ان کو ایسے رستہ پر ڈال دیں جو جنت کا رستہ ہے تا کہ بڑے ہو کر وہ اسلام اور احمدیت کے بہادر سپاہی بن سکیں اور ان کے دلوں میں خدا کی محبت اور رسولؐ کی محبت اور مسیح موعودؑ کی محبت ایسی راسخ ہو جائے کہ وہ اس کے لئے ہر جائز قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔

(محررہ 18 نومبر 1961ء از ماہنامہ مصباح دسمبر 1961ء و جنوری 1962ء)

چلتی پھرتی ہوئی آنکھوں سے اذاں دیکھی ہے
مَیں نے جنت تو نہیں دیکھی ہے ماں دیکھی ہے

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لجنہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2022ء کے موقع پر ماؤں کو درج ذیل نصائح فرمائیں۔

"یاد رکھیں کہ بچے بہت عقلمند ہوتے ہیں اور نہایت ہی عمیق نظر سے دیکھتے ہیں اس لیے آپ کے اقوال وافعال اور کردار میں کوئی تضاد نہیں ہونا چاہیے یقیناً اگر احمدی والدین اپنے اندر اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی عادت پیدا کرنے سے قاصر رہے تو پھر ان کے بچے بھی بڑے ہو کر دنیاداری اور آج کل کے معاشرے میں بے دینی سے بہت متاثر ہوں گے۔ لہٰذا احمدی والدین کیلئے نہایت ضروری ہے کہ وہ بڑے احتیاط کے ساتھ اپنے آپ میں بہتری لانے کی کوشش کریں تاکہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تربیت اور رہنمائی کر سکیں۔ روزانہ اپنے بچوں سے بات چیت کریں اور ان کو وہ چیزیں بتائیں جن کے ذریعہ سے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے قریب ہو جائیں۔ جیسا کہ کئی دفعہ پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ احمدی والدین کو شروع سے ہی اپنے بچوں کے ساتھ ایک حقیقی دوستی اور باہمی اعتماد کا تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ گو ہے تو یہ والدین کی، دونوں کی ذمّہ داری ہے لیکن احمدی ماؤں پر خصوصی طور یہ ذمّہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں سے ایک محبت اور قریبی تعلق پیدا کریں اور ان کے اندر دینی اقدار قائم کریں۔ آپ کو اپنے بچوں کا حوصلہ بڑھانا چاہیے تاکہ وہ آپ سے کھل کر اور بغیر کسی جھجک کے بات کر سکیں۔ بچے فطرتاً متجسس ہوتے ہیں اور ماؤں کی ذمّہ داری ہے کہ ان کے سوالوں کے جوابات دیں۔ اگر ماں کو اس کا جواب نہ آئے تو اسے چاہئے کہ اس کا جواب تلاش کرے بجائے اس کے کہ اسے بلا جواب چھوڑ دیا جائے۔ اس سلسلہ میں احمدی لڑکیوں اور خواتین کو اپنے دینی علم کو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے اور عصر حاضرہ کے مسائل سے واقفیت ہونی چاہیے۔ اگر آپ اپنا علم بڑھائیں گی تو اس کے ذریعہ سے آپ کے دین میں بھی ترقی ہو گی۔ اپنے بچوں میں دین کیلئے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ ان کو بتائیں کہ دین کی کیا ضرورت ہے اور کیوں اس کو تمام امور پر ترجیح دی جاتی ہے۔ اپنے بچوں کی اخلاقی اور روحانی تربیت کو یقینی بنانا ایک بہت بڑی ذمّہ داری ہے اور ان احمدیوں کیلئے ایک بڑا چیلنج ہے جن کے بچے اس معاشرہ میں پروان چڑھ رہے ہیں اور اس کوشش کی انجام دہی میں ماؤں کا بنیادی کردار ہے۔ آخر میں دوبارہ اس بات کا اعادہ کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "صرف وہ جو اسے یاد کرتے ہیں اور اپنے دین کو ترجیح دیتے ہیں

کامیاب ہوتے ہیں"۔ پس اپنی نمازوں کو اہتمام کے ساتھ ادا کریں اور ہر لفظ پر غور کریں بجائے اس کے کہ (بغیر سمجھے) محض نماز کی حرکات و سکنات کو ادا کریں یا ہونٹ ہلا کر اس کے الفاظ پڑھ دیں۔ ایک مخلص خاتوں کی دعائیں ایک بے حساب سرمایہ ہے اور اس لحاظ سے ہمیشہ اپنے لئے، اپنے بچوں کیلئے، اپنے خاوند کیلئے، اپنے معاشرہ کیلئے اور اپنی جماعت کیلئے دعائیں کریں۔ ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھیں اور دعا کریں کہ آپ خدا تعالیٰ کے سامنے جھکے رہیں جو آپ کا خالق ہے اور صرف وہی ہے جو آپ کی پریشانیاں اور مشکلات دور کر سکتا ہے صرف وہی ہے جو آپ کو اسلام قبول کرنے کے بنیادی معیار سے بلند کر کے ایک حقیقی مومن جو ایمان میں مضبوط ہو کے معیار تک لے جاسکتا ہے، صرف وہی ہے جس کے رحم و کرم سے آپ کے بچے اپنے ایمان سے اور دین سے جڑے رہ سکتے ہیں۔ وہی ہے جو آپ کے خاوندوں کو غلط کاموں سے روک سکتا ہے اور ان کی صحیح راستے کی طرف رہنمائی کر سکتا ہے۔ اگر احمدی خواتین اپنی ذمّہ داریاں اور مقاصد کو پورا کریں گی تو وہ اپنے گھروں، اپنے شہروں اپنے ملکوں اور پوری دنیا میں ایک بڑا اخلاقی اور روحانی انقلاب لا سکتی ہیں اور لائیں گی۔ ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے کہ آپ ان میں سے ہوں جو ایسے روحانی انقلاب کو ظہور میں لائیں اور اللہ کرے کہ آنے والی نسلیں یہ کہیں کہ اس دور کی احمدی ماؤں اور بچیوں نے ہمیں بچانے اور حقیقی روحانی نجات کی راہ پر ثابت قدم رہنے میں ایک غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ اللہ تعالیٰ لجنہ اماء اللہ پر ہر لحاظ سے اپنا فضل فرماتا رہے۔ آمین"

(روزنامہ الفضل آن لائن 6/ دسمبر 2022ء)

اللہ تعالیٰ ہماری سب ماؤں کو اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ کے حقیقی معنوں کو سمجھتے ہوئے بچوں کی ایسے رنگ میں تعلیم و تربیت کرنے والا بنائے کہ ہمارے بچے اس تربیت کی وجہ سے جنت کے وارث ٹھہریں۔ آمین

سر پہ سایہ رہے ماں کا تو سکون ملتا ہے
میرے سر پر میری چھاؤں کو سلامت رکھنا

ہم کو ماں اتنی پیاری ہے دعا کرتی ہوں
میرے مولا سبھی ماؤں کو سلامت رکھنا

(کمپوزڈ: بُقعۃُ النور انیل۔ جرمنی)



﴿21﴾ ﴿مشاہدات۔1153﴾

ماں کا نعم البدل کوئی نہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ (لقمان:15)

ہم نے انسان کو اس کے والدین کے حق میں تاکیدی نصیحت کی۔ اُس کی ماں نے اُسے کمزوری پر کمزوری میں اٹھائے رکھا۔ اور اس کا دودھ چھڑانا دو سال میں (مکمل) ہوا۔ (اُسے ہم نے یہ تاکیدی نصیحت کی) کہ میرا شکر ادا کر اور اپنے والدین کا بھی۔ میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

گزشتہ دنوں مکرم طاہر احمد طارق صاحب نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ قادیان کا اپنی والدہ محترمہ پر ایک مختصر مگر جامع لکھا ہوا مضمون نظروں سے گزرا۔ جس میں موصوف نے اپنی والدہ کی بہت سی خوبیوں اور اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ آپ نے اپنی اس تحریر میں کمال خوبصورتی اور حکمت کے ساتھ یہ لکھا کہ "**میری والدہ نوکر بھی تھیں اور مزدور بھی تھیں**" ماں جیسی عظیم، بابرکت وجود اور ہستی کے لئے اِن الفاظ کا استعمال قدرے معیوب معلوم ہوتا ہے کیونکہ ماں تو احسان کے درجہ سے بڑھ کر ایتاء ذی القربیٰ کے درجہ پر پہنچ کر اپنے بچوں کی خدمت کر رہی ہوتی ہے وہ اپنی اولاد کو بغیر لالچ، انعام اور اجرت کے پالتی ہے۔ اِس لئے ماں کے لئے بظاہر نوکر یا مزدور کے الفاظ مناسب معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ لیکن جب اِن دونوں الفاظ کو مختلف لغات کے آئینہ میں دیکھا تو بہت معیاری اور مثبت معنی دیکھنے کو ملے جس کے مطابق

ایک ماں روزانہ ہی اپنی اولاد کے لئے سینکڑوں کاموں پر عمل کر کے نوکر اور مزدور کا کردار ادا کر رہی ہوتی ہے۔

نوکر اور مزدور کے معنوں میں تعمیراتی کام شامل ہیں۔ یعنی نوکر اور مزدور دونوں محنت اور مشقّت کر کے ایسی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں جو اپنی ذات میں پختہ تو ہوتی ہیں اور خوبصورت دِکھتی بھی ہیں۔ بعینہٖ مائیں اپنے بچوں اور اولاد کی اصلاح و تربیت اور تعلیم دے کر ایک ایسا فلیٹ، کوٹھی اور عمارت تعمیر کرتی ہیں جن کے اندر اُس کی اولاد تو سکون اور آرام کے ساتھ سکونت پذیر ہوتی ہی ہے بلکہ آئندہ آنے والی نسلیں اِس سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔ اِسے ہم اپنی زبان میں دودھ کو جاگ لگانے سے تشبیہہ دے سکتے ہیں کہ تھوڑا سا دہی مَنوں دودھ کو دہی میں تبدیل کر دیتا ہے اور پھر اُس دہی سے تھوڑی سی جاگ نکال کر ہماری مائیں اگلے دن کے لئے دہی بنانے کے لئے رکھ لیتی ہیں۔ جسے ہم اپنی زبان میں "جاگ" بولتے ہیں۔ اِسی محاورہ کو ہم اپنی ماؤں کی دن رات محنت پر لاگو کرتے ہیں کہ وہ دینی اور روحانی جاگ ایک نسل اور جنریشن سے اگلی نسل اور جنریشن میں لگاتی چلی جاتی ہیں۔ پہلے وہ اپنے صُلبی بچوں کو نمازی بناتی ہیں، انہیں مسجد کی راہ دکھلاتی ہیں۔ انہیں قرآن کریم پڑھاتی اور اسلامی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم بھی دیتی ہیں اور پھر اپنی ادھیڑ عمری میں اپنی اگلی نسل پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کو بھی حسب توفیق محنت اور مشقّت سے دینی اور دُنیوی تعلیم دینے کے لئے مزدوری کا کام کرتی ہیں۔ ہم اپنے ماحول میں روزانہ ہی مشاہدہ کرتے ہیں کہ مائیں گھروں میں سب سے پہلے بیدار ہوتی ہیں۔ پاکستان کے دیہاتی ماحول میں مائیں علی الصبح بیدار ہو کر دودھ دھوتیں، رات کو جاگ لگے دہی کو بلو کو مکھن نکالتی، نفل اور فجر ادا کرتیں اور دعاؤں سے اپنے بچوں میں نکھار پیدا کرتیں، بچوں اور اہل خانہ کو ناشتہ کرواتیں، بچوں کو اسکولز و کالجز کے لیے تیار کرتیں اور بعض جگہوں پر انہیں اسکولز و کالجز چھوڑ کر آتیں ہیں۔ اسکولز و کالجز سے بچوں کی واپسی تک ماں گھر میں آرام سے نہیں بیٹھتی بلکہ مشین کی طرح گھر کے وہ کام کاج کرتی ہیں جو اسکولز کے بعد بچوں کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔ گھر کی صفائی ستھرائی اور نظافت کے علاوہ بچوں کے لئے اُن کے ذائقوں کے مطابق کھانے تیار کرتیں اور اُن کی آمد کے بعد اُن کے ساتھ بیٹھ کر Homework کروانا اپنا فرض سمجھتی ہیں اور دیگر ضروریات کا خیال رکھتیں ہیں اور یہ محض خدمتِ اولاد ہے اور بغیر کسی لالچ کے وہ کرتی ہیں۔ اجر کا صرف اپنے اللہ تعالیٰ

سے امید رکھتی ہیں۔ ماں کی محبت کی انوکھی بات یہ ہے کہ اس محبت میں کسی قسم کی غرض، کوئی مقصد یا فائدہ ذہن میں نہیں ہوتا بلکہ بے غرض اور بے لوث محبت ہوتی ہے، انسانی رشتوں میں سب سے زیادہ پیار و محبت کرنے والی ہستی ماں کی ہے۔ ماں خدا کی عطا کردہ نعمتوں میں افضل ترین نعمت ہے، ماں شفقت، خلوص، بے لوث محبت اور قربانی کا دوسرا نام ہے۔

ایک بچہ اپنے باپ کی بھی اولاد ہے ماں کی بھی اولاد ہے۔ لیکن اگر بچہ بیمار ہو تو ماں ساری رات جاگتی ہے مگر مرد یعنی باپ نہیں جاگ پاتا۔ باپ پھر بھی نیند پوری کر لیتا ہے مگر ماں کی ممتا کو نیند نہیں آتی۔ وہ ماں جس نے اپنا خون جان بچے کو دے دی راتوں کا چین و آرام بچے کو دے دیا اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بچے کو تکلیف میں ماں ساری رات لے کر بیٹھی رہتی ہے۔ مسلسل راتوں کو جاگنا، شاید اس عورت کے لیے بھی ممکن نہ ہوتا، اس سے جڑی محبت جگائے رکھتی ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ والدین کے ساتھ احسان کرو مگر جان لو کہ تمہاری ماں کا درجہ حق کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ اس کا حق اس لیے زیادہ ہے کہ جو تکلیفیں تمہاری ماں نے اپنی جان پر برداشت کی ہیں اس کا اندازہ تمہارے والد کو بھی نہیں ہو سکتا۔

سامعین! ماں کے مقام کا اِن احادیث سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی کے سوال پر کہ مجھ پر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا: تمہاری ماں کا، تمہاری ماں کا، تمہاری ماں کا اور چوتھی بار فرمایا اس کے بعد تمہارے باپ کا۔

(بخاری کتاب الادب)

پھر ایک جگہ فرمایا "اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو، پھر اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہ عَنْھُمْ نے عرض کی:

یارسولَ اللہؐ! کس کی ناک خاک آلود ہو؟ ارشاد فرمایا:

"جس نے اپنے ماں باپ دونوں یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا، پھر وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوا۔" (مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب)

سامعین! جو کچھ ایک ماں اپنے بچوں کے لیے کرتی ہے بچے اُس کی خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا۔ اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مَیں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پیٹھ پر اٹھا کر حج کرایا ہے، اسے اپنی پیٹھ پر لئے ہوئے بیت اللہ کا طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اُسے لئے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اُسے لئے ہوئے مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکریاں ماریں۔ وہ نہایت بوڑھی ہے ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی۔ مَیں نے یہ سارے کام اُسے اپنی پیٹھ پر اٹھائے ہوئے سرانجام دئے ہیں تو کیا مَیں نے اس کا حق ادا کر دیا ہے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، اس کا حق ادا نہیں ہوا''۔ اس آدمی نے پوچھا: ''کیوں''۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس لئے کہ اس نے تمہارے بچپن میں تمہارے لئے ساری مصیبتیں اس تمنّا کے ساتھ جھیلی ہیں کہ تم زندہ رہو مگر تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا وہ اس حال میں کیا کہ تم اس کے مرنے کی تمنا رکھتے ہو۔ تمہیں پتہ ہے کہ وہ چند دن کی مہمان ہے۔''

(الوعی، العدد 58، السنة الخامسة)

سامعین! آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرے گا کہ آخر ایسا ماں کے لیے کیوں کہا گیا ہے کہ اُس کی عزت و تکریم کرو اس کا رتبہ بہت بلند ہے؟ وہ بھی تو انسان ہے مگر اتنی تاکید کیوں کی گئی ہے کہ تم اسے اُف تک نہ کہو؟ جب یہ سوال آپ کے ذہن میں ابھرے گا تو ماں کا لطف و کرم آپ سے سوال کرے گا کہ بیٹا بھول گئے کیا؟ وہ مَیں ہی ہوں جس نے تمہیں اپنے جگر کے خون کا دودھ بنا کر پلایا- وہ مَیں ہی ہوں جب تو بستر پر پیشاب کر دیا کرتا تھا تو مَیں تمہیں دوسری جانب سلا دیا کرتی اور جب تو دوسری جانب بھی پیشاب کر دیا کرتا تو مَیں تمہارے پیشاب کیے ہوئے جگہ پر سو جایا کرتی تھی اور تجھے اپنے سینے پر سلایا کرتی تھی۔

ہر رشتے کی محبت کو الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے مگر ماں کی محبت ناقابلِ بیان ہے۔ دنیا کے سارے رشتے ناطے ایک طرف اور ماں جیسا لازوال رشتہ ایک طرف۔ ممتا محبت کی وہ ابتداء ہے جو اپنی اولاد کو نو مہینے اپنے پیٹ میں پالتی ہے۔ ان نو مہینوں میں وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ دنیا میں آنے والے اس بچے کے لئے خود سراپا دعا بن جاتی ہے۔ وہ بچہ جو ابھی دنیا میں آیا بھی نہیں ہوتا اس کی خاطر وہ کس کس تکلیف سے نہیں گزرتی لیکن مجال ہے کہ اس اولاد کے لئے ایک ذرا سی شکن بھی اس کے ماتھے پر آتی ہو جو آنے سے پہلے ہی اسے تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ وہ خوشی خوشی اُس کا انتظار کرتی ہے اور جب موت جیسے مراحل

سے گزرنے کے بعد وہ اُس بچے کو جنم دیتی ہے تو پھر اُس محبت کو وہ اپنی آخری سانس تک نبھاتی ہے۔ وہ مسکراتی ہے جب بچہ مسکراتا ہے۔ وہ ہنستی ہے جب بچہ ہنستا ہے، وہ روتی ہے جو بچہ تکلیف سے روتا ہے، وہ کھیلتی ہے جب بچہ کھیلنا چاہتا ہے، وہ گہری نیند سے اٹھ جاتی ہے جب بچہ اٹھتا ہے بلکہ اُس کے سوتے ہوئے بھی اُٹھ اُٹھ کر اُس کو دیکھتی ہے۔ بچہ بھوکا ہوتا ہے تو ماں اسے صرف اس کا پیٹ بھرنے کے لیے نہیں کھلاتی اس کی پسندیدہ چیز کھلاتی ہے۔ خود پرانے کپڑوں میں گزار لیتی ہے لیکن اپنے بچے کے لیے نئے کپڑوں کا انتظام کرتی ہے۔ ماں اور بچہ دونوں کی ہی عمر میں اضافہ ہو رہا ہوتا ہے۔ بچہ پہلے سے زیادہ طاقتور اور ماں پہلے سے کمزور ہو رہی ہوتی ہے۔ بڑا ہوتا ہے تو اُس کو اسکول بھیجتی ہے، ٹیچرز اگر تعریف کریں تو خوش ہوتی ہے۔ ہر پل یہی دعا کرتی ہے کہ اچھا پڑھ لکھ جائے، فرمانبردار اور دیندار ہو لیکن خدانخواستہ اگر ماں کی امیدوں کے مطابق نہ چلے تو اس سے اس کے حال پر نہیں چھوڑتی اسے کامیاب اور اچھا انسان بنانے کے لیے ایک مرتبہ پھر کمر کس لیتی ہے پھر ہمت جوان کرتی ہے اس کی فکر کا سلسلہ رکتا نہیں ہے تمام عمر چلتا ہے۔

ماں کی عظمت اور بڑائی کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو گا کہ اللہ تعالیٰ جب انسان سے اپنی محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے لئے ماں کی محبت سے موازنہ کر کے سمجھاتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تم سے ستّر ماؤں سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام احباب جماعت کو خدا تعالیٰ کی محبت اپنے اندر پیدا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے ماں کی محبت سے مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ماں جیسی بے لوث محبت خدا کی اپنے اندر پیدا کرو۔ فرمایا:

”دیکھو! ایسی طبعی محبت پیدا کر لو جیسے ایک ماں کو اپنے بچے سے ہوتی ہے۔ ماں کو نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیوں بچہ سے محبت کرتی ہے۔ اس میں ایک طبعی کشش اور ذاتی محبت ہوتی ہے۔

دیکھو! اگر کسی ماں کا بچہ گم ہو جاوے اور رات کا وقت ہو تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ جوں جوں رات زیادہ ہو گی اور اندھیرا بڑھتا جاوے گا اس کی حالت دگرگوں ہوتی جاوے گی گویا زندہ ہی مر گئی ہے مگر جب

اچانک اسے اس کا فرزند مل جاوے تو اس کی وہ حالت کیسی ہوتی ہے۔ ذرا مقابلہ کر کے تو دیکھو! پس صرف ایسی محبت ذاتی اور ایمان کامل سے ہی انسان دارالامان میں پہنچ سکتا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 274-275)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"ماں کی اپنے بچے سے محبت ایک طبعی اور فطری تقاضا پر مبنی ہے نہ کہ کسی طمع پر۔ دیکھو! بعض اوقات ایک ماں ساٹھ برس کی بڑھیا ہوتی ہے اس کو کوئی توقع خدمت کی اپنے بچے سے نہیں ہوتی کیونکہ اس کو کہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ مَیں اس کے جوان اور لائق ہونے تک زندہ بھی رہوں گی۔ غرض ایک ماں کا اپنے بچے سے محبت کرنا بلا کسی خدمت یا طمع کے خیال کے فطرت انسانی میں رکھا گیا ہے۔ ماں خود اپنی جان پر دکھ برداشت کرتی ہے مگر بچے کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ خود گیلی جگہ لیٹتی ہے اور اسے خشک حصہ بستر پر جگہ دیتی ہے۔ بچہ بیمار ہو جائے تو راتوں جاگتی اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے۔ اب بتاؤ کہ ماں جو کچھ اپنے بچے کے واسطے کرتی ہے اس میں تصنع اور بناوٹ کا کوئی بھی شعبہ پایا جاتا ہے؟"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 361)

پھر فرماتے ہیں:

" احسان میں ایک مادہ خود نمائی کا ہوتا ہے اور اگر کوئی احسان فراموشی کرتا ہو تو محسن جھٹ کہہ اٹھتا ہے کہ مَیں نے تیرے ساتھ فلاں احسان کئے لیکن طبعی محبت جو کہ ماں کو بچے کے ساتھ ہوتی ہے اس میں کوئی خود نمائی نہیں ہوتی بلکہ اگر ایک بادشاہ ماں کو یہ حکم دیوے کہ تو اس بچہ کو اگر مار بھی ڈالے تو تجھ سے کوئی باز پرس نہ ہو گی تو وہ کبھی یہ بات سننی گوارا نہ کرے گی اور اس بادشاہ کو گالی دے گی۔ حالانکہ اسے علم بھی ہو کہ اس کے جوان ہونے تک مَیں نے مر جانا ہے مگر پھر بھی محبت ذاتی کی وجہ سے وہ بچہ کی پرورش کو ترک نہ کرے گی۔ اکثر دفعہ ماں باپ بوڑھے ہوتے ہیں اور ان کو اولاد ہوتی ہے تو ان کی کوئی امید بظاہر اولاد سے فائدہ اٹھانے کی نہیں ہوتی لیکن باوجود اس کے پھر بھی وہ اس سے محبت اور پرورش کرتے ہیں۔ یہ ایک طبعی امر ہوتا ہے جو محبت اس درجہ تک پہنچ جاوے اسی کا اشارہ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل: 91) میں کیا گیا ہے کہ اس قسم کی محبت خدا کے ساتھ ہونی چاہیے۔ نہ مراتب کی خواہش نہ ذلت کا ڈر۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 314)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بچے کی ماں سے محبت کے بارے میں فرماتے ہیں:

" ایک دودھ پیتا بچہ تک بھی اپنی ماں کی گود میں اور ایک اجنبی کی گود میں فرق محسوس کرتا ہے اور دوسرے کے ہاتھوں میں جا کر خواہ مخواہ رو پڑتا ہے یا بیل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت اپنے پرائے میں کچھ تمیز نہیں کر سکتا اور اس کو نہیں معلوم ہوتا کہ کون میرا دوست ہے اور کون میرا دشمن ہے وہ صرف اس محبت کے تعلق کی وجہ سے جو اس کو اپنی والدہ سے ہوتی ہے غیر میں اور اپنی ماں میں ایک فرق محسوس کرتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ کہ دل را بہ دل رہیست یعنی اگرچہ ایک کو دوسرے کی محبت کا علم بھی نہ ہو تو بھی بوجہ محبت کی کشش کے وہ اُس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔"

(انوار العلوم جلد 1 صفحہ 27-28)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ امر واقعہ ہے کہ ماں سے زیادہ بچے کو کوئی پیار نہیں کر سکتا۔ ماں سے زیادہ بچے کے لیے کوئی دکھ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کو حقیقت میں کبھی بھلایا نہیں جا سکتا اگر کسی انسان کے دل میں شرافت ہو۔ تو ماں اُس کو پالتی ہے، ماں اُس کے لیے ہر قسم کے دکھ برداشت کرتی ہے، ہر قسم کی گندگی صاف کرتی ہے اور جس طرح وہ پیار کرتی ہے ویسے کوئی اور رشتہ دار پیار نہیں کر سکتا۔ بیوی بھی پیار نہیں کر سکتی۔

ایک فرضی حکایت ہے مگر ہے بہت سبق آموز کہتے ہیں کہ ایک لڑکے کو اپنی بیوی سے جاہلانہ حد تک عشق تھا اور ایسا جاہلانہ کہ اس کو خوش کرنے کے لئے ہر بیہودہ حرکت کرنے پر بھی تیار تھا۔ وہ اپنی ساس سے بہت جلتی تھی اور اپنی ساس کو جب اپنے بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھتی تھی تو اس سے اس کے دل میں حسد بھڑک اٹھتا تھا۔ تو ایک روز اس کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تم مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کا سر طشتری میں سجا کر لاؤ ورنہ میرا خیال چھوڑ دو۔ اس بیوقوف بیٹے نے یہ کام کیا کہ طشتری میں اپنی ماں کا سر سجایا جبکہ وہ اپنی بیوی کی طرف آرہا تھا رستے میں ٹھوکر لگی اور اس کہاوت میں یہ ہے کہ اس کا سر زمین پر گر پڑا تو اس سر سے آواز آئی۔ میرے بچے! تجھے چوٹ تو نہیں لگی۔ پس ماؤں کے دل ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہاوت فرضی ہے مگر ان کے دل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ پس ماؤں سے جو غیر معمولی

حسن سلوک کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بالکل صحیح ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے اور مَیں امید رکھتا ہوں کہ ساری جماعت میں ماؤں کی عزت کی جائے گی۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ۔ 2/ مئی 2000ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّھَاتِ یعنی جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ (الجامع الصغیر 144 از علامہ سیوطی) مذکورہ بالا حدیث ماں کے قدموں تلے جنت ہے کا ذکر کرتے ہوئے ہندوستان کی مشہور لیڈر سروجنی نائیڈو نے اعتراف کیا سب سے زیادہ پیاری چیز جو اسلام ہندوستان میں لایا وہ یہ تھی کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔

(برگزیدہ رسول غیروں میں مقبول حصہ چہارم از ملک فضل حسین احمدی۔ صفحہ 45)

یہ حدیث رسول اللہ کے جوامع الکلم کا شاہکار ہے۔ سیدنا حضرت مصلح موعود اس کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"یہ حدیث کہ جنت ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے یہ بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگر ماں اچھی تربیت کرے تو اچھی نسل پیدا ہو گی اور جو انعامات باپ حاصل کرے گا وہ دائمی ہو جائیں گے۔ لیکن اگر ماں اچھی تربیت نہیں کرے گی تو باپ کے کمالات باپ تک ختم ہو جائیں گے اور دنیا کو جنات عدن حاصل نہیں ہوں گی۔"

(خلافت راشدہ صفحہ 118)

لہٰذا ماؤں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کی تربیت اسلام کے بتائے ہوئے سنہری اُصولوں کے مطابق نہیں کریں گی یا اپنے بچوں کو قوم وملک کے مفید شہری بنانے کی طرف توجہ نہیں دیں گی تو پھر وہ جنت، جس کی خوشخبری آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے اُس کو پانا مشکل ہو گا۔

سامعین! ایک مرتبہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی والدہ قادیان آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا یعنی بڑھاپے اور کمزوری کا تو حضرت نے فرمایا:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو

پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے، کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدّی بیماری بچہ کو ہو۔ چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی"

پھر حضرت اماں جان کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے۔ جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل: 91)۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 289-290)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے ماں کی دعاؤں میں بھی ایک طاقت رکھی ہیں کیونکہ وہ اپنی اولاد کے لئے دل سے دعا کرتی ہے۔ امام بخاری کی والدہ بڑی عابدہ اور صاحبِ کرامات تھیں۔ خدا سے دعا کرنا، گریہ وزاری کرنا اُن کا حصہ خاص تھا۔ امام بخاری کی آنکھیں صغر سنی میں خراب ہو گئی تھیں۔ بصارت جاتی رہی۔ علاج سے عاجز آ گئے۔ امام بخاری کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں کہ تمہارے رونے اور دعا کرنے سے تمہارے بیٹے کی آنکھیں خدا نے درست کر دیں وہ کہتی ہیں کہ جس شب کو مَیں نے خواب دیکھا۔ اسی صبح کو میرے بیٹے کی آنکھیں درست ہو گئیں۔ روشنی پلٹ آئی اور وہ بینا ہو گئے۔

(سیرۃ البخاری از محمد عبد السلام مبارکپوری۔ صفحہ 42)

حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے متعلق ان کے خادم نصیب اللہ صاحب بیان کرتے ہیں۔

"آپ اپنی والدہ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ان کے متعلق آپ نے "میری والدہ" کے عنوان سے ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ خدا نے میری سہ خواہشیں پوری کی ہیں۔ بس اب ایک خواہش اور ہے اور یہ کہ مَیں اپنی والدہ کے پاس پہنچ جاؤں اور ان کی خدمت کروں۔ آپ نے اپنی والدہ کی ایک بڑے سائز کی تصویر اپنے سامنے لگائی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ مَیں آپ کو بازو سے تھام کر اندر سے باہر بڑے

کمرے میں لا رہا تھا۔ سامنے تصویر تھی فرمایا کہ یہ میری پیاری والدہ ہیں۔ مَیں تو کچھ چیز نہ تھا۔ جو کچھ بھی مجھے مرتبہ ملا ہے محض خدا کے فضل سے اور حضور کی شفقت اور میری والدہ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔"

(خالد دسمبر 1985ء صفحہ 145)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" سب سے زیادہ خدمت کی مثال اگر دنیا میں موجود ہے تو وہ ماں کی بچے کے لئے خدمت ہی ہے۔ اب یہاں رہنے والے، مغرب کی سوچ رکھنے والے، بلکہ ہمارے ملکوں میں بھی، برصغیر میں بھی، بعض لوگ لکھتے ہیں کہ ماں باپ کی خدمت نہیں کر سکتے، ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں کہ جماعت ایسے بوڑھوں کے مراکز کھولے جہاں یہ بوڑھے داخل کروا دئے جائیں کیونکہ ہم تو کام کرتے ہیں، بیوی بھی کام کرتی ہے، بچے اسکول چلے جاتے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بوڑھے والدین کی وجہ سے ڈسٹرب (Disturb) ہوتے ہیں، اس لئے سنبھالنا مشکل ہے۔ کچھ خوف خدا کرنا چاہئے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ ان کی عزت کرو، ان کا احترام کرو اور اس عمر میں اُن پر رحم کے پر جھکا دو۔ جس طرح بچپن میں انہوں نے ہر مصیبت جھیل کر تمہیں اپنے پروں میں لپیٹے رکھا۔ تمہیں اگر کسی نے کوئی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو مائیں شیرنی کی طرح جھپٹ پڑتی تھیں۔ اب ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو کہتے ہو کہ ان کو جماعت سنبھالے۔ جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے سنبھالتی ہے لیکن ایسے بوڑھوں کو جن کی اولاد نہ ہو یا جن کے کوئی اور عزیز رشتے دار نہ ہوں۔ لیکن جن کے اپنے بچے سنبھالنے والے موجود ہوں تو بچوں کا فرض ہے کہ والدین کو سنبھالیں۔ تو ایسی سوچ رکھنے والوں کو اپنی طبیعتوں کو، اپنی سوچوں کو تبدیل کرنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 16/ جنوری 2004ء)

سامعین! جہاں تک احادیث کی رو میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا تعلق ہے۔ اس سلسلہ میں بنیادی آماجگاہ تو ماں کی گود ہے جہاں سے تعلیم و تربیت کے شگوفے پھوٹتے ہیں اور وہ اپنے بچوں کو تراش خراش کر ہیرے تیار کر کے اسلام احمدیت کی انگشتری کا نگینہ بنا کر جڑ دیتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ (مسند ابی حنیفہ کتاب الادب) اِس کا اگر ماں کی جنس کے حوالہ سے ترجمہ کیا جائے تو یوں ہو گا کہ نیک باتوں کو بتانے والی ان پر عمل کرنے والی کی طرح ہے۔

نیکی اور ہدایت کی طرف بُلانے اور اس کی ترغیب دلانے کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ

(آل عمران:111)

کہ تم بہترین امّت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لے آتے تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ ان میں مومن بھی ہیں مگر اکثر ان میں سے فاسق لوگ ہیں۔

سامعین! اور نیکی طرف بلانے کا سب سے بڑا اور اہم ذریعہ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت استخلاف میں کیا ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کو جاری رکھنے اور اُس کے استحکام کے لئے مومنوں کو جن میں مائیں شامل ہیں درج ذیل احکام دیے۔

1- حقیقی مومن بننا اور اعمالِ صالحہ سے اپنے آپ کو مزیّن کرنا۔

2- اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

3- نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا۔

4- رسول کی کامل اطاعت اس لئے کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا رحم ہو۔

یہی احمدی ماؤں کی ذمّہ داری ہے۔ جن کو وہ اپنے بچوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنگ سے واپس آتے ہوئے فرمایا تھا کہ اب ہم جہادِ اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں گویا تعلیم و تربیت کو جہادِ اکبر قرار دیا۔

(البیہقی فی الزھد الکبیر)

سامعین! حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے اپنی کتاب 'اچھی مائیں، تربیت اولاد کے دس سنہری گُر' میں تحریر فرماتے ہیں:

"اے احمدی ماؤں! تم پر ایک بہت زیادہ ذمّہ دار ہوتا ہے۔ تمہارے ہاتھوں میں قوم کے وہ نونہال پلتے ہیں جو آج کل کے جوان ہیں۔ آج کے بیٹے اور کل کے باپ ہیں۔ آج کے تابع اور کل کے متبوع ہیں۔ آج کے

محکوم اور کل کے حاکم ہیں۔ عنقریب ان کے ہاتھوں میں سلسلہ کے کاموں کی باگ ڈور جانے والی ہے۔ پس اپنی اس نازک ذمّہ داری کو پہچانو اور اپنے بچوں کی زندگیوں کو ایسے قالب میں ڈھال دو کہ جب ان کا وقت آئے تو وہ آسمانِ ہدایت پر ستارے بن کر چمکیں تم شاید خود بھی اپنی قدر کو نہ پہچانتیں مگر تمہارے رسول نے تمہاری قدر کو پہچانا ہے اور تمہیں اپنی محبوب ہستی قرار دیا ہے پس اس عظیم الشان نعمت کی قدر کرو کہ تم محبوب خدا کی محبوب ہو اور اس ذمّہ داری کو ادا کرو جو خدا نے تمہارے کندھوں پر ڈالی ہے۔ یہ ذمّہ داری بہت بھاری ہے مگر یقین رکھو کہ اس رستہ کے ہر قدم پر خدا کے فضل و رحمت کا سایہ تمہارے سر پر ہو گا اور اس کے رسول اور اس کے مسیح علیہ السلام کی پاک دعائیں تمہارے ساتھ ساتھ چلیں گی۔ اے ہمارے خالق و مالک! اے ہمارے آسمانی آقا! ہماری کمزور کشتیوں کے طاقتور ناخدا! تو ہر احمدی ماں کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دے کہ وہ اپنی اولاد کو تیری ایک مقدس امانت سمجھتے ہوئے اس کی تعلیم و تربیت کو ایسی بنیادوں پر قائم کر دے جو تیری رضا اور اسلام اور احمدیت کی ترقی کا موجب ہو اور تو احمدی بچوں کو بھی یہ توفیق عطا کر کہ وہ اپنی نیک ماؤں کی تربیت کے نقوش کو صالح اور سلیم بچوں کی طرح قبول کریں۔"

(اچھی مائیں، صفحہ 28-29)

سامعین! آخر میں خاکسار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں ایک ارشاد پیش کرتا ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19)

اب سوچنے کا مقام یہ ہے کہ ماں تو ایک اچھے نوکر ایک مخلص غلام کی طرح اپنے بچے کی بے لوث خدمت کرتی ہے تو کیا ہم جواب میں اس کی خدمت کر کے تھوڑا سا حق ادا کرتے ہیں یا نہیں؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی ماؤں کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿22﴾ ﴿مشاہدات۔73﴾

اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (التحریم:7)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا، الم کا، بے بسی کا
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

میری بہنو! جس موضوع پر مجھے آج لب کشائی کرنی ہے وہ ہے۔ **اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد**

اس اہم عنوان کو ہم **"تربیت اولاد میں ایک ماں کا کردار"** کا نام دے سکتے ہیں۔ماں کو ایک مربی اور معلم کہہ سکتے ہیں۔ماں کو اپنی اولاد کے لیے ایک محسنہ کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

اچھے احمدی کی اچھی ماں۔زندہ باد عنوان کے تین حصے ہو سکتے ہیں۔

نمبر 1۔اچھا احمدی کون ہے۔نمبر 2۔اچھی ماں کون ہے اور نمبر 3۔احمدی ماں زندہ باد

جہاں تک ایک اچھے احمدی کا تعلق ہے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ احمدی اپنے آپ کو اُس حضرتِ احمدؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ تعریف کرنے والا تھا۔حضرتِ احمدؑ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرتِ محمدؐ کے تمام اوصاف حسنہ اور خوبیوں کو اپنایا اور حضرتِ محمدؐ کا روحانی فرزند ،عاشقِ صادق کہلایا۔حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے تمام احمدی "اچھے احمدی" اُس وقت کہلوائے جب انہوں نے حضرتِ احمدؑ کے توسط سے حضرتِ محمدؐ کی تعریف کر کے اُس عظیم ہستی کی خوبیوں کو اپنے وجود میں اُتارا، اُس کے پرستار کہلائے۔

میری بہنو! ماں وہ مبارک وجود ہے جو دنیا اور دین کی آبادکاری کے لیے بچے جَنتی اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق اُن کی تعلیم و تربیت کرتی ہے ۔ جماعت احمدیہ میں ماں وہ عظیم ہستی ہے جو اپنے بچوں کو قرآن واحادیث اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفاء کے ارشادات و ہدایات کے تیز دھار نشتر سے اپنی اولاد کو تراش خراش کر کے ایسے چمک دار ہیروں میں بدلتی ہے جو جماعت احمدیہ کی انگشتری میں جب جڑے جاتے ہیں تو وہ انگشتری اَور خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ ایک احمدی ماں اِس کا آغاز اُس وقت سے ہی دعاؤں سے کر دیتی ہے جب میاں بیوی کا آپس میں ملاپ ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کو مدنظر رکھ کر وہ ماں اپنی نسبت نیک صالح اور متقی مرد سے کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی چار باتوں کو بنیاد بنا کر کی جاتی ہے۔ ایک تو کسی کا حسب نسب دیکھا جاتا ہے یا اُس عورت کا مال و دولت مدنظر رہتا ہے یا لڑکی کی خوبصورتی اور حسن و جمال مگر اے مسلمان! تم دیندار لڑکی تلاش کرو۔ جب ایک احمدی مرد، ایک نیک صالح اور دیندار خاتون تلاش کر کے شادی کرتا ہے تو وہ خاتون ایک ایسے خاندان کی سربراہ بنتی ہے جو زندہ باد کہلاتی ہے۔ کیونکہ اس دیندار خاتون کے والدین بھی زندہ باد ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ شادی کے بعد وہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُکَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَاجَبِلْتَہٗ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا جَبِلْتَہ (ابوداؤد کتاب النکاح) کی دعا کر کے اس کی بھلائی چاہنے اور شر سے بچنے کی دعا کرتی ہے۔ ہاں ہاں! یہی وہ ماں، زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جو اپنی اولاد کو مجوسی، نصرانی، یہودی بنانے کی بجائے مسلمان بناتی ہے کیونکہ بچہ تو فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو یہی وہ ماں زندہ رہنے والی اور اپنے نام کو اور خاندان کے نام کو زندہ رکھنے والی ماں ہے۔ جو دوران حمل اپنے حقیقی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف مسلسل جُھکتی، دعائیں کرتی اور نیک اولاد کے لئے اپنے اللہ سے التجا کرتی رہتی ہے۔ ہاں ہاں! اس دوران وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی، کثرت سے اپنے پیارے رسول حضرت محمدؐ پر درود بھیجتی، کثرت کے ساتھ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتی، حسب توفیق ترجمہ و تفسیر پڑھتی، احادیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کا مطالعہ کرتی اور نیک اولاد کے حصول کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہتی ہے۔

اس کے لیے صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے۔ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ (ال عمران:36) اور رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡيُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِيۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75) کی استدعا اپنے اللہ کے حضور کرتی رہتی ہے۔ ہاں یہ وہ ماں زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جس کے ہاں بچہ یا بچی کی پیدائش پر اس کے نیک اور دیندار خاوند نے بچے کے دونوں کانوں میں اذان اور تکبیر کہلوا کر اللہ کا نام اس نومولود کے اندر ودیعت کیا۔ نیک آدمی کے ہاتھوں گُرتی دلائی اور نومولود کی جانب سے بلاؤں کی دوری کے لیے صدقہ و خیرات کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ "یہ اذان ایمان کی قائمقام ہے اور تکبیر عمل کی قائمقام ہے گویا پیدائش کے ساتھ ہی ایمان اور عمل کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔"

میری بہنو! جب اولاد ہو جاتی ہے تو یہ ماں اپنی اولاد کے لیے اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّيَّتِیۡ ۖ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَيۡكَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ (الاحقاف:16) کے الفاظ میں اولاد کے صالح ہونے اور اولاد ہونے پر اظہار تشکر کے لیے اپنی طرف سے توبہ کا اظہار کر کے اپنے فرمانبردار ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفان تیرا

میری بہنو! یہی وہ مقدس مائیں ہیں جن کے بارہ میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلۡجَنَّةُ تَحۡتَ أَقۡدَامِ الۡاُمَّهَاتِ کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے۔ گویا کہ یہ عظیم زندہ باد ماں ایک اور ماں کی پرورش کا آغاز کرنے جا رہی ہے جو آئندہ قوموں میں زندہ باد ماں کہلائے گی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

"اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور ان کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ ان کو جنت کے راستہ میں ڈال کر ابد الآباد کی نعمتوں کا وارث بنا دیتی ہیں۔" (ماہنامہ مصباح دسمبر، جنوری 1961-1962ء)

مَیں اپنی بہنوں ، ماؤں اور بیٹیوں کو اُن مبارک اور مقدّس ماؤں کے جَلو میں لے جانا چاہتی ہوں جو اچھے بچوں کی اچھی مائیں بنیں اور اپنا نام تاریخ میں رقم کر گئیں۔ میں اس سلسلہ میں آغاز حضرت حاجرہ علیہ السلام کے ذکر سے کرتی ہوں جنہوں نے اپنے بیٹے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور اپنے عملی نمونہ سے ایسی تربیت کی کہ وہ اپنے باپ کو یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (الصافات:103) کہہ کر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور یہی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں جن کی نسل سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ حضرت آمنہ کو زیادہ عرصہ حضورؐ کی تربیت نہ کر سکیں مگر اس نیک پارسا خاتون نے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک وجود کی آبیاری کی اور چاند کا ٹکڑا اپنی گود میں گرنے کا خواب بھی دیکھا۔

میری بہنو! پھر آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بطور ماں ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے جنہوں نے اپنے تقویٰ، نیکی اور صالحیت کی بنا پر اپنی اولاد کی نیک تربیت دی۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کا نصف علم حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ آپؓ نے اپنی مادی اولاد حضرت فاطمہؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ ایک خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی زوجہ مطہرہ ٹھہریں۔ اس کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ و صحابیات براہ راست آپؐ سے روحانی فیض پا کر اپنے اللہ کے پیارے بندے ٹھہرے۔

میری بہنو اور ماؤں! آئیں! آج کے دَور میں اسوہ رسولؐ پر چلنے والی اور آپؐ کی ازواج مطہرات کو نمونہ بنانے والی خواتین کی تلاش کریں تو سب سے پہلے حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگمؓ المعروف حضرت اماں جان کا نام آئے گا جنہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کے حقوق ادا کیے اور پانچ ہیرے تراش کر جماعت کے حوالے کیے۔ اُن میں سے ایک مصلح موعود کہلایا اور خلافت کے بابرکت منصب پر فائز ہوا۔ اسی پر بس نہیں اِس مصلح موعودؓ نے اپنی بیگمات کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کر کے اُن میں دینِ اسلام کے ایسے رنگ بھرے کہ دو ازواج سے دو خلفاء اور ایک اپنی بیٹی کے ذریعہ خلیفۃ المسیح جماعت کو عنایت فرمائے۔ جو آج اپنی مادی اولاد کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عالمگیر جماعت کی خواتین کی ایسی تربیت فرما رہے ہیں جن کو اچھی مائیں، بہترین مائیں، وفادار مائیں، اسلامی تعلیم سے آراستہ مائیں اور خلافت سے وابستہ مائیں کہا جاسکتا

ہے۔ جو آج بھی زندہ باد ہیں اور آئندہ نہ صرف اپنے نام تاریخ میں زندہ رکھیں گی بلکہ اپنے حِلاوتِ ایمان اور لذّتِ دینی سے تیار ہونے والی مزید ماؤں کو تاابد زندگی بخشتی رہیں گی۔

میری بہنو! یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ اچھی اولاد کے لیے اچھی ماؤں کا ہونا ضروری ہے۔ مَیں اس وقت دو سبق آموز کہاوتیں آپ حاضرات کے سامنے رکھنا چاہوں گی جو اچھی مائیں بننے کی طرف رغبت دلائیں گی۔ ایک مشہور کہاوت یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر کسی بزرگ کے پاس گئی اور عرض کی کہ باباجی! میرا یہ بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے۔ آپ بزرگ ہیں اس کو منع فرماویں۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل لے کر آنا۔ وہ اگلے دن جب اپنے بچے کو بزرگ کے پاس لے کر گئی تو بزرگ نے بچے کو مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا! گُڑ نہ کھایا کرو۔ ماں نے حیران ہو کر بزرگ سے پوچھا۔ باباجی! یہ بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل جب تم میرے پاس آئی تھی اُس وقت مَیں کل کے حصہ کا گُڑ کھا چکا تھا۔ جو بات میں خود کر رہا ہوں اس سے کیسے منع کرتا اور میری بات کا بچے پر کیا اثر ہوتا؟ یہ وہ عظیم تعلیم کا عملی نمونہ ہے جو ہماری پیاری کتاب قرآن کریم میں کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:4) میں بیان ہوا ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

میری بہنو! دوسری سبق آموز کہاوت یہ ہے کہ ایک ماں کے بچے کو اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا دی گئی۔ حسبِ دستور سزا یافتہ بچے سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے تختہ پر لٹکنے سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ اُس نے اپنی ماں کے کان میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب اُسے اپنی ماں کے پاس لایا گیا تو اُس بدبخت اور ناخلف بچے نے اپنی ماں کا کان یہ کہتے ہوئے کاٹ کھایا کہ جب میری غلط اور ناپاک حرکتوں کی اطلاع لوگ تجھے دیتے تھے تو یہی کان اِن نازیبا حرکتوں کا سُن کر خاموش رہتے تھے لہٰذا انہی کانوں نے آج مجھے تختہ دار تک پہنچایا ہے۔

میری بہنو! یہ کہاوت اچھی ماؤں کو مزید اچھی اور بہترین مائیں بنانے کی طرف رغبت دلانے کے لیے مَیں نے سنائی ہے۔ اپنی اولاد کی نیک تربیت کے لیے بچوں کی حرکات وسکنات پر نظر رکھنا اور دوسروں کی آگاہی پر کان کھڑے کر کے تربیت کی طرف مزید توجہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"ماؤں کو اس لیے ضرورت ہے کہ ماؤں کے قبضے میں بچے ہوتے ہیں۔ آپ اگر بچپن میں خدا کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کر سکیں تو سب سے بڑا احسان اپنی اولاد پر آپ کر سکتی ہیں اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو خدا کی باتیں کرنی ہوں گی۔ خدا کی باتیں کرتے وقت اگر آپ کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اگر آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے، اگر آپ کا دل موم نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ بچے اس سے متاثر ہو جائیں گے، یہ جھوٹی کہانی ہے اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے خدا سے محبت کیا کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے دل پگھل کر آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں کے آثار بدل جاتے ہیں۔ بچے حیرت سے دیکھتے کہ اس ماں کو کیا ہو گیا ہے۔ کس بات کی اداسی ہے، کس جذبے نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ وہ تاثر ہے جو بچے کے اندر ایک پاک اور عظیم تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ انقلاب کی روح ہے اور انقلاب کی جان ہے، ایسی مائیں بننے کے لیے جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے خدا سے مدد مانگتے ہوئے اس سے حُسن کی تلاش کرنی ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ حُسن آپ پر جلوہ افروز ہو اور آپ کے دلوں میں ایسی محبت بھر دے کہ آپ کا وجود پگھل جائے اور پگھلنے کے بعد ایک نئے وجود میں ڈھالا جائے..... اگر آج آپ مائیں بن چکی ہیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ استعداد بخشی ہے کہ اپنے گرد و پیش، اپنے ماحول میں خدا کی محبت کے رنگ بھرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ مائیں نہیں بنیں تو آج وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں کہ جب آپ مائیں بنیں تو اس سے پہلے ہی خدا سے محبت کرنے والی وجود بن چکی ہوں۔ وہ چھوٹی بچیاں اور وہ چھوٹے بچے جو آپ کی گود میں پلتے ہیں، آپ کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں، آپ کے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں یا آپ کے ہاتھوں سے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں اسی زمانہ میں ابتدائی دور میں ان کو خدا کے پیار کی لوریاں دیں، خدا کی محبت کی ان سے باتیں کریں۔ پھر بعد کی منازل آسان ہو جائیں گی۔"

(حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ صفحہ 34-35 طبع دوم 2001ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

"ایک عورت ماں کے ناطے بچوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، اس کا زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بچپن میں بچے باپ کی نسبت ماں سے زیادہ attach ہوتے ہیں۔ تو اگر ابتدا سے ہی اپنے عمل سے اور اپنی

باتوں سے بچوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیں، بٹھا دیں تو نسلاً بعد نسل عبادت گزار پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور نتیجتاً احمدیت کے پیغام کو پھیلانے والوں کی ایک کے بعد دوسری فوج تیار ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں اچھے حالات کی وجہ سے پہلے کے گزارے ہوئے تنگی کے دنوں کو زیادہ جلدی بھول جاتی ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے اور اس کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ایک احمدی عورت کو چاہئے کہ اپنی ترجیحات کو دنیا داری کی طرف لے جانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نیچے لائیں۔ اپنے گھروں کو عبادتوں سے ہر وقت سجائے رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ہمیشہ مد نظر رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ پس اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں تا کہ آپ کے گھروں میں زندگی کے آثار ہمیشہ نظر آتے رہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2006ء کے موقع پر عورت کے مقام کے حوالہ سے نصائح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یہ آپ کی تربیت ہی ہے جو آپ کے بچوں کو اس دنیا میں بھی جنت کا وارث بنا سکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ بچوں کے یہ عمل اور آپ کے بچوں کی یہ اعلیٰ تربیت ہی ہے جو ہر وقت بچوں کو خدا سے جوڑے رکھے گی اور بچوں کو بھی آپ کے لئے دعائیں کرنے کی عادت پڑے گی۔ تو بچوں کی جو آپ کے لئے دعائیں ہیں وہ آپ کو بھی اگلے جہان میں جنت کے اعلیٰ درجوں تک لے جانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔

پس اگر احمدی بچوں کی مائیں اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھنے والی بنی رہیں۔ آج اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کرتی رہیں، آپ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ کی ہر بات سچ اور صرف سچ پر بنیاد رکھنے والی بنی رہی تو جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلیں ان شاء اللہ، اللہ سے تعلق جوڑنے والی نسلیں رہیں گی۔ پس ہر وقت اپنے ذہنوں میں اپنے اس مقام کو بٹھائے رکھیں اور اپنی عبادتوں اور اپنے عملی نمونے کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ قرآن کریم کے جتنے حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی

رہیں۔ تمام اعلیٰ اخلاق جن کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ نیکیاں بجالانے کے ساتھ ساتھ نیکیوں کی تلقین بھی کرتی رہیں۔ برائیوں کو ترک کرنے والی بنیں اور پھر اپنے ماحول میں برائیوں کو روکنے والی بنیں۔ معاشرے میں بھی برائیاں پھیلنے نہ دیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اپنی رنجشوں اور اپنی ناراضگیوں کو بھلا دیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں زیادہ دیر تک اپنی رنجشوں کو دلوں میں بٹھائے رکھتی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں بغض و کینہ پلتے رہے تو پھر خدا تعالیٰ تو ایسے دلوں میں نہیں اترتا۔ ایسے دلوں کی عبادت کے معیار وہ نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔"

(جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء خطاب از مستورات)

اللہ تعالیٰ ہم اچھی ماؤں کو ایسی اچھی، نیک، صالح اولاد اپنے پیچھے چھوڑنے والا بنائے جو باقیات صالحات کے زمرہ میں آئیں۔ آمین

(کمپوزڈ: زکیہ فردوس کوملؔ زوجہ حنیف احمد محمود۔ برطانیہ)

✿✿✿✿

﴿23﴾ ﴿مشاہدات۔976﴾

سچّے احمدی کی ماں۔ زندہ باد

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:7)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا، اَلَم کا، بے بسی کا
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

معزز سامعات! مجھے آج اپنی بہنوں سے حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ممبراتِ لجنہ اماء اللہ کو دیئے گئے ایک سلوگن **"سچّے احمدی کی ماں۔ زندہ باد"** پر گفتگو کرنی ہے۔

اِس نعرہ پر اگر گہرائی سے غور کریں تو سب سے اوّل چیز جو ذہن میں اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ اُسے **"تربیتِ اولاد میں ایک احمدی ماں کا کردار"** کا نام دیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرے کہ اُس کا ہر بچہ اور بچی سچّا اور سُچّا احمدی ثابت ہو۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالثؒ کے اِس دیئے گئے سلوگن میں دو کرداروں پر زور دیا گیا ہے۔ ایک سچّا احمدی اور دوسرا اپنی اولاد کو سچّا بنانے والے کردار یعنی ماں اور وہ بھی نیک اور پارسا ماں جس کے حق میں زندہ باد کا نعرہ بلند کیا جاسکے۔ جس کو سلامت رہو اور جیتی رہو کی دعائیں دی جاسکیں۔ آج تقریر کو اِنہی دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اوّل سچّا احمدی اور دوم احمدی ماں جس کو ہم ایک مربّی اور معلّم کہہ سکتے ہیں۔ ماں کو اپنی اولاد کے لیے ایک محسنہ کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

مکرم بہنو! ماں وہ مبارک وجود ہے جو دنیا اور دین کی آبادکاری کے لیے بچے جَنتی اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق اُن کی تعلیم و تربیت کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ میں ماں وہ عظیم ہستی ہے جو قرآن و احادیث اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفاء کے ارشادات و ہدایات کے تیز دھار نشتر سے اپنی اولاد کو تراش خراش کر کے ایسے چمک دار ہیروں میں بدلتی ہے جو جماعت احمدیہ کی انگشتری میں جب جڑے جاتے ہیں تو وہ انگشتری اَور زیادہ خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ ایک احمدی ماں ایک سچّا احمدی بچہ پیدا کرنے کے لئے دعاؤں کا آغاز اُس وقت سے ہی کر دیتی ہے جب میاں بیوی کا آپس میں ملاپ ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کو مدنظر رکھ کر وہ ماں اپنی نسبت نیک صالح اور متقی مرد سے کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی چار باتوں کو بنیاد بنا کر کی جاتی ہے۔ ایک تو کسی کا حسب نسب دیکھا جاتا ہے یا اُس عورت کا مال و دولت مدّ نظر رہتا ہے یا لڑکی کی خوبصورتی اور حسن و جمال مگر اے مسلمان! تم دیندار لڑکی تلاش کرو۔

جب ایک احمدی مرد، ایک نیک، صالح اور دیندار خاتون تلاش کر کے شادی کرتا ہے تو وہ خاتون ایک ایسے خاندان کی سربراہ بنتی ہے جو زندہ باد کہلاتا ہے کیونکہ اس دیندار خاتون کے والدین بھی زندہ باد ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ شادی کے بعد وہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَالُكَ خیرَہٗ وَخَیْرَ مَاجَبِلْتَہٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا جَبِلْتَہ (ابوداؤد کتاب النکاح) کی دعا کر کے اُس کی بھلائی چاہنے اور شر سے بچنے کی دعا کرتی ہے۔

ہاں ہاں! یہی وہ ماں، زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جو اپنی اولاد کو مجوسی، نصرانی، یہودی بنانے کی بجائے احمدی مسلمان بناتی ہے کیونکہ بچہ تو فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو یہی وہ ماں زندہ رہنے والی اور اپنے نام کو اور خاندان کے نام کو زندہ رکھنے والی ماں ہے۔ جو دورانِ حمل اپنے حقیقی اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف مسلسل جُھکتی، دعائیں کرتی اور نیک اولاد کے لئے اپنے اللہ سے التجا کرتی رہتی ہے۔

ہاں ہاں! اس دوران وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی، کثرت سے اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتی، کثرت کے ساتھ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتی، حسبِ توفیق ترجمہ و تفسیر

پڑھتی، احادیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کا مطالعہ کرتی اور نیک و سچّی اولاد کے حصول کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہتی ہے۔ اس کے لیے صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے۔ رَبِّ اِنِّیۡ نَذَرۡتُ لَکَ مَا فِیۡ بَطۡنِیۡ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلۡ مِنِّیۡ ۚ (ال عمران:36) اور رَبَّنَا ھَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا (الفرقان:75) کی استدعا اپنے اللہ کے حضور کرتی رہتی ہے۔ یہ وہ ماں ہے جو زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے۔ جس کے ہاں بچہ یا بچی کی پیدائش پر اس کے نیک اور دیندار خاوند نے بچے کے دونوں کانوں میں اذان اور تکبیر کہہ کر یا کہلوا کر اللہ کا نام اس سچّے نومولود کے اندر ودیعت کیا۔ نیک آدمی کے ہاتھوں گُڑتی دلائی اور نومولود کی جانب سے بلاؤں کی دوری کے لیے صدقہ و خیرات کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ

"یہ اذان، ایمان کی قائمقام ہے اور تکبیر، عمل کی قائمقام ہے گویا پیدائش کے ساتھ ہی ایمان اور عمل کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔"

میری بہنو! جب اولاد ہو جاتی ہے تو یہ ماں اپنی اولاد کے لیے اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ۫ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (الاحقاف:16) کے الفاظ میں اولاد کے سچّے و صالح ہونے اور اولاد ہونے پر اظہار تشکّر کے لیے اپنی طرف سے توبہ کا اظہار کر کے اپنے فرمانبردار ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

میری بہنو! یہی وہ زندہ باد مائیں ہیں جن کے حق میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلۡجَنَّۃُ تَحۡتَ أَقۡدَامِ الۡأُمَّھَاتِ کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے گویا کہ یہ عظیم زندہ باد ماں ایک اور ماں کی پرورش کا آغاز کرنے جا رہی ہے جو آئندہ قوموں میں زندہ باد ماں کہلائے گی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

"اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور اُن کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ اُن کو جنت کے راستہ میں ڈال کر ابد الآباد کی نعمتوں کا وارث بنا دیتی ہیں۔"

(ماہنامہ مصباح دسمبر، جنوری 1961-1962ء)

مَیں اپنی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کو اُن مبارک اور مقدّس ماؤں کے جلو میں لے جانا چاہتا ہوں جو سچّے بچوں کی زندہ باد مائیں بنیں اور اپنا نام تاریخ میں رقم کر گئیں۔ مَیں اس سلسلہ میں آغاز پر حضرت حاجرہ علیہ

السلام کے ذکر سے کرتا ہوں جنہوں نے اپنے بیٹے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور اپنے عملی نمونہ سے ایسی تربیت کی کہ وہ اپنے باپ کو یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (الصافات:103) کہہ کر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور یہی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں جن کی نسل سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ حضرت آمنہ گو زیادہ عرصہ حضورؐ کی تربیت نہ کر سکیں مگر اس نیک پارسا خاتون نے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک وجود کی آبیاری کی اور چاند کا ٹکڑا اپنی گود میں گرنے کا خواب بھی دیکھا۔

میری بہنو! پھر آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور ماں ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے تقویٰ، نیکی اور صالحیت کی بنا پر اپنی اولاد کی نیک تربیت کی۔ آپؓ نے اپنی مادی اولاد حضرت فاطمہؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ ایک خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی زوجہ مطہّرہ ٹھہریں۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کا نصف علم حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ و صحابیات براہ راست آپؓ سے روحانی فیض پا کر اپنے اللہ کے پیارے سچّے بندے ٹھہرے۔

معزز سامعات! آئیں! آج کے دَور میں اُسوہ رسولؐ پر چلنے والی اور آپؐ کی ازواج مطہّرات کو نمونہ بنانے والی سچّے احمدیوں کی مائیں۔ زندہ باد کی تلاش کریں تو سب سے پہلے جس زندہ باد ماں کا نام آئے گا وہ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ المعروف حضرت اماں جان کا نام آئے گا جنہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کے حقوق ادا کیے اور پانچ سچّے اور سُچّے ہیرے تراش کر جماعت کے حوالے کیے۔ اُن میں سے ایک مصلح موعود کہلائے اور خلافت کے بابرکت منصب پر فائز ہوئے۔ اسی پر بس نہیں اِس مصلح موعودؓ نے اپنی بیگمات کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کر کے اُن میں دینِ اسلام کے ایسے رنگ بھرے کہ دو ازواج سے دو خلفاء جماعت کو ملے اور اپنی ایک بیٹی کی اولاد سے خلیفۃُ المسیح جماعت کو عنایت فرمائے۔ جو آج اپنی مادی اولاد کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عالمگیر جماعت کی خواتین کی ایسی تربیت فرما رہے ہیں جن کو اچھی مائیں، بہترین مائیں، وفادار مائیں، اسلامی تعلیم سے آراستہ مائیں، خلافت سے وابستہ مائیں اور سچّے احمدی کے

مائیں کہا جا سکتا ہے۔ جو آج بھی زندہ باد ہیں اور آئندہ نہ صرف اپنے نام تاریخ میں زندہ رکھیں گی بلکہ اپنے حِلاوتِ ایمان اور لذّتِ دینی سے تیار ہونے والی مزید ماؤں کو تا ابد زندگی بخشتی رہیں گی۔

معزز سامعات! یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ سچّی اولاد کے لیے نیک، صالح ماؤں کا ہونا ضروری ہے۔ مَیں اس وقت دو سبق آموز کہاوتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا جو نیک اور سچّی اولاد پیدا کرنے والی مائیں بننے کی طرف رغبت دلائیں گی۔ ایک مشہور کہاوت یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر کسی بزرگ کے پاس گئی اور عرض کی کہ بابا جی! میرا یہ بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے۔ آپ بزرگ ہیں اس کو منع فرماویں۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل لے کر آنا۔ وہ اگلے دن جب اپنے بچے کو بزرگ کے پاس لے کر گئی تو بزرگ نے بچے کو مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا! گُڑ نہ کھایا کرو۔ ماں نے حیران ہو کر بزرگ سے پوچھا۔ بابا جی! یہ بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل جب تم میرے پاس آئی تھی اُس وقت مَیں کل کے حصّہ کا گُڑ کھا چکا تھا۔ جو بات مَیں خود کر رہا ہوں اُس سے مَیں کیسے کسی کو منع کرتا اور میری بات کا بچے پر کیا اثر ہوتا؟ یہ وہ عظیم تعلیم کا عملی نمونہ ہے جو ہماری پیاری کتاب قرآن کریم میں کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:4) میں بیان ہوا ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

معزز بہنو! دوسری سبق آموز کہاوت یہ ہے کہ ایک ماں کے بچے کو اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا دی گئی۔ حسبِ دستور سزا یافتہ بچے سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے تختہ پر لٹکنے سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ اُس نے اپنی ماں کے کان میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب اُسے اپنی ماں کے پاس لایا گیا تو اُس بد بخت اور ناخلف بچے نے اپنی ماں کا کان یہ کہتے ہوئے کاٹ کھایا کہ جب میری غلط اور ناپاک حرکتوں کی اطلاع لوگ تجھے دیتے تھے تو یہی کان اِن نازیبا حرکتوں کا سُن کر خاموش رہتے تھے لہٰذا انہی کانوں نے آج مجھے تختہ دار تک پہنچایا ہے۔

یہ کہاوت اچھی ماؤں کو مزید اچھی اور بہترین مائیں بنانے کی طرف رغبت دلانے کے لیے مَیں نے سنائی ہے۔ اپنی اولاد کی نیک تربیت کے لیے بچوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا اور دوسروں کی آگاہی پر کان کھڑے کر کے تربیت کی طرف مزید توجہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

"ماؤں کو اس لیے ضرورت ہے کہ ماؤں کے قبضے میں بچے ہوتے ہیں۔ آپ اگر بچپن میں خدا کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کر سکیں تو سب سے بڑا احسان اپنی اولاد پر آپ کر سکتی ہیں اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو خدا کی باتیں کرنی ہوں گی۔ خدا کی باتیں کرتے وقت اگر آپ کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اگر آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے، اگر آپ کا دل موم نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ بچے اس سے متاثر ہو جائیں گے، یہ جھوٹی کہانی ہے اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے خدا سے محبت کیا کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے دل پگھل کر آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں کے آثار بدل جاتے ہیں۔ بچے حیرت سے دیکھتے کہ اس ماں کو کیا ہو گیا ہے۔ کس بات کی اداسی ہے، کس جذبے نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ وہ تاثر ہے جو بچے کے اندر ایک پاک اور عظیم تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ انقلاب کی روح ہے اور انقلاب کی جان ہے، ایسی مائیں بننے کے لیے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے خدا سے مدد مانگتے ہوئے اس سے حُسن کی تلاش کرنی ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ حُسن آپ پر جلوہ افروز ہو اور آپ کے دلوں میں ایسی محبت بھر دے کہ آپ کا وجود پگھل جائے اور پگھلنے کے بعد ایک نئے وجود میں ڈھالا جائے..... اگر آج آپ مائیں بن چکی ہیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ استعداد بخشی ہے کہ اپنے گرد و پیش، اپنے ماحول میں خدا کی محبت کے رنگ بھرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ مائیں نہیں بنیں تو آج وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں کہ جب آپ مائیں بنیں تو اس سے پہلے ہی خدا سے محبت کرنے والی وجود بن چکی ہوں۔ وہ چھوٹی بچیاں اور وہ چھوٹے بچے جو آپ کی گود میں پلتے ہیں، آپ کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں، آپ کے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں یا آپ کے ہاتھوں سے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں اسی زمانہ میں ابتدائی دور میں ان کو خدا کے پیار کی لوریاں دیں، خدا کی محبت کی ان سے باتیں کریں۔ پھر بعد کی منازل آسان ہو جائیں گی۔"

(حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ صفحہ 34-35 طبع دوم 2001ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

"ایک عورت ماں کے ناطے بچوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، اس کا زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بچپن میں بچے باپ کی نسبت ماں سے زیادہ attach ہوتے ہیں۔ تو اگر ابتدا سے ہی اپنے عمل سے اور اپنی

باتوں سے بچوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیں، بٹھا دیں تو نسلاً بعد نسل عبادت گزار پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور نتیجتاً احمدیت کے پیغام کو پھیلانے والوں کی ایک کے بعد دوسری فوج تیار ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں اچھے حالات کی وجہ سے پہلے کے گزارے ہوئے تنگی کے دنوں کو زیادہ جلدی بھول جاتی ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے اور اس کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ایک احمدی عورت کو چاہئے کہ اپنی ترجیحات کو دنیا داری کی طرف لے جانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نیچے لائیں۔ اپنے گھروں کو عبادتوں سے ہر وقت سجائے رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ہمیشہ مد نظر رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ پس اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں تا کہ آپ کے گھروں میں زندگی کے آثار ہمیشہ نظر آتے رہیں۔"

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء)

حضور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2006ء کے موقع پر عورت کے مقام کے حوالہ سے نصائح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"یہ آپ کی تربیت ہی ہے جو آپ کے بچوں کو اس دنیا میں بھی جنت کا وارث بنا سکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ بچوں کے یہ عمل اور آپ کے بچوں کی یہ اعلیٰ تربیت ہی ہے جو ہر وقت بچوں کو خدا سے جوڑے رکھے گی اور بچوں کو بھی آپ کے لئے دعائیں کرنے کی عادت پڑے گی۔ تو بچوں کی جو آپ کے لئے دعائیں ہیں وہ آپ کو بھی اگلے جہان میں جنت کے اعلیٰ درجوں تک لے جانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔

پس اگر احمدی بچوں کی مائیں اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھنے والی بنی رہیں۔ آج اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کرتی رہیں، آپ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ کی ہر بات سچ اور صرف سچ پر بنیاد رکھنے والی بنی رہی تو جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلیں ان شاء اللہ، اللہ سے تعلق جوڑنے والی نسلیں رہیں گی۔ پس ہر وقت اپنے ذہنوں میں اپنے اس مقام کو بٹھائے رکھیں اور اپنی عبادتوں اور اپنے عملی نمونے کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ قرآن کریم کے جتنے حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی

رہیں۔ تمام اعلیٰ اخلاق جن کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ نیکیاں بجالانے کے ساتھ ساتھ نیکیوں کی تلقین بھی کرتی رہیں۔ بُرائیوں کو ترک کرنے والی بنیں اور پھر اپنے ماحول میں برائیوں کو روکنے والی بنیں۔ معاشرے میں بھی برائیاں پھیلنے نہ دیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اپنی رنجشوں اور اپنی ناراضگیوں کو بھلا دیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں زیادہ دیر تک اپنی رنجشوں کو دلوں میں بٹھائے رکھتی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں بغض و کینہ پلتے رہے تو پھر خدا تعالیٰ تو ایسے دلوں میں نہیں اترتا۔ ایسے دلوں کی عبادت کے معیار وہ نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔"

(جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء خطاب از مستورات)

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفان تیرا

سامعین! جہاں تک ایک سچّے احمدی کا تعلق ہے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ احمدی اپنے آپ کو اُس حضرتِ احمدؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اَصدقُ الصادقین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ تعریف کرنے والا تھا۔ حضرتِ احمدؑ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرتِ محمدؐ کے تمام اوصاف حسنہ اور خوبیوں کو اپنایا اور حضرتِ محمدؐ کا روحانی فرزند، عاشقِ صادق کہلایا۔ حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے تمام احمدی "سچّے احمدی" اُس وقت کہلوائے جب انہوں نے حضرتِ احمدؑ کے توسط سے حضرتِ محمدؐ کی تعریف کر کے اُس عظیم ہستی کی خوبیوں کو اپنے وجود میں اُتارا، اُس کے پرستار کہلائے۔ آئیں دیکھیں! کہ ایک احمدی کے اندر وہ کون سی خصوصیات اور خوبیاں ہونی چاہئیں جن کو اپنا کر وہ سچّا احمدی بن سکتا ہے یا ایک احمدی ماں کو اپنی اولاد کو سچّا احمدی بنانے کے لئے کن باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے۔

اِن میں

اوّل۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، اُس کی تعلیمات سے محبت اور احکامِ خداوندی سے محبت اور اِن پر تعمیل کروانے کی کماحقّہ کوشش کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی صفَت "الحقّ" کا یہ تقاضا ہے کہ اُس واحد و یگانہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات کو اپنے اندر اُتارے اور الحق کے پیشِ نظر ایک احمدی کو سچّا احمدی بننے کے لئے سچ کو قبول کرے اور سچائی کے مقابل پر دنیا کی ہر چیز کو خیر باد کہہ دے۔

دوم۔ گو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر نمبر اوّل میں کر آیا ہوں۔ قرآنِ کریم کی اہمیت، افادیت اور برکات کے پیشِ نظر اِس کا الگ سے ذکر کر رہا ہوں۔ روزانہ اِس کی تلاوت کرنا، حسبِ توفیق ترجمہ و تفسیر پڑھنا بھی ضروری ہے۔

سوم۔ آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس جیسی محبت و عقیدت جو آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام نے کی۔ آپؐ کے ارشادات اور ہدایات کو حرزِ جان بنا کر زندگی بسر کرنا۔

چہارم۔ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کی بتائی ہوئی اسلامی تعلیمات کی تفاسیر اور تفصیلات پر عمل کرنا۔

پنجم۔ خلافت علی منہاجِ النبوۃ پر کامل یقین اور خلفاء کی مکمل اطاعت کرنا۔ اِس کی حفاظت کے لئے ہر وقت نہ صرف کمربستہ رہنا بلکہ اپنی اولاد در اولاد کو اِس مبارک نظام سے باندھ دینا۔

ششم۔ اللہ کی مخلوق جو اُس کی عیال ہے سے حسنِ سلوک کرنا اور ہر اُس حسین اسلامی تعلیم سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر قائم ہونا جو ہم سنتے، پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچّے احمدی بننے کی توفیق دے اور ہماری ماؤں کو ایسی اچھی، نیک، صالح اور سچّی اولاد اپنے پیچھے چھوڑنے والا بنائے جو باقیات صالحات کے زُمرہ میں آئیں۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کو مل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿24﴾ ﴿مشاہدات۔186﴾

احمدی خاتون کے فرائض

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ...(النساء:35)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

اللہ کی لونڈیاں ہیں تو آقا کی ہم غلام
عہدِ وفا نبھائیں گی کر دیں گی جاں نثار
گودوں میں اپنی پالے ہیں ہم نے اسد اسد
گر وقت آ گیا تو وہ کر دیں گے جاں نثار

معزز خواتین! آج میری گزارشات کا عنوان ہے: **احمدی خاتون کے فرائض**

عورت کو اللہ تبارک تعالیٰ نے جو حقوق عطا فرمائے ہیں اور جو عزت کا مقام دیا ہے جس کا ذکر اختصار کے ساتھ مَیں اوپر کر آئی ہوں۔ اس کی شکر گزاری لازم ہے اور شکر کرنے کا طریق یہ ہے کہ وہ اپنے فرائض کو شش کر کے بہترین طور پر ادا کرے۔ یہ مشکل کام ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ کمی کوتاہی رہ جانے کے خوف سے اس کی پناہ مانگنا اور معافی کی خواستگار ہونا اور صدقہ خیرات سے اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کرنا ہمارا معمول ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد پڑھ کر روح کانپ جاتی ہے۔ آپؐ معراج کی رات کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے جہنم بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے آگ والوں میں اکثر عورتیں دیکھیں۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس لیے؟ رسول اللہؐ نے فرمایا خاوند کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان فراموش

ہوتی ہیں اگر تو عمر بھر ان میں سے کسی پر احسان کرے پھر اگر وہ تجھ سے ویسی کوئی بات دیکھے تو وہ کہہ دے گی میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 1052)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

مَیں اللہ سے اپنے تمام گناہوں کی بخشش مانگتی ہوں جو میرا ربّ ہے اور اسی کی طرف رجوع کرتی ہوں۔

عورت پر فرض ہے کہ وہ دین کا علم سیکھے

معزز خواتین! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت پر فرض ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَۃٍ۔

(المعجم الاوسط)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی اور توجہ دینے کی ہدایت فرمائی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تعلیم نسواں کے حامی تھے۔ فرماتے ہیں:

"ہم تعلیم نسواں کے مخالف نہیں ہیں بلکہ ہم نے تو ایک سکول بھی کھول رکھا ہے مگر یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ پہلے دین کا قلعہ محفوظ کیا جائے تا بیرونی باطل اثرات سے محفوظ رہیں۔ اللہ پاک ہر ایک کو سواء السبیل، توبہ، تقویٰ اور طہارت کی توفیق دے"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 637)

حضرت مصلح موعودؓ خواتین کی علمی ترقی خاص طور پر علمِ قرآن کے زبردست داعی تھے۔ فرماتے ہیں:

"پچھلے دنوں مَیں نے یہاں کی عورتوں سے ایک سوال کیا تھا کہ تم کسی ایک عورت کا بھی نام بتاؤ جس نے قرآن کریم پر غور کر کے اس کے کسی نکتہ کو معلوم کیا ہو؟

تم قرآن کو قرآن کر کے نہیں پڑھتیں اور نہیں خیال کرتیں کہ اس کے اندر علم ہے، فوائد ہیں، حکمت ہے بلکہ صرف خدائی کتاب سمجھ کر پڑھتی ہو کہ اس کا پڑھنا فرض ہے اسی لیے اس کی معرفت کا دروازہ تم پر بند ہے دیکھو قرآن خدا کی کتاب ہے اور اپنے اندر علوم رکھتا ہے۔ قرآن اس لیے نہیں کہ پڑھنے سے جنت

ملے گی اور نہ پڑھنے سے دوزخ بلکہ فرمایا کہ فِیْہِ ذِکْرُکُمْ اس میں تمہاری روحانی ترقی اور علوم کے سامان ہیں۔ قرآن ٹونہ نہیں۔ یہ اپنے اندر حکمت اور علوم رکھتا ہے۔ جب تک اس کی معرفت حاصل نہ کرو گی قرآن کریم تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے سکتا۔"

(مستورات سے خطاب، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 58)

عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کی فرماں بردار رہے

معزز خواتین! عورت پیدائشی طور پر صنفِ نازک ہے جبکہ مرد قویٰ کے لحاظ سے مضبوط ہوتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس نے ان کو مختلف صلاحیتیں دے کر پیدا کیا ہے اسی نے انتظامی لحاظ سے ان کی تقسیم کار اس طرح فرمائی کہ مرد کو گھر کا بادشاہ بنایا اور عورت کو اس کی ملکہ کا درجہ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ...(النساء:35)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کی تشریح میں فرمایا:

"سب سے پہلے تو لفظ قوّام کو دیکھتے ہیں۔ قوّام کہتے ہیں ایسی ذات کو جو اصلاح احوال کرنے والی ہو، جو درست کرنے والی ہو، جو ٹیڑھے پن اور کجی کو سیدھا کرنے والی ہو۔ چنانچہ قوّام اصلاح معاشرہ کے لئے ذمّہ دار شخص کو کہا جائے گا۔ پس قوّامون کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عورتوں کی اصلاحِ معاشرہ کی اول ذمّہ داری مرد پر ہوتی ہے۔ اگر عورتوں کا معاشرہ بگڑنا شروع ہو جائے، ان میں کج رَوی پیدا ہو جائے، ان میں ایسی آزادیوں کی رَو چل پڑے جو ان کے عائلی نظام کو تباہ کرنے والی ہو۔ تو عورت پر دوش دینے سے پہلے مرد اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں۔ کیونکہ خدا نے ان کو نگران مقرر فرمایا تھا۔ معلوم ہوتا ہے انہوں نے اپنی بعض ذمّہ داریاں اس سلسلہ میں ادا نہیں کیں۔ ما فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ (النساء:35)"

ایک حدیث ہے کہ جس عورت نے پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنے آپ کو بُرے کاموں سے بچایا اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کی اور اُس کا کہنا مانا، ایسی عورت کو اختیار ہے کہ جنت میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔"

(مجمع الزوائد۔ کتاب النکاح۔ باب فی حق الزوج علی المرأۃ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ صاف فرماتا ہے کہ کوئی عورت نیک نہیں ہو سکتی جب تک اپنے خاوند کی فرمانبرداری نہ کرے اور دلی محبت سے اس کی تعظیم بجا نہ لائے اور پسِ پشت یعنی اس کے پیچھے اس کی خیر خواہ نہ ہو اور پیغمبر خُدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ہے کہ عورتوں پر لازم ہے کہ اپنے مردوں کی تابعدار رہیں ورنہ ان کا کوئی عمل منظور نہیں اور نیز فرمایا ہے کہ اگر غیر خدا کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو مَیں حکم کرتا کہ عورتیں اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں اگر کوئی عورت اپنے خاوند کے حق میں کچھ بدزبانی کرتی ہے اور اہانت کی نظر سے اس کو دیکھتی ہے اور حکمِ ربّانی سُن کر پھر بھی باز نہیں آتی تو وہ لعنتی ہے خدا اور رسول اس سے ناراض ہیں عورتوں کو چاہئے کہ اپنے خاوندوں کا مال نہ چراویں اور نامحرم سے اپنے تئیں بچاویں"

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 48)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"عورت پر اپنے خاوند کی فرماں برداری فرض ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر عورت کو اس کا خاوند کہے کہ یہ ڈھیر اینٹوں کا اُٹھا کر وہاں رکھ دے اور جب وہ عورت اُس بڑے اینٹوں کے انبار کو دوسری جگہ پر رکھ دے تو پھر اُس کا خاوند اُس کو کہے کہ پھر اس کو اصل جگہ پر رکھ دے تو اس عورت کو چاہئے کہ چون وچرا نہ کرے بلکہ اپنے خاوند کی فرماں برداری کرے"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 30)

عورت کا فرض ہے کہ سب سے پہلے گھروں کے سکون کی طرف توجہ دے

معزز خواتین! بچے کی پیدائش سے پہلے نیک اولاد کی دعا کے ساتھ اپنی کوکھ میں پال کر جنم دینے والی ماں کا فرض ہے کہ وہ اولاد کی نیک تربیت کرے۔ بچے بالعموم باپ کی نسبت ماں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں اور

اپنا زیادہ وقت ماں کے ساتھ گزارتے ہیں۔ ماں کی گود ان کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے ماں اپنی اعلیٰ لذات اپنے خدا میں رکھے تو بچوں میں فطری طور پر خدا کی محبت سرایت کر جائے گی۔ مائیں خود اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنے گھروں کو عبادتوں اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں۔ ایسے زندہ گھر میں زندہ بچے پروان چڑھیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”ہمیشہ اولاد کی فکر کے ساتھ تربیت کرنی چاہئے اور ان کی رہنمائی کرنی چاہئے۔ عورتوں کو اپنے گھروں میں وقت گزارنا چاہئے۔ مجبوری کے علاوہ جب تک بچوں کی تربیت کی عمر ہے ضرورت نہیں ہے کہ ملازمتیں کی جائیں۔ کرنی ہیں تو بعد میں کریں۔ بعض مائیں ایسی ہیں جو بچوں کی خاطر قربانیاں کرتی ہیں حالانکہ پروفیشنل ہیں، ڈاکٹر ہیں اور اچھی پڑھی لکھی ہیں لیکن بچوں کی خاطر گھروں میں رہتی ہیں اور جب بچے اس عمر کو چلے جاتے ہیں جہاں ان کو ماں کی فوری ضرورت نہیں ہوتی، اچھی تربیت ہو چکی ہوتی ہے تو پھر وہ کام بھی کر لیتی ہیں۔ تو بہر حال اس کے لئے عورتوں کو قربانی کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت کو جو اعزاز بخشا ہے کہ اس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے وہ اسی لئے ہے کہ وہ قربانی کرتی ہے۔ عورت میں قربانی کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جو عورتیں اپنی خواہشات کی قربانی کرتی ہیں ان کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔“

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ مئی 2015ء)

عورت گھر کی مناسب دیکھ بھال کرے تو جہاد جتنا ثواب ملتا ہے آنحضورؐ کے زمانے میں تلوار سے جہاد ہو رہا تھا اس کے ثواب کی حرص میں عورتوں کا بھی دل چاہتا تھا کہ مردوں کی طرح وہ بھی ثواب حاصل کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ مردوں کے گھر سے جانے کے بعد گھر اور بچے سنبھالنے کا ثواب بھی جہاد جتنا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کسی عورت کے لیے اچھی بیوی بننا، خاوند کی رضاجوئی اور اس کے موافق چلنا، مردوں کی ان تمام نیکیوں کے برابر ہے۔

(تفسیر الدر المنثور)

عورت کو شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے

عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کی آمدنی میں کفایت اور صبر شکر سے گزارہ کرے

معزز خواتین! خاوند سے کامل وفا یہ ہے کہ اس کی آمد میں قناعت سے گزارہ کیا جائے۔ سہیلیوں یا ہمسایوں کی بہتر حالت دیکھ کر اپنے خاوندوں سے شکوہ شکایت اور مطالبے کرنا درست نہیں کیونکہ بے صبری میں لڑائی جھگڑا کی نوبت آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل رکھیں ہر ضرورت میں اس کے آگے جھکیں تو اللہ پاک کمی پوری کر دیتا ہے۔ مطالبات اور طعن و تشنیع سے گھبرا کر مرد قرض لے کر ایک ایسی دلدل میں پھنس جاتے ہیں جس سے چھٹکارا مشکل ہو جاتا ہے۔ احمدیت نے تحریک جدید کے مطالبات متعارف کروا کے کئی قسم کے بے جا اخراجات کو کم کیا ہے۔

عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کی دوسری شادی پر برا نہ منائے

معزز خواتین! اسلام سے پہلے شادیوں کی تعداد پر کوئی قدغن نہیں ہوتی تھی اسلام نے بعض شرائط کے ساتھ مرد کو چار شادیوں تک محدود کیا۔ چار شادیاں کرنے کا حکم نہیں دیا۔ جائز ضرورت پر تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے۔ سب ازواج میں انصاف سے برابر حقوق ادا کرتے ہوئے اجازت دی ہے۔ شوق اور عیاشی کے لیے اجازت نہیں ہے۔ ایک شرعی حکم پر بُرا ماننا مناسب نہیں۔ قرآن ہر زمانے اور ہر جگہ کے لیے نازل ہوا ہے۔ جس میں ہر قسم کے حالات کے لیے احکام موجود ہیں اس حکم میں لاتعداد حکمتیں ہیں جہاں تک ہر انسان کا ذہن نہیں پہنچتا اس لیے اعتراض جائز نہیں۔

اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ شادی سے قبل عورت مرد سے یہ عہد لے سکتی ہے کہ آئندہ جو بھی حالات ہوں وہ دوسری شادی نہیں کرے گا جس کے بعد وہ اس کا پابند ہو گا۔

عورت کا فرض ہے کہ وہ حجاب میں رہے

معزز خواتین! قرآنی ارشاد ہے

"ایماندار عورتوں کو کہہ دے کہ وہ بھی اپنی آنکھوں کو نامحرم مَردوں کے دیکھنے سے بچائیں اور اپنے کانوں کو بھی نامحرموں سے بچائیں یعنی ان کی پُر شہوت آوازیں نہ سنیں اور اپنے ستر کی جگہ کو پردہ میں رکھیں اور اپنی زینت کے اعضاء کو کسی غیر محرم پر نہ کھولیں اور اپنی اوڑھنی کو اس طرح سر پر لیں کہ گریبان

سے ہو کر سر پر آجائے یعنی گریبان اور دونوں کان اور سر اور کنپٹیاں سب چادر کے پردہ میں رہیں اور اپنے پیروں کو زمین پر ناچنے والوں کی طرح نہ ماریں۔ یہ وہ تدبیر ہے کہ جس سے پابندی ٹھوکر سے بچا سکتی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 444)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"اسلام نے جو یہ حکم دیا ہے کہ مرد عورت سے اور عورت مرد سے پردہ کرے اس سے غرض یہ ہے کہ نفسِ انسانی پھسلنے اور ٹھوکر کھانے کی حد سے بچا رہے۔ کیونکہ ابتداء میں اس کی یہی حالت ہوتی ہے کہ وہ بدیوں کی طرف جھکا پڑتا ہے اور ذرا سی بھی تحریک ہو تو بدی پر ایسے گرتا ہے جیسے کئی دنوں کا بھوکا آدمی کسی لذیذ کھانے پر۔ یہ انسان کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کرے... یہ ہے سرّ اسلامی پردہ کا اور میں نے خصوصیت سے اسے ان مسلمانوں کے لئے بیان کیا ہے جن کو اسلام کے احکام اور حقیقت کی خبر نہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم صفحہ 443)

روز مرہ پہننے والا لباس بھی اسلامی وقار کے مطابق باحیا ہو۔ حیا ایمان کا حصہ ہے۔

عورت کا فرض ہے کہ وہ ساس سسر کی تابعداری کرے

معزز خواتین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جب لڑکی بیاہی جاتی ہے تو اس کے ہاتھ میں دو چابیاں ہوتی ہیں ایک صلح کے دروازے کی اور ایک لڑائی کے دروازے کی چابی۔ وہ جس دروازے کو چاہے کھول سکتی ہے۔ خوش نصیب ہوتی ہیں وہ عورتیں جنہوں نے صلح کا دروازہ کھولا۔ لڑکی کو اپنے ساس، سسر کی نہایت تابعداری کرنی چاہئے کیونکہ بعد از شادی لڑکی کا تعلق اپنے والدین سے بڑھ کر اپنے ساس سسر سے ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے ان کے ادب کو ہر وقت ملحوظ رکھنا چاہئے۔ تعلیم کا یہی فائدہ ہے لڑکی اپنے آپ کو نہایت درجہ تابعدار ثابت کرے۔ سخت ہی بد بخت ہیں وہ عورتیں جو کہ اپنے شوہروں کو ان کے والدین سے برگشتہ کرنے کی تجویزیں کرتی ہیں۔ ان کو کبھی فلاحِ دارین نصیب نہیں ہو گا"

(سیرت و سوانح سیدہ نواب مبارکہ بیگم صفحہ 343)

خانگی مشکلات کا حل

معزز خواتین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بعض عورتوں کو اپنے گھروں اور سسرال کے حالات کی وجہ سے شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ بے صبری کا مظاہرہ کر رہی ہوتی ہیں اور بعض دفعہ تکلیف بڑھنے کے ساتھ ردِّ عمل بھی اِس قدر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی شکوے پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو بجائے شکووں کو بڑھانے کے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگتے ہوئے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ٹھیک ہے میرے علم میں بھی ہے بعض دفعہ خاوندوں کی طرف سے اس قدر زیادتیاں ہو جاتی ہیں کہ ناقابلِ برداشت ہو جاتی ہیں۔ تو ایسی صورت میں نظام سے، قانون سے رجوع کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اکثر دعا، صدقات اور رویّوں میں تبدیلی سے شکوے کی بجائے اُس کی مدد مانگنے کے لئے اُس کی طرف مزید جُھکنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: اے عورتوں کے گروہ! صدقہ کیا کرو اور کثرت سے استغفار کیا کرو۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان، باب بیان نقصان الایمان بنقص الطاعات)"

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 23/ اگست 2003ء)

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ (الفرقان:75)

اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔ آمین اللھم آمین۔

(بتعاون: امۃ الباری ناصر۔ امریکہ)

۞۞۞۞

﴿25﴾ ﴿مشاہدات۔936﴾

اولاد دین کی پہلوان ہو

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ کے تناظر میں)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اس موقع پر زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

کر اِن کو نیک قسمت، دے اِن کو دین و دولت
کر اِن کی خود حفاظت، ہو اِن پر تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزّت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کے تناظر میں۔ اولاد دین کی پہلوان ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جب سے دنیا قائم کی ہے۔ مرد اور عورت کے درمیان رشتۂ ازدواج قائم فرمایا ہے تا اِس سے اولاد پیدا ہو اور بابا آدم علیہ السلام کی نسل بڑھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآنِ کریم میں اِس اولاد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ بعضوں کو مَیں لڑکے دیتا ہوں، بعضوں کو لڑکیاں، بعضوں کو ملی جلی اولاد سے نوازتا ہوں اور بعضوں کو بے اولاد رکھتا ہوں، (الشوریٰ:50-51)۔ خَاتَمُ النبیّین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولاد سے نوازا۔ آپؑ نے اِن کی تربیت اعلیٰ اسلامی اصولوں کے مطابق کی۔ اِن کو اعلیٰ تعلیم دلوائی اور اِن سے معیاری

حُسنِ سلوک کیا۔ اِن کے لئے رات دن دعائیں کیں۔ جیسا کہ آپؑ نے ایک موقع پر فرمایا کہ مَیں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگتا ہوں۔ حضور علیہ السلام نے یہاں پانچ دعائیں درج فرمائیں اِن میں سے دو دعاؤں کا تعلق اولاد سے ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ اُن سے قرّۃِ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔ سوم۔ پھر مَیں اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

(الحکم جلد 4 صفحہ 2 تا 11 مؤرخہ 17 جنوری 1900ء)

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ آپ علیہ السلام کو بھی دو بار الہاماً سکھائی گئی۔ چنانچہ پہلا الہام مارچ 1882ء میں ہوا اور دوسری بار 1893ء میں یہ الہام ہوا:

"رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ۔ رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ۔ رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَبَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ"

یعنی اے میرے ربّ! مغفرت فرما اور آسمان سے رحم کر۔ اے میرے ربّ! مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تُو خیر الوارثین ہے۔ اے میرے ربّ! امّت محمدیہ کی اصلاح کر۔ اے ہمارے ربّ! ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر دے۔ اور تُو سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے۔

(تذکرہ صفحہ 47 مطبوعہ 1969ء)

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زوجہ محترمہ کے لئے جو الہامی دعائیں سکھلائی گئیں اُن میں سے ایک دعا یوں ہے۔ رَبِّ اشْفِ زَوْجَتِیْ هٰذَا وَاجْعَلْ لَّهَا بَرَكَاتٍ فِی السَّمَاءِ وَبَرَكَاتٍ فِی الْاَرْضِ (تذکرہ صفحہ 596) کہ اے میرے رب! میری اِس بیوی کو شفا دے اور اِس کے آسمان و زمین میں برکات پیدا فرما دے۔ یہاں یاد رہے کہ زمین و آسمان کی برکات میں اولاد جیسی نعمت شامل ہے۔ پھر آپؑ اپنے حلقۂ احباب اور دوستوں کو اولاد کے حق میں دعا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں۔ اگر اولاد کی خواہش کرے تو اِس نیت سے

کرے... کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جائے جو اعلاءِ کلمۃُ الاسلام کا ذریعہ ہو جب ایسی پاک خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ زکریا کی طرح اولاد دے دے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 579)

آپ علیہ السلام اولاد کی پرورش کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"اُن کی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے واسطے بلکہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کا لحاظ ہو کہ یہ اولاد دین کی خادم ہو۔ لیکن کتنے ہیں جو اولاد کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ اولاد دین کی پہلوان ہو۔ بہت ہی تھوڑے ہوں گے جو ایسا کرتے ہوں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کیوں اولاد کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اکثر ہیں جو محض جانشین بنانے کے واسطے اَور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں، صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شریک یا غیر اُن کی جائداد کا مالک نہ بن جاوے۔ مگر یاد رکھو کہ اس طرح پر دین بالکل برباد ہو جاتا ہے۔

غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذباتِ نفس سے محفوظ رہے۔ اس کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ رحم اور تقویٰ مدنظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہمّ و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔"

(ملفوظات۔ جلد سوم صفحہ 599-600)

الغرض آپؑ کا اولاد کے بارے میں ایک نمایاں پہلو دعا رہا اور دعاؤں میں عاجزی اور گریہ وزاری سے بچوں کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی طلب کرتے۔ آپؑ کے بعض خواب اور الہامات سے بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی دعاؤں کے نتیجے میں آپؑ کی اولاد کو خاص برکات عطا فرمائیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

"مَیں جب بھی اپنے والد صاحب کے پاس جاتا تو دیکھتا کہ وہ ہمارے لیے دعائیں کر رہے ہوتے۔ انہی دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔"

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ (مؤلفِ سیرت المہدی) لکھتے ہیں:

مَیں بچپن میں اکثر دیکھتا کہ حضورؑ تہجد میں لمبی لمبی دعائیں کرتے اور اپنے بچوں کے لیے بھی بہت دعا کیا کرتے۔ کئی دفعہ مَیں نے سنا کہ حضور دعا میں روتے ہوئے یہ الفاظ دہرا رہے ہیں کہ "اے اللہ! میری اولاد کو اپنا صالح بندہ بنا دے۔"

سامعین! آئیں! اب آپؑ کی اپنی اولاد سے محبت اور شفقت کے واقعات ملاحظہ کریں۔ آپ علیہ السلام اپنی اولاد سے نہایت محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ بیان کرتے ہیں کہ والد محترم جب ہمیں دیکھتے تو ہنس کر پیار کرتے اور نرم الفاظ سے بات کرتے۔ کبھی اولاد کو سختی سے نہیں ڈانٹا، بلکہ اگر اصلاح کرنی ہوتی تو نہایت نرمی سے سمجھاتے۔

آپؑ نے اپنی اولاد کی دینی تعلیم اور اخلاقی تربیت کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ خود ان کے لیے دعا کرتے اور بزرگ اساتذہ کے سپرد کرتے تاکہ دنیاوی اور دینی دونوں تعلیم اچھی طرح حاصل کریں۔

سامعین! ایک بنیادی بات جو حضرت اقدس علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ بچوں کی تربیت کے لئے بچپن سے ہی مناسب اقدام کرنے چاہئیں۔ چنانچہ بچپن کے زمانے میں ہی اولاد کی تربیت کا خیال رکھنے کے سلسلے میں حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے۔ جب داڑھی نکل آئی تب ضَرَبَ یَضرِبُ یاد کرنے بیٹھے تو کیا خاک ہو گا۔ طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ طفولیت کی بعض باتیں تو اب تک یاد ہیں لیکن پندرہ برس پہلے کی اکثر باتیں یاد نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشو و نما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشیں ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 44)

آپؑ بچوں کو صرف نصیحت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ خود بھی عملی نمونہ دکھاتے۔ اگر کبھی اولاد سے کوئی غلطی ہوتی تو بجائے غصّے کے، نرمی سے ان کی رہنمائی فرماتے اور اپنے عمل سے سکھاتے۔ دنیاوی

مال و دولت یا عیش و عشرت پر زور نہ دیتے بلکہ ہمیشہ تقویٰ، خدمتِ دین اور خدا کی رضا کی طرف توجہ دلاتے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ آپ کبھی بچوں کو اپنے پاس بٹھا کر باتیں کرتے، ان کے چھوٹے چھوٹے سوالات کے جواب بڑی محبت سے دیتے۔ بعض دفعہ بچوں کے لیے پھل، مٹھائی وغیرہ کا بھی اہتمام کر دیتے تھے تاکہ وہ خوش رہیں۔

روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؑ کے بیٹے نے کوئی بچگانہ سی شرارت کی۔ بجائے ناراض ہونے کے آپ نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ فرمایا:

"یہ بچے ہیں، اِن کی شرارت بھی اِن کا حسن ہے۔"

آپؑ نے اپنے بچوں کے لیے نہ صرف مقامی معلمین کا انتظام کیا بلکہ ان کی تربیت کے لیے دعاؤں کے ساتھ ساتھ عملی نگرانی بھی فرمائی۔

ایک موقع پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایک روایت میں حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ بچپن میں کھیل کود میں زیادہ مشغول ہو گئے اور پڑھائی میں توجہ نہ دی۔ کسی نے حضورؑ کے سامنے شکایت کی۔ آپؑ نے ناراض ہونے کی بجائے محبت سے فرمایا:

"یہ بچے ہیں، ابھی ان کا دل کھیل میں ہے۔ آہستہ آہستہ پڑھائی کی طرف راغب ہو جائیں گے۔"

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی شخصیت اور تربیت آپؑ کی ہی خصوصی نگرانی اور دعاؤں کا نتیجہ تھی۔

حضرت مسیح موعودؑ اپنے بیٹے صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے متعلق دعاؤں میں خاص رنگ اختیار کرتے۔ ایک بار فرمایا:

"مَیں نے محمود کے لیے بہت دعا کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کو دین کے لیے خاص قدرت دی جائے گی۔"

سامعین! ایک دفعہ آپؑ کو اپنے بیٹے کے بیمار ہونے پر فکر لاحق ہوئی۔ روایت ہے کہ حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ شدید بیمار ہوئے تو حضرت مسیح موعودؑ نے رات بھر جاگ کر ان کے پاس وقت گزارا اور

دعائیں کرتے رہے۔ گھر کے افراد کو ہدایت دی کہ بچے کے آرام میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔ یہ واقعہ آپ کی بے پناہ شفقت کا مظہر ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اکثر بچوں کو پاس بٹھا لیتے، ان کی باتیں سنتے اور مسکراتے۔ اگر وہ کوئی معصومانہ سوال کرتے تو بڑے صبر اور محبت سے جواب دیتے تاکہ بچے خود کو اہم اور پیار بھرا محسوس کریں۔

ایک دفعہ دو بھائیوں میں اِس بات پر جھگڑا ہو گیا کہ علم اچھا ہے یا دولت۔ ایک کہے کہ دولت اچھی ہے جبکہ دوسرا علم کو اچھا کہہ رہا تھا۔ آپؑ جب قریب سے گزرے تو جھگڑے کو سن کر فرمایا کہ نہ علم اچھا ہے اور نہ دولت۔ خدا کا فضل اچھا ہے۔

(سیرت مسیح موعودؑ از شیخ یعقوب علی عرفانی)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ الحکم میں تحریر فرماتے ہیں:

"محمود (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) چار ایک برس کا تھا۔ حضرت معمولاً اندر بیٹھے لکھ رہے تھے۔ میاں محمود دیا سلائی لے کر وہاں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ بچوں کا ایک غول بھی تھا۔ پہلے کچھ دیر تک آپس میں کھیلتے جھگڑتے رہے پھر جو کچھ دل میں آئی ان مسوّدات کو آگ لگا دی اور آپ لگے خوش ہونے اور تالیاں بجانے اور حضرت لکھنے میں مشغول ہیں۔ سر اٹھا کر دیکھتے بھی نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور قیمتی مسودے راکھ کا ڈھیر ہو گئے اور بچوں کو کسی اور مشغلہ نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت کو سیاق و سباق عبارت کے ملانے کے لئے کسی گزشتہ کاغذ کے دیکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سے پوچھتے ہیں خاموش! اُس سے پوچھتے ہیں دبکا جاتا ہے آخر ایک بچہ بول اٹھا کہ میاں صاحب نے کاغذ جلا دئے۔ عورتیں بچے اور گھر کے سب لوگ حیران اور انگشت بدندان کہ اب کیا ہو گا اور در حقیقت عادتاً بُری حالت اور مکروہ نظارہ کے پیش آنے کا گمان اور انتظار تھا اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ مگر حضرت مسکرا کر فرماتے ہیں ،"خوب ہوا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہو گی اور اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس سے بہتر مضمون ہمیں سمجھائے۔"

(سیرت مسیح موعود از حضرت شیخ یعقوب علیؓ)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے بیان فرمایا کہ:

"جب حضرت مسیح موعودؑ نے لدھیانہ میں دعویٰ مسیحیت شائع کیا تو ان دنوں مَیں چھوٹا بچہ تھا اور شاید تیسری جماعت میں پڑھتا تھا مجھے اس دعویٰ سے کچھ اطلاع نہ تھی۔ ایک دن میں مدرسہ گیا تو بعض لڑکوں نے مجھے کہا کہ وہ جو قادیان کے مرزا صاحب تمہارے گھر میں ہیں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور یہ کہ آنے والے مسیح وہ خود ہیں۔ مَیں نے ان کی تردید کی کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ تو زندہ ہیں اور آسمان سے نازل ہوں گے۔ خیر جب مَیں گھر آیا تو حضرت صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ مَیں نے سنا ہے آپ کہتے ہیں کہ آپ مسیح ہیں؟ میرا یہ سوال سن کر حضرت صاحب خاموشی سے اٹھے اور کمرے کے اندر الماری سے ایک نسخہ فتح اسلام لا کر مجھے دے دیا اور فرمایا اِسے پڑھو۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل ہے کہ آپ نے ایک چھوٹے بچہ کے معمولی سوال پر اس قدر سنجیدگی سے توجہ فرمائی ورنہ یونہی کوئی بات کہہ کر ٹال دیتے۔"

(سیرت مسیح موعودؑ از عرفانی صاحب)

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ نے تحریر فرمایا ہے کہ آپ کس شفقت پدری کا نمونہ تھے۔ ایک بار محمود نے جو اس وقت بچہ تھا۔ آپ کی واسکٹ کی جیب میں ایک بڑی اینٹ ڈال دی۔ آپ جب لیٹیں تو وہ اینٹ چبھے۔ مَیں موجود تھا۔ آپ حامد علی صاحب سے فرماتے ہیں۔ حامد علی! چند روز سے ہماری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے۔ وہ حیران ہوا اور آپؑ کے جسد مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا اور آخر اس کا ہاتھ اینٹ سے جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکال لی اور عرض کیا یہ اینٹ تھی جو آپؑ کو چبھتی تھی۔ مسکرا کر فرمایا کہ "اوہو! چند روز ہوئے محمود نے میری جیب میں ڈالی تھی اور کہا تھا اسے نکالنا نہیں مَیں اس سے کھیلوں گا"۔ اس واقعہ سے حضور کے استغراق کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی کہ بچہ کی دلداری کا کس قدر خیال ہے۔

سامعین! عام طور پر بچوں میں کہانیاں کہنے اور سننے کا شوق ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بچے بھی اس کلّیہ سے مستثنیٰ نہ تھے۔ خصوصاً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو کہانیاں سننے کا بہت شوق ہوتا تھا۔ حضرت اقدسؑ بھی ان کی دلداری نہیں بلکہ تربیت کے خیال سے کہانیاں سننے کی اور دوسروں کو سنانے کی نہ صرف اجازت دیتے تھے بلکہ خود بھی بعض اوقات سنا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ایک بُرے بھلے آدمی کی کہانی بھی آپؑ سناتے تھے جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک بُرا آدمی تھا اور ایک اچھا آدمی تھا۔ آخر کار بُرے آدمی کا انجام بُرا ہوا اور اچھے کا اچھا۔ حضرت مسیح موعودؑ نے متعدد مرتبہ فرمایا کہ اچھی کہانی سنا دینی چاہئے اس سے بچوں کو عقل اور علم آتا ہے۔

بچوں کی ہر قسم کی خوشی کی تقریب کو آپؑ مناتے تھے۔ آمین کے جلسے ہوتے تھے اور اس تقریب پر سچی اور حقیقی خوشی کا اظہار ہوتا تھا۔ لیکن آپ یہ کبھی پسند نہ فرماتے تھے کہ ان تقریبات پر کسی قسم کا کوئی ایسا فعل ہو جو خلاف شریعت اور خلاف سنّت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔ بچوں کے عقیقہ کی تقریب تو ان کے بچپن کے ایسے وقت ہوتی ہے کہ ان کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ البتہ آمین کی تقریب ایسی تھی کہ وہ محسوس کرتے تھے اور جانتے تھے کہ کیا ہو رہا ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنا ایک ذاتی واقعہ سیرت المہدی میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے حجرہ میں کھڑے تھے۔ والدہ صاحبہ بھی غالباً پاس تھیں۔ مَیں نے کوئی بات کرتے ہوئے مرزا نظام الدین صاحب کا نام لیا تو صرف نظام الدین کہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میاں! آخر وہ تمہارا چچا ہے۔ اس طرح نام نہیں لیا کرتے۔

(سیرت المہدی جلد اول صفحہ 28 روایت نمبر 38)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بچوں کو سزا دینے کے سخت مخالف تھے۔ مدرسہ تعلیم الاسلام میں جب کبھی کسی استاد کے خلاف شکایت آتی کہ اس نے کسی بچے کو مارا ہے تو سخت ناپسند فرماتے اور متواتر ایسے احکام نافذ فرماتے کہ بچوں کو جسمانی سزا نہ دی جائے۔ چھوٹے بچوں کے متعلق فرمایا کرتے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے تو مکلّف ہیں ہی نہیں پھر تمہارے مکلّف کیونکر ہو سکتے ہیں۔

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہدایت اور تربیتِ حقیقی خدا کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرکِ خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے۔"

نیز فرمایا:

"ہم تو اپنے بچوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 309)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تربیت اولاد کے بارہ فرماتے ہیں:

"ہر مرد عورت کی جب شادی ہوتی ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اولاد ہو۔ اگر شادی کو کچھ عرصہ گزر جائے اور اولاد نہ ہو تو بڑی پریشانی کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ مجھے بھی احمدیوں کے کئی خط روزانہ آتے ہیں جن میں اس پریشانی کا اظہار ہوتا ہے، دعا کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن ایک احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اولاد کی خواہش ہمیشہ اس دعا کے ساتھ کرنی چاہئے کہ نیک صالح اولاد ہو جو دین کی خدمت کرنے والی ہو اور اعمال صالحہ بجالانے والی ہو۔ اس کے لئے سب سے ضروری بات والدین کے لئے یہ ہے کہ وہ خود بھی اولاد کے لئے دعا کریں اور اپنی حالت پر بھی غور کریں۔ بعض ایسے ہیں جب دعا کے لئے کہیں اور ان سے سوال کرو کہ کیا نمازوں کی طرف تمہاری توجہ ہوئی ہے، دعائیں کرتے ہو؟ تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح توجہ ہونی چاہئے اس طرح نہیں ہے۔ مَیں اس طرف بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ اولاد کی خواہش سے پہلے اور اگر اولاد ہے تو اس کی تربیت کے لئے اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ جب اولاد سے نوازے یا جو اولاد موجود ہے وہ نیکیوں پر قدم مارنے والی ہو اور قرۃ العین ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک دعا حضرت زکریاؑ کے حوالے سے ہمیں سکھائی ہے کہ رَبِّ هَبْ لِيْ

مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ (آل عمران:39) کہ اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔ ایسی پاک نسل عطا کر جو تیری رضا کی راہوں پر چلنے والی ہو اور جب انسان یہ دعا کر رہا ہو تو خود اپنی حالت پہ بھی غور کر رہا ہوتا ہے کہ کیا میں ان سارے حکموں پر عمل کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیے ہیں؟

پھر ایک جگہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (الصّٰفّٰت:101) اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے وارث عطا کر، مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما۔ پس جو والدین اولاد کے خواہش مند ہوں انہیں نیک اولاد کی خواہش کرنی چاہئے اور پھر اولاد کی تربیت بھی اس کے مطابق ہو اور جیسا کہ مَیں نے کہا اولاد کی تربیت کے لئے سب سے پہلے اپنے نمونے قائم کرنے چاہئیں۔ واقفین نو بچوں کے جو والدین ہیں انہیں خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے جس انعام سے نوازا تھا اس نے تو قربانی کا بھی اعلیٰ معیار قائم کر دیا۔ پس جو والدین اپنے بچوں کو وقف نو میں شامل کرتے ہیں انہیں خصوصاً اور دوسروں کو بھی، عام طور پر ہر احمدی کو دعا کرتے رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں ایسی اولاد سے نوازے جو حقیقت میں دین کی خادم بننے والی ہو، جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کو تلاش کرنے والی ہو اور صالحین میں شمار ہو۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اکتوبر 2006ء)

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿26﴾ ﴿مشاہدات۔1292﴾

اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ

(تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے)

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۪ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (البقرہ:122)

تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ پس اپنی کھیتیوں کے پاس جیسے چاہو آؤ اور اپنے نفوس کے لئے (کچھ) آگے بھیجو اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ تم ضرور اس سے ملنے والے ہو اور مومنوں کو (اس امر کی) بشارت دے دے۔

مری اولاد جو تیری عطا ہے
ہر اک کو دیکھ لوں وہ پارسا ہے
تری قدرت کے آگے روک کیا ہے
وہ سب دے اُن کو جو مجھ کو دیا ہے

(درثمین)

معزز سامعین! ”تربیت اولاد“ پر اُس کی اہمیت کے پیشِ نظر قرآن کریم میں مختلف انداز میں توجہ دلائی گئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں ”تربیت اولاد“ پر ہدایات دی ہیں۔ آج مجھے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت اولاد کے حوالہ سے الفاظ اِنَّ اَوْلَادَكُم مِنْ كَسْبِكُمْ پر گفتگو کرنی ہے۔ اِس کا ترجمہ یہ ہے کہ **تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے**۔ اِس پر کچھ کہنے سے قبل

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مکمل فرمان جاننا ضروری ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَطْیَبُ مَا اَکَلْتُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ وَاِنَّ اَوْلَادَکُمْ مِنْ کَسْبِکُمْ (ترمذی کتاب الاحکام باب ما جاء اَنَّ الوالد یاخذ من مال وَلَدِہٖ حدیث 1358) کہ سب سے پاکیزہ چیز جس کو تم کھاتے ہو تمہاری اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے۔

ایک اَور روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

وَلَدُ الرَّجُلِ مِنْ کَسْبِہٖ مِنْ أَطْیَبِ کَسْبِہٖ فَکُلُوا مِنْ أَمْوَالِھِم

(سنن ابی داؤد کتاب الإجارۃ حدیث:3529)

یعنی آدمی کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے **بلکہ بہترین کمائی ہے**، تو ان کے مال میں سے کھاؤ۔

اِن احادیث سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ نیک اولاد والدین کی محنت، اُن کی تربیت اور اُن کی دعاؤں کا نتیجہ ہوتی ہے اور والدین اور اولاد کا صرف ایک رشتہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اِسی وجہ سے اولاد کو بہترین کمائی قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح اسلام اولاد کو بلاشبہ ایک عظیم نعمت اور فطری آرزو قرار دیتا ہے اور ساتھ ہی اولاد کی حفاظت اور تربیت کا حکم دیتا ہے۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ تربیت اولاد کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ہم مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے بشرطیکہ مسلمان اس طرف توجہ دیتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے ہوں کہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر بچوں کی پیدائش سے پہلے سے لے کر تربیت کے مختلف دَوروں میں سے جب بچہ گزرتا ہے تو اس کے لئے دعائیں بھی سکھائی ہیں اور تربیت کا طریق بھی بتایا ہے اور والدین کی ذمّہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اگر ہم یہ دعائیں کرنے والے اور اس طریق کے مطابق اپنی زندگی گزارنے والے اور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دینے والے ہوں تو ایک نیک نسل آگے بھیجنے والے بن سکتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی تربیت کوئی آسان کام نہیں اور خاص طور پر اس زمانے میں جب قدم قدم پر شیطان کی پیدا کی ہوئی دلچسپیاں مختلف رنگ میں ہر روز ہمارے سامنے آ رہی ہوں تو یہ بہت مشکل کام ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جب دعائیں اور طریق بتائے ہیں تو اس لئے کہ اگر ہم چاہیں تو خود بھی اور اپنے بچوں کو بھی شیطان کے حملوں سے بچا سکتے ہیں لیکن اس

کے لئے مسلسل دعاؤں، اللہ تعالیٰ کی مدد اور محنت اور کوشش کی ضرورت ہے۔ ایک مسلسل جہاد کی ضرورت ہے۔ اور حقیقی مومن سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جُڑ کر اپنے آپ کو بھی اور اپنی اولاد کو بھی شیطان کے حملوں سے بچائے نہ کہ مایوس ہو جائے یا تھک جائے اور خوفزدہ ہو کر منفی سوچوں کو اپنے اوپر طاری کر لے۔"

(خطبہ جمعہ 14 / جولائی 2017ء)

پیارے بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس فرمان میں نہایت ہی حسین انداز میں کمائی اور آمدنی سے اولاد کی مثال دے کر دراصل سمجھایا کہ جس طرح انسان محنت اور مزدوری سے اپنا روزگار مہیا کرتا ہے، انکم پیدا کرتا ہے پھر احتیاط اور منصوبہ کے ساتھ اُس کو استعمال میں لاتا، اپنا اور اپنے بچوں، اپنے ماتحت فیملی کے لوگوں کا نہ صرف پیٹ پالتا ہے بلکہ گھر بار چلاتا ہے۔ اپنے بچوں کو خوبصورت بنانے اور رکھنے کے لیے اُن کے لیے کپڑے جوتے اور دیگر لوازمات خریدتا، اُن کی اچھی تعلیم کے لیے رقم خرچ کرتا ہے۔ اپنی اِسی آمدنی سے اپنی بیوی بچوں کی صحت کے لیے پھل وغیرہ بھی خریدتا ہے۔ پھر اسی آمدنی سے کچھ رقم سیو کر کے رہائش کے لیے مکان بناتا اور روشن مستقبل کے لیے بینک بیلنس بھی بناتا ہے۔ اسی طرح مرد یا عورت شادی کے بعد جو اولاد حاصل کرتے ہیں وہ بھی اُن کی کسب، آمدنی اور کمائی ہے۔ اُس کے حصول اور پھر اُس کے استعمال کے بھی وہی اصول اپنانے چاہئیں جو روزمرّہ یا ماہانہ آمدنی کے ہیں۔ اسلام نے اُس کے اصول بھی وضح فرمائے ہیں۔ جس طرح عام آمدنی کے حصول کے لیے ایک مؤمن حلال جاب کی تلاش میں کوشش کرتا ہے، تاجر حضرات بہتر سے بہتر مال کی تلاش میں بہت دُور دُور تک روابط کر کے اچھا مال خریدتے ہیں، کسان کو دیکھیں تو وہ اچھے بیج کی تلاش میں کوشاں رہتا ہے۔ اِسی طرح اولاد بطور آمدنی اور کسب کے حصول کے لیے اسلام نے یہ تعلیم دی کہ مرد، شادی کے لیے عورت اور عورت، شادی کے لیے مرد کی تلاش میں ایک دوسرے کا نہ مال دیکھیں نہ حُسن دیکھیں اور نہ ایک دوسرے کی جاہ و حشمت دیکھیں بلکہ ایک دوسرے کا تقویٰ اور نیکی دیکھیں۔ جب مرد، عورت کی نیکی اور عورت، مرد کے تقویٰ کو مدِّ نظر رکھ کر شادی کے بندھن میں بندھیں گے، اگر ایک کمائی کے حصول کے لیے بنیاد تقویٰ اور نیکی پر ہو گی تو خود سوچیں کہ وہ کمائی اولاد کی صورت میں کیسی نیک صالح اور پرہیز گار ہو گی۔ اِسی پر بس نہیں

شادی کے بندھن میں بندھتے وقت خطبہ نکاح میں پڑھی جانے والی چار آیات میں پانچ دفعہ تقویٰ اور پرہیز گاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی خوبصورت باغ جس میں مختلف قسم کے پھل اور پھول ہیں کے باہر ایک گیٹ لگا ہوا ہو اور جس میں داخلے کے لیے ایک ٹکٹ کی صورت میں ایک "پاس" کی ضرورت ہے۔ نکاح دراصل اس باغ کے اندر پھولوں کے حصول کے لیے "پاس" کی حیثیت رکھتا ہے۔ شادی کے بعد میاں بیوی کے جماع کے وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں)۔ اے اللہ! ہمیں شیطان سے دُور رکھ اور جو رزق (یعنی اولاد) تُو ہمیں عطا کرے، اُسے بھی شیطان سے دُور رکھ، سکھلا کر حاصل ہونے والی کمائی کو مزید پاک اور صاف بنایا ہے۔ چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کی صورت میں حاصل ہونے والی کمائی کو دنیا میں حاصل ہونے والی عام کمائی سے مشابہت دی ہے اور ہم جیسا اوپر بیان کر آئے ہیں کہ دنیا کی کمائی کے لیے حلال کی تلاش میں انسان رہتا ہے اور جاب کے حصول کے بعد بھی حلال کمائی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ تجارت میں بھی اسی اصول کو اپنانے کی تلقین کی گئی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ایک تاجر کے گندم کے ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا کہ اس نے گیلی گندم خشک گندم کے اندر چھپا رکھی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا کہ جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جس طرح کمائی کے حلال طریق اختیار کرنے کی تلقین کی ہے بعینہٖ اولاد جیسی کمائی کے لیے حلال طریق اپنانے کی سخت تلقین ملتی ہے۔ ہم اسلامی اصطلاح میں اسے "زنا" کہہ سکتے ہیں جس کی سخت ممانعت قرآن اور احادیث میں ملتی ہے۔

سامعین! مَیں اپنی تقریر کے عنوان میں بیان دلچسپ اور ایمان افروز مضمون کو آگے بڑھانے سے قبل دنیاوی اور روحانی کمائیوں میں تقابلی موازنہ کرتے ہوئے یہ بیان کر دوں کہ ایک تنخواہ دار کی کمائی کے حوالہ سے تفصیل سے مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں لیکن ایک تاجر اور کسان کی کمائی، اس کی حفاظت، اس کی بڑھوتری کے متعلق اس لیے بھی بیان کرنا ضروری ہے تا انسان کی اولاد بحیثیت کمائی کے موازنہ میں آسانی ہو سکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تاجر اپنے جمع شدہ مال اور تجارت میں لگی اشیاء کی حفاظت کے لیے تگ ودَو کرتا ہے اور اپنی جمع شدہ پونجی اور کمائی سے اپنی تجارت کے پھیلاؤ کے لیے وہ پلاننگ کرتا ہے۔ کسان کو اگر

لیں تو وہ اچھی فصل کے حصول کے لیے عمدہ اور معیاری بیج کے حصول کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں لیکن جس طرح کسان اپنی فصل کو جو اس کی کمائی ہے سنبھالتا ہے، کیڑے مکوڑوں اور موسم کی سختیوں سے محفوظ رکھتا ہے، اپنی ضروریات سے بچ جانے والے اناج کو بازار میں باحفاظت لے جاکر فروخت کر کے جو کمائی حاصل کرتا ہے اور اسے اپنے روشن مستقبل کے لیے محفوظ رکھتا ہے۔ اگر اِن تمام مراحل کو اولاد کے حصول، اُس کی نشوونما، دیکھ بھال، پرورش اور تعلیم دلانے، اُسے ایک مفید وجود بنانے تک کے ساتھ نسبت کر کے جوڑا جائے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان دو اور دو چار کی طرح پورا ہوتا ہم دیکھتے ہیں۔ اولاد کی تعلیم وتربیت کا آغاز تو میاں بیوی کے جماع کے وقت کی گئی دعا سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیوی کو کھیتی قرار دے کر اُس کو کسان کی فصل سے تشبیہ دی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس زیر بحث فرمان کو قرآن کریم میں بیان اس مثال سے ملا کر دیکھیں تو مضمون خوب کُھل جاتا ہے۔ اوپر ہم سن آئے ہیں کہ کسان کس طرح اپنی کمائی کو محفوظ کرتا اور اپنے روشن مستقبل کے لیے کام میں لاتا ہے۔ اِسی طرح والدین عورت کی کھیتی سے پیدا ہونے والی فصل یعنی اولاد کو مادّی اور روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ مادّی بیماریاں اور کیڑے مکوڑوں کے حملوں سے فصل کو محفوظ کر کے جہاں کسان ادویات کا چھڑکاؤ کرتا ہے وہاں بچوں پر حملہ کرنے والی بیماریوں کا علاج معالجہ ڈاکٹرز، حکماء سے کروایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ پودے اور درخت اپنی جڑوں کے ذریعے غذا زمین سے حاصل کرتے ہیں۔ زمین میں پائی جانے والی طاقت اور طاقتور اشیاء اور منرل سے غذائیت اور توانائی حاصل کرتے ہیں۔ جو پودے یا درخت کے پتّوں، پھولوں، پھلوں اور ٹہنیوں میں رس بس کر انسان اور جانوروں کے استعمال سے طاقت کا موجب ہوتے ہیں بعینہٖ اولاد روحانی معنوں میں دعاؤں اور تعلیم وتربیت کی صورت میں اپنے والدین کی روٹس سے طاقت لیتے ہیں اور اپنے آپ کو مضبوط کرتے ہیں۔ والدین کو بھی اپنی اس کمائی کی جہاں بھرپور حفاظت کرنے کی ضرورت ہے وہاں اُن کو مفید اور لائق وجود بنانے کے لیے مقوّی غذائیں بھی دی جائیں۔ کسان اپنی فصل کی ایسے رنگ میں حفاظت کرتا ہے کہ چوہے وغیرہ نقصان نہ پہنچائیں۔ سردی گرمی اور بارش سے محفوظ رکھتا ہے۔ بعینہٖ والدین کو اپنی اس کمائی کو زمانے کی سختیوں، موسم کی تلخیوں نیز ماحول میں بسنے والے لوگوں کے غلط عزائم سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ انہیں اللہ والے بنائیں۔ اُن کے دلوں میں سیّدنا حضرت محمد

مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزین کریں۔ اُنہیں قرآن جیسی عظیم الشان نعمت سے آراستہ کریں۔ اُنہیں اسلامی تعلیمات سے متمتّع کریں۔ پھر اپنے بچوں کو دعاؤں کی اہمیت بتائیں اور یہ بتا کر اللہ تعالیٰ سے جوڑنے والا بنائیں۔ یہی ہماری نسلوں کی شیطان کے حملوں سے بچنے کی ضمانت ہے۔ نماز پڑھنے کی تلقین کرنا اور نماز پڑھنے کا صحیح طریق سکھانا یہ ماں باپ کا اوّلین فرض ہے۔ کس طرح کھڑے ہونا ہے، کس طرح نماز میں بیٹھنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ بچوں کی انتہائی بچپن میں تربیت کیا کرتے تھے۔ بچپن سے ہی اُن کی تربیت کریں۔ انہیں اسلام احمدیت سے کماحقہٗ متعارف کریں۔ خلافت کی محبت اور خلیفۃُ المسیح سے قریبی تعلق پیدا کروائیں۔ انسانیت سکھلائیں، انسانوں سے پیار اور شفقت اور محبت سے پیش آنا سکھلائیں۔ گھر میں چھوٹوں سے پیار اور بڑوں کے ادب کے اسلوب بتائیں۔ بچے جوان ہو جائیں تو جلد ان اصولوں کو اپنا کر اُن کی شادیاں کریں جو ہم اوپر سیکھ آئے ہیں تا کہ یہ کمائی بینک بیلنس کی صورت میں بڑھتی رہے۔ نیز بیوی کو خاوند اور خاوند کو بیوی کے حقوق و فرائض کا علم ہو۔ کہتے ہیں کہ بچے اور بچیوں کی شادیاں چھوٹی عمر میں جلد کر دینی چاہیے تا کہ اُن کے بچے جلد خاندان کا سرمایہ بن سکیں اور کمائی میں اضافہ ہو اور بچے اپنے والدین کے لیے جلد سہارا بن سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ، الْوَدُوْدَ یعنی زیادہ بچے پیدا کرنے والی اور محبت کرنے والی خاتون سے شادی کریں۔ بہت سے ماں باپ ایسے ہیں جن کو بچوں کی دینی تربیت کی فکر نہیں ہوتی یا انہیں احساس بھی نہیں ہوتا کہ یہ بھی ایک بہت بڑی ذمّہ داری ہے جو انہوں نے ادا کرنی ہے۔ اگر یہ ذمّہ داری ادا نہ کی تو بچے دنیا کی رَو میں بہ کر دین سے دُور ہٹ جائیں گے بلکہ خدا سے بھی دُور ہو جائیں گے اور پھر یہ کمائی ہمارے کسی کام نہ آئے گی۔

سامعین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذباتِ نفس سے محفوظ رہے۔ اس کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ رحم اور تقویٰ مدّ نظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیّت سے سب ہمّ و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 599-600)

الغرض اولاد کی صورت میں جو کمائی ہے یہی اصل کمائی اور یہی اصل سرمایہ ہے جو والدین اور خاندان کے لیے نیک نامی کا موجب ہوتا ہے۔ اِس لیے ہم خاندان کے بزرگوں کو اس سرمایہ کی طرف ان تمام اصولوں کو بروئے کار لانا چاہیے جو قرآن اور احادیث میں بیان ہوئے ہیں جس کی تشریح و تفسیر آج کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 80 سے زائد اپنی تحریرات اور 10 ملفوظات میں بیان فرمائی ہیں۔ پھر خلفاء ہمیں نصائح کرتے آئے ہیں۔ آج کل ہمارے موجودہ امام ایدہ اللہ تعالیٰ بہت درد کے ساتھ اِس سرمایہ کو سنبھالنے اور پروان چڑھانے کے لیے خطابات، خطبات، ملاقاتوں اور خطوط کے ذریعے کر رہے ہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات باقاعدگی سے سنتے رہنا چاہیے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" انسان کو سوچنا چاہیے کہ اسے اولاد کی خواہش کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ اُس کو محض طبعی خواہش ہی تک محدود نہ کر دینا چاہیے کہ جیسے پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے لیکن جب یہ ایک خاص اندازہ سے گزر جاوے تو ضرور اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذٰریٰت:57) اب اگر انسان خود مؤمن اور عبد نہیں بنتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل منشا کو پورا نہیں کرتا ہے اور پورا حق عبادت ادا نہیں کرتا بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتا ہے تو ایسے آدمی کی اولاد کے لئے خواہش کیا نتیجہ رکھے گی؟ صرف یہی کہ گناہ کرنے کے لئے **وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے**۔ خود کونسی کمی کی ہے جو اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دین دار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرماں بردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مَیں صالح اور خدا ترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی نرا ایک دعویٰ ہی ہو گا جب تک کہ خود وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے۔ اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ مَیں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذّاب ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے پہلے ضروری

ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنادے تب اس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیز خواہش ہوگی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہوگی کہ اس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں۔ لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک واسباب کی وارث ہو یا وہ بڑی نامور اور مشہور آدمی ہو۔ اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 309-310)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"نکاح اور شادی انسانی نسل کے بڑھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ذریعہ بنایا ہے، جس میں دو خاندانوں کا ملاپ ہوتا ہے، دو افراد کا ملاپ ہوتا ہے اور اسلام نے اس کو بڑا مستحسن عمل قرار دیا ہے۔ بعض صحابہ نے کہا کہ ہم شادیاں نہیں کریں گے۔ تبتّل کی زندگی گزاریں گے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو میری سنت پہ عمل نہیں کرتا وہ مجھ میں سے نہیں ہوگا۔ مَیں تو شادی بھی کرتا ہوں، کاروبار بھی ہے، بچے بھی ہیں۔ کاروبار سے مراد ہے کہ زندگی کی مصروفیات بھی ہیں، ذمّہ داریاں بھی ہیں۔"

حضور انور نے مزید فرمایا:

"نکاح جو ایک بنیادی حکم ہے یہ صرف معاشرہ اور نسل کو چلانے کے لئے نہیں بلکہ بہت ساری بُرائیوں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اور ایک نیک نسل چلانے کے لئے ہے۔ پس نئے جوڑوں کو اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ شادیاں جو کسی مذہب کو ماننے والوں میں اور خاص طور پر اسلام کو ماننے والوں میں ہوتی ہیں، ایک مسلمان کے گھر میں جو شادی ہے یہ صرف دنیاوی سکون کی خاطر نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی کی جائے، اس پر عمل کیا جائے اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے نیک نسل پیدا ہونے کا آغاز کیا جائے"

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 8/ جون 2012ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿27﴾ ﴿مشاہدات۔1293﴾

اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ

(تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے)

(قرآن کریم کی روشنی میں)

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (اٰل عمران:39)

اس موقع پر زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی۔ اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

نجات اِن کو عطا کر گندگی سے
بَرات اُن کو عطا کر بندگی سے
رہیں خوشحال اور فرخندگی سے
بچانا اے خدا! بد زندگی سے

(درثمین)

معزز سامعین! خاکسار نے کل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اولاد کے بارے میں ایک فرمان کہ "**تمہاری اولاد تمہاری کمائی میں سے ہے**" پر ایک تقریر تیار کی تھی۔ اُس تیاری کے دوران خاکسار نے جب قرآن کریم کا سہارا لیا تو یہ خیال ایک میخ کی طرح ذہن میں راسخ ہو گیا کہ قرآن مجید میں اولاد کے حوالے سے درج احکامات اور بیانات کو بھی اکٹھا کر دیا جائے تا اولاد بطور کمائی کی اہمیت اور فضیلت واضح ہو۔ اِس سلسلہ میں سب سے پہلے اولاد کی تمنّا کا ذکر کرتے ہیں جس کا کچھ حصہ تقریر نمبر 1 میں بیان کر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت 224 میں بیویوں کو کھیتی قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"چونکہ عورت درحقیقت کھیتی کی مانند ہے جس سے اناج کی طرح اولاد پیدا ہوتی ہے۔"

(چشمۂ معرفت از روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 292)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اِس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

" اس آیت میں عورت کو کھیتی قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تم اپنی کھیتی کو پھل دار بنانے کی کوشش کرو۔ اسی کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی اشارہ فرماتی ہے کہ تَزَوَّجُوا الْوَلُودَ الْوَدُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌبِكُمُ الْأُمَمَ (ابوداؤد و نسائی کتاب النکاح) یعنی تم ایسی عورتوں کے ساتھ شادی کیا کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اور اپنے خاوندوں کے ساتھ محبت کرنے والی ہوں۔ کیونکہ مَیں دوسرے نبیوں کی اُمّتوں کے مقابل پر اپنی اُمّت کی کثرت پر قیامت کے دن فخر کروں گا۔"

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 504)

سامعین! اللہ تعالیٰ سورۃ التحریم آیت 7 میں اولاد کو آگ سے بچانے کا حکم یوں دیتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اُس پر بہت سخت گیر قوی فرشتے (مسلّط) ہیں۔ وہ اللہ کی، اُس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ تاکید فرماتا ہے کہ اپنے اہلِ خانہ کو وعظ و نصیحت کرتے رہو اور انہیں نیک باتوں کی طرف متوجہ کرتے رہو تا کہ وہ بھی عذاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کریں۔"

(حقائق الفرقان جلد چہارم صفحہ 150)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ التغابن میں یکے بعد دیگرے دو آیات 15-16 میں اولاد کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً تمہارے اَزواج میں سے اور تمہاری اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں۔ پس ان سے بچ کر رہو اور اگر تم عفو سے کام لو اور درگزر کرو اور معاف کر دو تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پھر فرمایا اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِیْمٌ یعنی تمہارے اموال اور تمہاری اولاد محض آزمائش ہیں اور وہ اللہ ہی ہے جس کے پاس بہت بڑا اَجر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس مضمون کو سورۃ الانفال آیت 29 میں بھی بیان فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اَمْوَالُكُمْ میں عورتیں داخل کی ہیں۔ آپؑ نے عَدُوًّا لَّكُمْ کے تحت فرمایا کہ "مال اور اولاد تمہاری دشمن ہیں۔ ان سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ اگر زندہ رہے تو ممکن ہے کہ نافرمان ہو۔ مرتد ہو جاوے۔ بدکار ہو، چور یا ڈاکو بن جاوے۔ مر جاوے تو پھر ویسے ابتلا آجاتا ہے۔ پس ہر حالت میں موجب فتنہ اور ابتلاء ہوتی ہے مگر جب مؤمن کو خدا سے تعلق ہوتا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ اگر یہ بچہ مر گیا ہے تو کیا ہوا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 8 صفحہ 4)

پھر فرماتے ہیں:

" اولاد چیز کیا ہے؟ بچپن سے ماں اُس پر جان فدا کرتی ہے مگر بڑے ہو کر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے لڑکے اپنی ماں کی نافرمانی کرتے ہیں اور اُس سے گستاخی سے پیش آتے ہیں۔ پھر اگر فرمانبردار بھی ہوں تو دکھ اور تکلیف کے وقت وہ اس کو ہٹا نہیں سکتے۔ ذرا سا پیٹ میں درد ہو تو تمام عاجز آجاتے ہیں۔ نہ بیٹا کام آسکتا ہے نہ باپ نہ ماں نہ کوئی اور عزیز۔ اگر کام آتا ہے تو صرف خدا۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 8 صفحہ 5)

سامعین! اللہ تعالیٰ سورۃ المنٰفقون آیت 10 میں فرماتا ہے کہ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں اور جو ایسا کریں تو یہی ہیں جو گھاٹا کھانے والے ہیں۔

یہ دوسری آیت ہے جو آج کی تقریر میں مَیں بیان کر رہا ہوں جس میں اولاد کا ذکر اموال کے ساتھ کیا گیا ہے۔ گویا کہ اولاد بھی اموال میں شامل ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو آج کی تقریر کے عنوان میں "کمائی" کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے "رزق" کے الفاظ میں یہ مضمون بیان فرمایا ہے۔

سامعین! اب مَیں آپ کے سامنے ایک ایسی آیت رکھنے جا رہا ہوں جس کا آج کی تقریر کے عنوان سے ایک اور رنگ میں گہرا تعلق ہے۔ اِس سے قبل ہم سُن آئے ہیں کہ ہماری اولاد ہماری کمائی، ہمارا رزق اور ہمارے اموال میں شامل ہے اور زیرِ نظر آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو رزق نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل:32)

یعنی اپنی اولاد کو کنگال ہونے کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم ہی ہیں جو انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ ان کو قتل کرنا یقیناً بہت بڑی خطا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

"او لوگو! اپنی اولاد کو اِس لیے قتل نہ کیا کرو کہ ہم اُن کو کہاں سے کھلائیں گے۔ تم اور وہ ہمارا ہی رزق کھاتے ہیں اور بات تو یہ ہے کہ اولاد کا قتل کسی سبب سے کیوں نہ وہ بڑی بھاری غلطی اور بدی ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 668)

سورۃ النساء آیت 10 میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے متعلق فرمایا ہے کہ ایسا کبھی گمان نہ کر کہ میرے مرنے کے بعد اولاد کمزور اور ضعیف رہ جائے گی۔ ان کا کیا بنے گا۔ آپ اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ اس کا تقویٰ اختیار کریں اور سیدھی اور صاف بات کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا

یعنی اور جو لوگ ڈرتے ہوں اگر وہ اپنے بعد کمزور اولاد چھوڑ گئے تو اس کا کیا بنے گا ان کو دوسرے یتیموں کے متعلق بھی اللہ کے ڈر سے کام لینا چاہیے اور چاہیے کہ وہ صاف اور سیدھی بات کہیں۔

(تفسیر صغیر سورۃ النساء صفحہ 108)

سامعین! ماں باپ کے لیے یہ بھی ایک سبق ہے کہ اولاد میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں۔ بعض لوگ لڑکوں کی پیدائش کو پسند کرتے ہیں اور لڑکیوں کی پیدائش پر اُداس ہو جاتے ہیں۔ جبکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے تین بچیوں کی کامل اسلامی تربیت کی وہ جنّتی ہے بلکہ ایک موقع پر تین بیٹیوں کی جگہ تین بہنوں کی تربیت کا ذکر فرمایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تین بیٹیوں کی تربیت پر جنّت کی بشارت دے رہے تھے تو ایک صحابی نے عرض کی کہ اگر کسی کے ہاں تین بیٹیاں نہ ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیٹی کی تربیت کرنے والے کو بھی جنّت کی خوشخبری سنادی۔

اللہ تعالیٰ اِس مضمون کو یوں بیان فرماتا ہے کہ

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۔ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ (النحل:59-60)

یعنی جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جائے تو اس کا چہرہ غم سے سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ (اسے) ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے اس (خبر) کی تکلیف کی وجہ سے جس کی بشارت اُسے دی گئی۔ کیا وہ رسوائی کے باوجود (اللہ کے) اُس (احسان) کو روک رکھے یا اسے مٹی میں گاڑ دے؟ خبردار! بہت ہی بُرا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی اِس کمائی کی حفاظت، اِس رزق اور اموال میں برکت کے لیے دُعائیں بھی سکھلائی ہیں جیسے الفرقان آیت 75، الصّٰفّٰت آیت 101 اور الاحقاف آیت 16 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان:75)

یعنی وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصّٰفّٰت:101)

یعنی اے میرے ربّ! مجھے صالحین میں سے (وارث) عطا کر۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (الاحقاف:16)

کہ ہم نے انسان کو تاکیدی نصیحت کی کہ اپنے والدین سے احسان کرے۔ اسے اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا اور تکلیف ہی کے ساتھ اُسے جنم دیا اور اُس کے حمل اور دودھ چھڑانے کا زمانہ تیس مہینے ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی پختگی کی عمر کو پہنچا اور چالیس سال کا ہو گیا تو اس نے کہا اے میرے ربّ! مجھے توفیق عطا کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکر یہ ادا کر سکوں جو تُو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جن سے تُو راضی ہو اور میرے لئے میری ذریّت کی بھی اصلاح کر دے۔ یقیناً میں تیری ہی طرف رجوع کرتا ہوں اور بلاشبہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے سورۃ الفرقان کی آیت 75 کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ

"اے ہمارے رب! ہمارے ساتھیوں (بیبیاں ہوں یا دوست) اور ہماری اولاد سے ہمیں آرام دے۔ وہ ہماری آنکھوں کا نور ہوں جو دل کے سرور کا نشان ہے اور دُعا مانگتے ہیں کہ ہم سچے فرماں برداروں کے واسطے آئندہ کے لئے نمونے ہوں۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 254)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" انسان کو سوچنا چاہیے کہ اسے اولاد کی خواہش کیوں ہوتی ہے؟ کیونکہ اس کو محض طبعی خواہش ہی تک محدود نہ کر دینا چاہیے کہ جیسے پیاس لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے لیکن جب یہ ایک خاص اندازہ سے گزر جاوے تو ضرور اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریات:57)۔ اب اگر انسان خود مومن اور عبد نہیں بنتا ہے اور اپنی زندگی کے اصل منشا کو پورا نہیں کرتا ہے اور پورا حق عبادت ادا نہیں

کرتا بلکہ فسق و فجور میں زندگی بسر کرتا ہے اور گناہ پر گناہ کرتا ہے تو ایسے آدمی کی اولاد کے لئے خواہش کیا نتیجہ رکھے گی صرف یہی کہ گناہ کرنے کے لئے وہ اپنا ایک اور خلیفہ چھوڑنا چاہتا ہے خود کون سی کمی کی ہے جو اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ پس جب تک اولاد کی خواہش محض اس غرض کے لئے نہ ہو کہ وہ دیندار اور متقی ہو اور خدا تعالیٰ کی فرمانبردار ہو کر اس کے دین کی خادم بنے بالکل فضول بلکہ ایک قسم کی معصیت اور گناہ ہے اور باقیات صالحات کی بجائے اس کا نام باقیات سیئات رکھنا جائز ہو گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مَیں صالح اور خداترس اور خادم دین اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو اس کا یہ کہنا بھی مرا ایک دعویٰ ہی دعویٰ ہو گا جب تک کہ خود وہ اپنی حالت میں ایک اصلاح نہ کرے اگر خود فسق و فجور کی زندگی بسر کرتا ہے اور منہ سے کہتا ہے کہ مَیں صالح اور متقی اولاد کی خواہش کرتا ہوں تو وہ اپنے اس دعویٰ میں کذاب ہے۔ صالح اور متقی ہے۔ صالح اور متقی اولاد کی خواہش سے ؟ پہلے ضروری ہے کہ وہ خود اپنی اصلاح کرے اور اپنی زندگی کو متقیانہ زندگی بنادے تب اُس کی ایسی خواہش ایک نتیجہ خیر خواہش ہو گی اور ایسی اولاد حقیقت میں اس قابل ہو گی کہ اُس کو باقیات صالحات کا مصداق کہیں لیکن اگر یہ خواہش صرف اس لئے ہو کہ ہمارا نام باقی رہے اور وہ ہمارے املاک و اسباب کی وارث ہو یا وہ بڑا نامور اور مشہور آدمی ہو اس قسم کی خواہش میرے نزدیک شرک ہے۔

یاد رکھو کسی نیکی کو بھی اس لئے نہیں کرنا چاہیے کہ اس نیکی کے کرنے پر ثواب یا اجر ملے گا کیونکہ اگر محض اس خیال پر نیکی کی جاوے تو وہ ابتغاء لمرضات اللہ نہیں ہو سکتی بلکہ اس ثواب کی خاطر ہو گی اور اس سے اندیشہ ہو سکتا ہے کہ کسی وقت وہ اُسے چھوڑ بیٹھے۔ مثلاً اگر کوئی شخص ہر روز ہم سے ملنے کو آوے اور ہم اُس کو ایک روپیہ دے دیا کریں تو وہ بجائے خود یہی سمجھے گا کہ میرا جانا صرف روپے کے لئے ہے جس دن سے روپیہ نہ ملے اسی دن سے آنا چھوڑ دے گا۔ غرض یہ ایک قسم کا باریک شرک ہے اِس سے بچنا چاہیے نیکی کو محض اِس لئے کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ خوش ہو اور اس کی رضا حاصل ہو اور اس کے حکم کی تعمیل ہو۔ قطع نظر اس کے کہ اُس پر ثواب ہو یا نہ ہو۔ ایمان تب ہی کامل ہوتا ہے جبکہ یہ وسوسہ اور روہم درمیان سے اُٹھ جاوے اگرچہ یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی نیکی کو ضائع نہیں کرتا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ (التوبۃ:120) مگر نیکی کرنے والے کو اجر مدّ نظر نہیں رکھنا چاہیے۔ دیکھو! اگر کوئی مہمان یہاں محض اس

لئے آتا ہے کہ وہاں آرام ملے گا۔ ٹھنڈے شربت ملیں گے یا تکلف کے کھانے ملیں گے تو وہ گویا ان اشیاء کے لئے آتا ہے حالانکہ خود میزبان کا فرض ہوتا ہے کہ وہ حتّی المقدور ان کی مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ کرے اور اس کو آرام پہنچاوے اور وہ پہنچاتا ہے لیکن مہمان کا خود ایسا خیال کرنا اس کے لئے نقصان کا موجب ہے۔

تو غرض مطلب یہ ہے کہ اولاد کی خواہش صرف نیکی کے اصول پر ہونی چاہیے۔ اس لحاظ سے اور خیال سے نہ ہو کہ وہ ایک گناہ کا خلیفہ باقی رہے۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مجھے کبھی اولاد کی خواہش نہیں ہوئی تھی حالانکہ خدا تعالیٰ نے پندرہ سولہ برس کی عمر کے درمیان ہی اولاد دے دی تھی۔ یہ سلطان احمد اور فضل احمد اسی عمر میں پیدا ہو گئے تھے اور نہ کبھی مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ بڑے بڑے دنیا دار بنیں اور اعلیٰ عہدوں پر پہنچ کر مامور ہوں۔ غرض جو اولاد معصیت اور فسق کی زندگی بسر کرنے والی ہو اس کی نسبت تو سعدی کا یہ فتویٰ ہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ

پیش از پدر مردہ بہ نا خلف

پھر ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ بھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرماں بردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی اُن کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدّ نظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں... لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں مگر نہ اس لئے کہ وہ خادم دین ہو بلکہ اس لئے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی امید اس سے کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی

خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرمادے اور یہ تب ہی میسّر آسکتی ہے کہ وہ فسق وفجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عباد الرحمن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر ایک شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہو گا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الفرقان صفحہ 191-193)

سامعین! پھر فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ سو اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں۔ اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔ دیکھو! پہلا فتنہ حضرت آدمؑ پر بھی عورت ہی کی وجہ سے آیا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابلے میں بلعم کا ایمان جو حبط کیا گیا اصل میں اس کی وجہ بھی توریت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بلعم کی عورت کو اُس بادشاہ نے بعض زیورات دکھا کر طمع دے دیا تھا اور پھر عورت نے بلعم کو حضرت موسیٰ پر بد دعا کرنے کے واسطے اُسایا تھا۔ غرض ان کی وجہ سے بھی اکثر انسان پر مصائب شدائد آجایا کرتے ہیں تو اُن کی اصلاح کی طرف بھی پوری توجہ کرنی چاہیے اور اُن کے واسطے بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔"

(الحکم جلد 12 نمبر 16 مورخہ 2/مارچ 1908ء صفحہ 6)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" مرد عورت کی جب شادی ہوتی ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اولاد ہو۔ اگر شادی کو کچھ عرصہ گزر جائے اور اولاد نہ ہو تو بڑی پریشانی کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ مجھے بھی احمدیوں کے کئی خط روزانہ آتے ہیں جن میں اس پریشانی کا اظہار ہوتا ہے، دعا کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن ایک احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اولاد کی خواہش ہمیشہ اس دعا کے ساتھ کرنی چاہئے کہ نیک صالح اولاد ہو جو دین کی خدمت کرنے والی ہو اور اعمال صالحہ بجالانے والی ہو۔ اس کے لئے سب سے ضروری بات والدین کے لئے یہ ہے

کہ وہ خود بھی اولاد کے لئے دعا کریں اور اپنی حالت پر بھی غور کریں۔ بعض ایسے ہیں جب دعا کے لئے کہیں اور ان سے سوال کرو کہ کیا نمازوں کی طرف تمہاری توجہ ہوئی ہے، دعائیں کرتے ہو؟ تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح توجہ ہونی چاہئے اس طرح نہیں ہے۔ مَیں اس طرف بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ اولاد کی خواہش سے پہلے اور اگر اولاد ہے تو اس کی تربیت کے لئے اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد سے نوازے یا جو اولاد موجود ہے وہ نیکیوں پر قدم مارنے والی ہو اور قرّۃُ العین ہو۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک دعا حضرت زکریاؑ کے حوالے سے ہمیں سکھائی ہے کہ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ (آل عمران:39) کہ اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔ ایسی پاک نسل عطا کر جو تیری رضا کی راہوں پر چلنے والی ہو اور جب انسان یہ دعا کر رہا ہو تو خود اپنی حالت پہ بھی غور کر رہا ہوتا ہے کہ کیا میں ان سارے حکموں پر عمل کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیئے ہیں؟

پھر ایک جگہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا ذکر ہے، فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصَّالِحِيْنَ (الصّٰفّٰت:101) اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے وارث عطا کر، مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما۔ پس جو والدین اولاد کے خواہش مند ہوں انہیں نیک اولاد کی خواہش کرنی چاہئے اور پھر اولاد کی تربیت بھی اس کے مطابق ہو اور جیسا کہ مَیں نے کہا اولاد کی تربیت کے لئے سب سے پہلے اپنے نمونے قائم کرنے چاہئیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ اکتوبر 2006ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿28﴾ ﴿مشاہدات۔1294﴾

اِنَّ اَوْلَادَكُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ

(تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں سے ہے)

(قرآن کریم کی روشنی میں)

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۔(لقمان:14)

کہ جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا جب وہ اسے نصیحت کر رہا تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے! اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا۔ یقیناً شرک ایک بہت بڑا ظلم ہے۔

دعا کرتا ہوں اے میرے یگانہ
نہ آوے اُن پہ رنجوں کا زمانہ
نہ چھوڑیں وہ ترا یہ آستانہ
مرے مولیٰ انہیں ہر دم بچانا

(درثمین)

معزز سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کہ تمہاری اولاد بھی تمہاری کَسَب یعنی کمائی میں شامل ہے پر میری یہ تیسری اور قرآن کریم کے حوالہ سے دوسری تقریر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اولاد کی تعلیم و تربیت اور اُس کو اعلیٰ مقام تک پہنچانے کے لیے بہت سے احکامات نازل فرمائے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر ہم کل کی تقریر میں کر آئے ہیں۔ باقی کا ذکر آج کی تقریر میں ہو رہا ہے۔ آج کی تقریر

میں سب سے پہلے مَیں سورۃ لقمان میں حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کو نصائح کا ذکر کروں گا جو سورۃ لقمان کی آیات 14 تا 20 میں بیان ہوئی ہیں۔ اُن کو ہم ترتیب سے یوں بیان کر سکتے ہیں۔

1: اے بیٹے! اللہ کا شرک نہ کرو۔ یقیناً شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

2: اللہ اور اپنے والدین کا شکر ادا کیا کرو۔ کیونکہ والدین کا تم پر بہت احسان ہے۔ تم بھی اُن کے ساتھ احسان کا سلوک کرو۔ ماں نے کمزوری کے بعد کمزوری میں تمہیں اٹھائے رکھا۔ تمہارا دودھ چھڑانا دو سال میں مکمل ہوا۔

3: اگر تمہارے والدین تمہیں اللہ کا شریک ٹھہرانے کا کہیں تو اِس معاملہ میں اُن کی اطاعت نہ کرو۔ ہاں باقی معروف امور میں اُن کی اطاعت جاری رکھو۔

4: چھوٹے سے چھوٹا نیک عمل کرو۔ اللہ اُسے ضرور ظاہر کر دے گا۔

5: اُس راستہ کی پیروی کرو جو میری طرف جھکا ہے۔

6: اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو۔

7: نیکی کا حکم دے اور بُرائی اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرتے رہو۔ یہ اصلاح وارشاد کا کام ہے۔ دعوت الی اللہ ہے جو کرتے رہنا چاہیے۔

8: مصیبت اور مشکل آنے پر صبر اختیار کرو۔

9: نخوت سے انسانوں کے لیے اپنے گال نہ پھُلاؤ۔

10: زمین پر اکڑتے ہوئے نہ پھرو۔ اللہ تکبّر اور فخر ومباحات کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

11: اپنی چال میں میانہ روی اختیار کرو۔

12: اپنی آواز کو دھیما رکھا کرو۔ سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔ حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے اور والد اس حالت میں ماں کی مہمّات کا کسطرح متکفّل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ناتواں

مخلوق کی خبر گیری کے لئے دو محل پیدا کر دیئے ہیں اور اپنی محبت کے انوار سے ایک پَرتو محبت کا اُن میں ڈال دیا، مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ماں باپ کی محبت عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے اور جبتک قلوب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا القاءنہ ہو تو کوئی فردِ بشر خواہ وہ دوست ہو یا کوئی برابر کے درجہ کا ہو یا کوئی حاکم ہو، کسی سے محبت نہیں کر سکتا اور یہ خدا کی کمال ربوبیّت کا راز ہے کہ ماں باپ بچوں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ اُن کے تکفّل میں ہر قسم کے دُکھ شرح صدر سے اُٹھاتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی زندگی کے لئے مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 315۔ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس حوالہ سے فرمایا ہے کہ

"حضرت لقمانؑ کی نصیحت بیٹے کے لیے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں درج فرمایا ہے تا کہ لوگ اِس پر عمل کریں۔اِس میں دس احکام ہیں۔

1: شرک سے مجتنب رہو۔2: والدین سے حسنِ سلوک کرو سوائے حکمِ شرک کے اُن کے سب حکم مانو۔ 3: علمِ الٰہی پر ایمان رکھو کہ وہ تمہاری ہر حرکت سے واقف ہے۔4: نماز قائم کرو۔5: بھلی بات کا حکم دو۔ 6: بُری باتوں سے منع کرتے رہو۔7: لوگوں کے ساتھ تکبّر سے پیش نہ آؤ۔8: زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔ 9: ہر ایک معاملہ میں میانہ روی اختیار کرو۔10: اپنی آواز کو دھیما رکھو۔"

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 363)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت لقمانؑ کی بیٹے کو شرک سے اجتناب کی نصیحت کے حوالے سے فرماتے ہیں:

" شرک تین قسم کا ہے اوّل یہ کہ عام طور پر بت پرستی، درخت پرستی وغیرہ کی جاوے۔ یہ سب سے عام اور موٹی قسم کا شرک ہے دوسری قسم شرک کی یہ ہے کہ اسباب پر حد سے زیادہ بھروسہ کیا جاوے کہ فلاں کام نہ ہوتا تو مَیں ہلاک ہو جاتا یہ بھی شرک ہے۔ تیسری قسم شرک کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے سامنے اپنے وجود کو بھی کوئی شے سمجھا جاوے۔ موٹے شرک میں تو آج کل اس روشنی اور عقل کے زمانہ میں کوئی گرفتار نہیں ہوتا البتہ اس مادّی ترقی کے زمانہ میں شرک فی الاسباب بہت بڑھ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود و کارساز جاننا ایک ناقابل عفو گناہ ہے۔ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ - لا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ۔ یہاں شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے بلکہ یہ ایک شرک ہے کہ اسباب کی پرستش کی جاوے اور معبودات دنیا پر زور دیا جاوے اسی کا نام ہی شرک ہے اور معاصی کی مثال توخمّہ کی سی ہے کہ اس کے چھوڑ دینے سے کوئی دقّت و مشکل کی بات نظر نہیں آتی مگر شرک کی مثال افیم کی سی ہے کہ وہ عادت ہو جاتی ہے جس کا چھوڑنا محال ہے۔"

(الحکم جلد 7 نمبر 24 مورخہ 30 جون 1903ء صفحہ 11)

"یاد رکھو شرک کی کئی قسمیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک شرک جلی کہلاتا ہے دوسرا شرک خفی۔ شرک جلی کی مثال تو عام طور پر یہی ہے جیسے یہ بت پرست لوگ بتوں، درختوں یا اور اشیاء کو معبود سمجھتے ہیں اور شرک خفی یہ ہے کہ انسان کسی شئے کی تعظیم اسی طرح کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے یا کرنی چاہیے یا کسی شے سے اللہ تعالیٰ کی طرح محبت کرے یا اس سے خوف کرے یا اس پر توکل کرے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ لقمان صفحہ 315-316)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ شرک سے نفرت کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

"قرآن کریم سارا اِس کے ردّ سے بھرا ہوا ہے۔ پھر شرک کے سب سے بڑے دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے شرک کا پتہ لگ سکتا ہے۔ شرک وہ بُری چیز ہے کہ اُس کی نسبت خدا نے فرمایا۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ! پھر بھی مسلمان اس کے معنے نہ سمجھیں تو افسوس ہے۔

سب سے پہلا کلام جو انسان کے کان میں بوقت پیدائش و بلوغ ڈالا جاتا ہے وہ شرک کی تردید لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ ہے۔ یہ ایک بحث ہے کہ کان بہتر ہیں یا آنکھیں مولود کے کان میں اذان کہنے کی سنت سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ اگر یہ لغو فعل ہوتا تو کبھی رسول کی سنتِ مؤکدہ نہ بنتا۔ یقظہ نومی جو بیماری ہے۔ اسکے عجائبات سے بھی اس کی حکمتیں معلوم ہو سکتی ہیں۔

غرض پہلا حکم کانوں کیلئے نازل ہوا اور انبیاء بھی اسی لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کی اشاعت کے لئے آئے اور خدا کی آخری کتاب نے بھی اسی کلمہ کی اشاعت کی اور جس کتاب سے مَیں نے دینی امور کی طرف خصوصیت سے توجیہ کی۔ اس میں بھی اسی پر زیادہ بحث ہے۔" (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 364)

نیز وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَكَ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”جو مصائب تجھ پر آئیں۔ ان میں صبر کر۔ حضرت لقمان نے جب اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ لوگوں کو نیکی کا حکم کر اور بدی سے منع کر تو چونکہ اس حکم کی تعمیل کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نیک نصیحت کرنے والوں اور بدی سے منع کرنے والوں کے لوگ مخالف ہو جایا کرتے ہیں۔ اور ان کو دکھ دیا کرتے ہیں۔ اس واسطے ساتھ ہی ایسے مصائب پر صبر کرنے کی وصیت کی۔ آجکل کے صوفیوں میں ایک علامتی فرقہ کہلاتا ہے جو جان بوجھ کر ایسے کام کرتے ہیں۔ جن سے وہ مخلوق کے درمیان قابلِ ملامت ہو جائیں۔ مثلاً رمضان شریف میں بغیر عذر کے لوگوں کے سامنے روزہ توڑ دیا اور کچھ کھانے پینے لگ گئے اور بعد میں خفیہ طور پر اس کا کفّارہ ساٹھ روزے رکھ لیا۔ اس واسطے کرتے ہیں کہ خلقت کے درمیان قابل تعریف نہ بنیں بلکہ ملامت کہتے جائیں۔ لیکن یہ ملامتی بننے کا طریق انبیاء و رسل کے خلاف ہے۔ جو لوگ احکام الٰہی پر عمل کر کے خلقت کے درمیان اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر بنتے ہیں۔ وہ تو خود بخود ملامتی بن جاتے ہیں۔“

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 368)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ برطانیہ 2026ء کے موقع پر اپنے اختتامی خطاب میں شرک کے حوالہ سے فرمایا کہ

”لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ یہ توحید کا کلمہ ہے اس کے معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی عبادت اور سچی فرمانبرادی کے لائق نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن ہدایات کو خدا سے پاکر مخلوق کو پہنچانے والے ہیں اور جو کچھ اُدھر سے آتا ہے وہ اسی راہ سے آتا ہے۔ ہمیں ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ ہر کام کرتے ہوئے، ہر لفظ بولتے ہوئے ہمیں ہمیشہ یہ خیال رہے کہ یہ لفظ ہمیں خدا سے دُور لے جانے والا اور شیطان کے قریب کرنے والا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعودؑ سے وعدہ ہے کہ وہ آپؑ کو فتوحات دے گا اور ضرور دے گا، مگر ہمیں بھی چاہیے کہ اگر ہم نے ان فتوحات کا حصّہ بننا ہے تو ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا اعلان کرنے والے بنیں۔“

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ تربیت اولاد کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

"قرآنِ کریم کے احکام کی ایک اور خوبصورتی بھی واضح ہوتی ہے کہ پہلے اولاد کو کہا کہ تم نے والدین کی خدمت کرنی ہے، اُن سے احسان کا سلوک کرنا ہے، اُن کی کسی بات پر بھی اُف نہیں کرنا۔ انسان کو اعتراض تو اُسی صورت میں ہوتا ہے جب کوئی بات بُری لگے۔ تو فرمایا کہ کوئی بات والدین کی بُری بھی لگے تب بھی تم نے جواب نہیں دینا بلکہ اس کے مقابلے پر بھی تمہاری طرف سے رحم اور اطاعت کا اظہار ہونا چاہئے۔ اب والدین کو حکم ہے کہ اپنی اولاد کی بہترین تربیت کرو۔ کوئی امر اس تربیت میں مانع نہ ہو۔ غربت بھی اس میں حائل نہ ہو۔ پس یہ والدین پر فرض کیا گیا ہے کہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کا ایسا خیال رکھو کہ وہ روحانی اور اخلاقی لحاظ سے مردہ نہ ہو جائیں۔ اُن کی صحت کی طرف توجہ نہ دے کر اُنہیں قتل نہ کرو۔ بعض ناجائز بچتیں کر کے اُن کی صحت برباد نہ کرو۔ پس ماں باپ کو جب ربوبیت کا مقام دیا گیا ہے تو بچوں کی ضروریات کا خیال رکھنا اُن پر فرض کیا گیا ہے۔ بچوں کو معاشرے کا بہترین حصّہ بنانا ماں باپ پر فرض کیا گیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 26/ جولائی 2013ء)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل میں جا کر اولاد کو سنبھالنے، اُن کی تعلیم و تربیت کرنے اور اُن کو ادب کے گُر سکھلانے کے متعلق تعلیم دی ہے۔ یہاں تک کہ متبنّیٰ اور لے پالک بچوں اور بچیوں کے متعلق بھی احکام دیے ہیں۔ اِن احکام میں بھی اُن کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنے کی تعلیم ملتی ہے۔ یہ تمام حکم سورۃ الاحزاب میں تین مختلف آیات میں بیان ہوئے ہیں۔ آیت نمبر 5 میں حکم دیا کہ لے پالک تمہارے حقیقی بیٹے نہیں۔ یہ محض تمہارے منہ کی باتیں ہیں پھر اگلی آیت میں تین حکم نازل فرمائے۔ اوّل لے پالک کو بالارادہ بیٹا کہنا قابلِ سزا ہے۔ دوم۔ لے پالکوں کو اُن کے اصل اور حقیقی باپوں کے نام سے یاد کرو اور سوم اگر لے پالک بیٹوں کے باپوں کا علم نہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ جو آداب دینی بھائی یا دوست کے ہیں اُن کو مدِ نظر رکھ کر اُن سے Deal کرو۔

سورۃ احزاب کی آیت 38 میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان جاری فرمایا کہ اگر تمہارے متبنّٰی بیٹے نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے تو تمہارا اُس مطلّقہ سے شادی کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ وہ تمہارا حقیقی بیٹا

نہیں۔ اِس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زیدؓ کے واقعہ کا ذکر فرمایا ہے کہ جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زیدؓ نے اپنی بیوی (حضرت زینبؓ) کو طلاق دی تو اِس مطلّقہ سے شادی کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو لوگ متبنّٰی کرتے ہیں اُن کا یہ دعویٰ سراسر لغو اور باطل ہے کہ وہ حقیقت میں بیٹا ہو جاتا ہے اور بیٹوں کے تمام احکام اُس کے متعلق ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قانونِ قدرت اس بیہودہ دعوے کو ردّ کرتا ہے اس لئے کہ جس کا نطفہ ہوتا ہے اُس کے اعضاء میں سے بچہ کے اعضاء حصّہ لیتے ہیں اُس کے قویٰ کے مشابہ اس کے قویٰ ہوتے ہیں اور اگر وہ انگریزوں کی طرح سفید رنگ رکھتا ہے تو یہ بھی اُس سفیدی سے حصّہ لیتا ہے اگر وہ حبشی ہے تو اُس کو بھی اس سیاہی کا بخرہ ملتا ہے اگر وہ آتشک زدہ ہے تو یہ بیچارہ بھی اسی بلا میں پھنس جاتا ہے۔ غرض جس کا حقیقت میں نطفہ ہے اُس کے آثار بچہ میں ظاہر ہوتے ہیں جیسے گیہوں سے گیہوں پیدا ہوتی ہے اور چنے سے چنا نکلتا ہے۔ پس اِس صورت میں ایک کے نطفہ کو اُس کے غیر کا بیٹا قرار دینا واقعاتِ صحیحہ کے مخالف ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف منہ کے دعوے سے واقعات حقیقیہ بدل نہیں سکتے۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ مَیں نے سم الفار کے ایک ٹکڑہ کو طباشیر کا ٹکڑہ سمجھ لیا تو وہ اس کے کہنے سے طباشیر نہیں ہو جائے گا اور اگر وہ اِس وہم کی بناء پر اسے کھائے گا تو ضرور مرے گا۔ جس حالت میں خدا نے زید کو بکر کے نطفہ سے پیدا کر کے بکر کا بیٹا بنا دیا تو پھر کسی انسان کی فضول گوئی سے وہ خالد کا بیٹا نہیں بن سکتا اور اگر بکر اور خالد ایک مکان میں اکٹھے بیٹھے ہوں اور اس وقت حکم حاکم پہنچے کہ زید جس کا حقیقت میں بیٹا ہے اس کو پھانسی دیا جائے تو اس وقت خالد فی الفور عذر کر دے گا کہ زید حقیقت میں بکر کا بیٹا ہے میرا اُس سے کچھ تعلق نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ کسی شخص کے دو باپ تو نہیں ہو سکتے پس اگر متبنّٰی بنانے والا حقیقت میں باپ ہو گیا ہے تو یہ فیصلہ ہونا چاہیے کہ اصلی باپ کس دلیل سے لادعویٰ کیا گیا ہے۔"

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 55۔ 56)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے اناجیل سے ایک حوالہ بیان کیا ہے کہ تمام عیسائیوں کو لے پالک بیٹا قرار دیا ہے۔ (نامۂ رومیاں 8 باب 5 از حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 411)

اگر اِس کے مطابق تمام عیسائیوں کو حقیقی بیٹے مان لیا جائے تو کیا یہ اپنی بہنوں سے شادیاں کرتے ہیں۔ پس منہ بولے بیٹے حقیقی بیٹے نہیں، اُن کی ازواج کو اگر طلاق ہو جائے تو منہ بولے بیٹے کے باپ کا اُس سے شادی کرنا جائز ٹھہرے گا۔

سامعین! اِس کے مقابل پر اللہ تعالیٰ سورۃ ہود آیت 42 تا 47 میں فرماتا ہے کہ اگر بیٹا مؤمن نہیں تو وہ اہل میں شامل نہیں۔ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کے بیٹے کے لیے اُس وقت اُتارے جب آپؑ کا بیٹا طوفان کی لہروں کے درمیان تھا اور حضرت نوحؑ کو پناہ دی گئی تھی تو حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو اپنے اہل میں سے قرار دے کر تباہی سے بچانے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ھود:47) کہ اے نوح! یہ تیرے اہل میں سے نہیں ہے بلاشبہ وہ تو سراپا ایک ناپاک عمل تھا۔

سامعین! اِن آیات سے یہ سبق ملتا ہے کہ اپنی اولاد کی اِس حد تک تربیت کریں کہ وہ اسلام اور احمدیت پر حقیقی معنوں میں کاربند ہو جائیں۔ جس طرح حضرت نوحؑ کی تیار کردہ کشتی میں سوار بچائے گئے اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح تحریر فرمائی اور فرمایا جو اِس کشتی میں سوار ہو گا وہ محفوظ رہ جائے گا۔ سو ہمیں اِس کشتی میں سوار رہ کر حفاظت کی ضمانت دی گئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پس جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے مَیں اس کو بچاؤں گا اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک و خشت کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 10)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

" ہمارا مطلب و مدّعا یہ ہے کہ ایسے امور کی موشگافی اور تہ بینی کی امید سے اپنی عقلوں اور فکروں کو آوارہ مت کرو جو تمہاری بساط سے باہر ہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ بہتیرے ایسے لوگ ہیں کہ ناجائز فکروں میں پڑ کر اپنی اس معین اور مقرّر وسعت سے جو قدرت نے ان کو دے رکھی ہے باہر چلتے جاتے ہیں اور اپنی محدود عقل سے کل کائنات کے عمیق در عمیق رازوں کو حل کرنا چاہتے ہیں سو یہ افراط ہے جیسے بکلّی تحقیق و تفتیش سے مونہہ پھیر لینا تفریط ہے اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے وَاقْصِدْ فِی مَشْیِکَ یعنی اپنی چال میں توسّط اختیار کر۔ نہ ایسا فکر کو منجمد کر لینا چاہیے کہ جو ہزار ہا نکات و لطائف النہیات قابل دریافت ہیں ان کی تحصیل سے محروم رہ جائیں اور نہ اس قدر تیزی کرنی چاہیے کہ ان فکروں میں پڑ جائیں کہ خدائے تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے اور یا اس نے اس قدر ارواح اور اجسام کس طرح بنا لئے ہیں اور یا اس نے کیونکر اکیلا ہونے کی حالت میں اس قدر وسیع عالم بناڈالا ہے۔"

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 166-167)

آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

" خود نبی صلعم نے بوحی الٰہی استنباط احکامِ قرآن کر کے قرآن ہی سے یہ مسائل زائدہ لئے ہیں جس حالت میں قرآن کریم صاف ظاہر کرتا ہے کہ کل خبائث حرام کئے گئے تو کیا آپ کے نزدیک درندے اور گدھے طیبات میں سے ہیں؟ جن کے حرام کرنے کیلئے کسی حدیث کی واقعی طور پر ضرورت تھی! گدھے کی مذمت خود اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ پھر جو اس کی نظر میں کسی وجہ سے منکر اور مکروہ اور خبائث میں داخل ہے وہ کس طرح حلال ہو جاتا؟ اور تمام درندے بدبو سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ چڑیا گھر میں جا کر دیکھو کہ شیر اور بھیڑیا اور چیتا وغیرہ اس قدر بدبو رکھتے ہیں کہ پاس کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہے! پھر اگر یہ خبائث میں داخل نہیں ہیں تو اور کیا ہیں؟"

(الحق مباحثہ لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 106)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح سے مستفیذ ہونے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿29﴾ ﴿مشاہدات۔1215﴾

بچے، جماعت کا قیمتی اثاثہ ہیں

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (الذاریات:56)

کہ تُو نصیحت کرتا چلا جا۔ پس یقیناً نصیحت مؤمنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(اٰل عمران:105)

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو۔ وہ بھلائی کی طرف بلاتے رہیں اور اچھی باتوں کی تعلیم دیں اور بُری باتوں سے روکیں اور یہی ہیں وہ جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

ہو یہ سرشار الفتِ دیں میں مدام
رکھ اسے کونین میں تو شاد کام
خوف سے تیرے رہے دل پر خطر
پہنچے اس کو اہلِ دنیا سے نہ شر
مہربانی کی تُو اس پہ رکھ نظر
کر عنایت اس پہ تُو شام و سحر

(کلام محمود)

معزز سامعین! مجھے آج "بچے، جماعت کا قیمتی اثاثہ ہے" پر گفتگو کرنی ہے۔

چند روز قبل ایک مختصر سی نجی بیٹھک میں بچوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاحِ احوال پر گفتگو ہو رہی تھی۔ ایک دوست نے بات کرتے ہوئے کہا کہ بچے جہاں God Gifted ہوتے ہیں وہیں پہ یہ والدین کا اثاثہ بھی ہوتے ہیں۔ چونکہ بات بچوں کی تعلیم و تربیت جماعت کے حوالہ سے ہو رہی تھی۔ خاکسار نے کہا کہ پھر

یوں کہیں کہ بچے، جماعت کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ خاکسار کو یہ پیغام ایک تقریر کی طرف مائل کر گیا۔ خاکسار نے جب آج کے عنوان میں موجود الفاظ کے لیے "لغات" کو دیکھا تو بہت گراں قدر معانی سامنے آئے جس نے آج کی تقریر کی سَمت معیّن کی۔ جیسے بچہ کا لفظ ہم عمومی طور پر چھوٹی عمر کے بالک یا طفل کے لئے بولتے ہیں۔ لیکن جب لفظِ بچہ کے تحت "چھوٹی عمر کا پودا" کے معنی نظر سے گزرے تو بہت ہی لطیف مضمون ذہن میں اُبھر کر سامنے آیا۔ پودا ایک نرسری میں پرورش پاتا ہے۔ اُسے بیج کی صورت میں یا شاخ جسے قلم بھی بولتے ہیں کی صورت میں اُس زمین یا گملے میں لگایا جاتا ہے جسے پودے کے لئے تمام لوازمات کے مطابق تیار کیا گیا ہوتا ہے۔ زمین کو نرم کیا جاتا ہے۔ مناسب کھاد ڈال کر آپس میں پانی کے ساتھ مکس کر کے کچھ عرصہ کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے تا زمین اور کھاد کی گرمائش ختم ہو جائے۔ پھر بیج یا قلم کی تلاش میں اعلیٰ نسل یا اچھی کوالٹی کی جدّوجہد کی جاتی ہے۔ زمین میں لگے پودوں کو مناسب پانی اور دھوپ مہیا کی جاتی ہے۔ گملوں میں لگے پودوں کو مَالی حضرات یا باغبان گرمی اور سردی سے بچانے اور مناسب دھوپ دینے کے لیے اُس کی جگہ بدلتے رہتے ہیں۔ پھر اُس کو مستقل طور پر جگہ ہموار کر کے اور تیار کر کے نئی جگہ پر منتقل کیا جاتا ہے اور اُس کے ساتھی پودوں کے لیے چاروں اطراف میں برابر جگہ کا فاصلہ چھوڑا جاتا ہے۔ اُس کی دیکھ بھال کی جاتی ہے۔ آب وہوا کا خیال رکھا جاتا ہے۔ وقت پر مَالی (باغبان) گوڈی کرتا ہے۔ جنگلی بوٹیوں کو الگ کر کے تلف کرتا ہے۔ شاخوں کو تراشتا ہے تا وہ مناسب موسم اور آب وہوا میں بڑھے، پھولے اور پھل دے۔ اُس کو ہر موسم میں کھاد اور پانی کی ضرورت رہتی ہے تا وہ بڑا ہو کر خوشنما لگے اور زیادہ جھاڑ دے۔

اب اِسی عمل کو اگر ہم ایک بچہ کی بنیاد، پرورش، نشوونما، اُس کی تعلیم وتربیت اور بڑے ہو کر اُس کے اعلیٰ روحانی، دینی ودنیوی مقام کو دیکھیں تو اولاد کی خاطر میاں بیوی کے ملاپ کے وقت اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّیْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا۔ (ترجمہ: اے اللہ تعالیٰ! ہمیں دُور رکھ شیطان سے اور دُور رکھ شیطان کو اس چیز سے جو تو نے ہم کو عطا کی) کی دعا پڑھنے کے لئے سکھلائی گئی ہے۔ یہ فعل اُس عمل سے مماثلت رکھتا ہے جب مادّی لحاظ سے بیج سے قبل زمین کو ہموار کیا جاتا ہے۔ کھاد اور پانی سے مکس کر کے زمین کو پودے کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔ پھر دورانِ حمل دعائیں کرنے، نیک کام بجالاتے رہنے، نمازوں اور نوافل کی

ادائیگی نیز قرآنِ کریم کی تلاوت کی طرف توجہ رکھی جاتی ہے تا اِن نیک افعال کا بچے کی نشوونما پر اثر پڑے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے قرآن کی محبت ماں کے پیٹ سے سیکھی ہے کیونکہ مَیں نے تلاوت کی آواز پہلی بار ماں کے پیٹ سے سُنی تھی۔ ہماری بزرگ عورتیں اپنی بچیوں اور بہوؤں کو جب وہ امید سے ہوتی تھیں تو صاف ستھرے ماحول میں رہنے، سرسبز وشاداب ماحول (Greenery) کو دیکھنے حتیٰ کہ بزرگوں کی تصاویر دیکھنے کی طرف توجہ دلاتی رہتی تھیں تا اِس عمل کا اثر پیٹ میں موجود بچے پر پڑتا رہے۔ پیدائش کے وقت تسبیحات، درود اور دعاؤں کا عمل بھی کھاد دینے سے کم نہیں۔ پیدائش پر بچے یا بچی کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت نیز کسی نیک، صالح بزرگ کے ہاتھوں پہلی غذا جسے ہم گُرتی بولتے ہیں چٹائی جاتی ہے۔ پھر دودھ پلاتے وقت مائیں تسبیحات ودرود سے بچوں کو روحانی feed دیتی رہتی ہیں۔ جوں جوں بچہ بڑا ہوتا ہے۔ اُس کو مناسب وعظ ونصیحت اور بعض اوقات کسی غلط کام سے روکنا ٹوکنا دراصل پودے کی ٹہنیوں کو تراشنے کے مترادف ہے۔ یا باغبان کی طرح وقتاً فوقتاً پودے کو پانی دینے، گوڈی کرنے اور کھاد ڈالنے کے مترادف ہے جو مائیں اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم کے مطابق پرورش کرتی ہیں یا بچے نیک، صالح ماؤں کے زیرِ اثر نشوونما پاتے ہیں وہ بڑے ہو کر دینی افعال کا اچھا جھاڑ دیتے ہیں۔ پس یہی بچے بڑے ہو کر والدین، خاندان، اسلام احمدیت کے لیے اثاثہ، سرمایہ بنتے ہیں۔ انہی بچوں کو ہم God Gifted کہہ سکتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے والدین اور جماعت کے لیے تحفہ یا انعام سے کم نہیں ہوتے۔ لغات میں تحفہ کے تحت نذرانہ بھی لکھا ہے۔ ہماری جماعت میں جب یہ تحفے مکمل طور پر اثاثے میں بدل جاتے ہیں تو نذرانے کے طور پر وقف کر کے اللہ تعالیٰ کے حضور دوبارہ واپس خدمتِ دین کے لیے پیش کر دیتے ہیں یا خلیفۃُ المسیح کے حضور پیش کر کے خوش قسمت والدین سعادت پاتے ہیں۔ اِن میں وقفِ زندگی کے علاوہ واقفینِ نو اور واقفاتِ نو بھی شامل ہیں جن کی تعداد دنیا بھر میں 90 ہزار کو چھو رہی ہے۔ جن میں لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہیں اور ان میں مربیان، ڈاکٹرز، انجینئرز اور دوسرے کوالیفائیڈ، مختلف میدانوں میں علم پر عبور حاصل کر کے خدمات میں مصروف ہیں۔

اِس سارے مضمون کو جو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں اگر انگریزی زبان کے ایک لفظ یعنی Assets میں بیان کیا جائے تو سمجھنے میں آسانی ہو گی۔ کیونکہ اثاثہ کے لیے Assets کا لفظ بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔

ایک انسان کے Assets میں قیمتی یعنی Precious چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں جو انسان کو زندگی بھر نفع دیتی رہتی ہیں اور فروخت کرتے وقت بھی نفع چھوڑ کے جاتی ہیں اور Assets میں بعض ایسی چیزیں بھی شامل ہوتی ہیں جو اثاثہ تو کہلاتی ہیں۔ زندگی بھر فائدہ دیتی ہیں لیکن استعمال کے ساتھ ساتھ اپنا منافع کھوتی رہتی ہیں مگر Assets میں شامل رہتی ہیں۔ اولاد خصوصاً ہونہار صالح بچہ یا بچی جو بڑی ہو کر والدین کے لیے اور اسلام احمدیت کے لیے Assets بنتی ہیں وہ زندگی بھر بھی مفید وجود رہتی یا رہتے ہیں اور نفع چھوڑ کر جاتے ہیں اُن کے کام اور فعل صدقہ جاریہ کے طور پر یاد رکھے جاتے ہیں۔ یہی ہیں جو قیمتی وجود، گراں قدر اور قابل قدر وجود کہلاتے ہیں۔ جن کو خاندان والے یا جماعت والے اپنی Belonging کہہ سکتے ہیں۔

سامعین! مَیں کسی حد تک اوپر بیان کر آیا ہوں کہ ہم اپنی اولاد، بچوں کو اثاثے میں کیسے بدلتے ہیں۔ لیکن یہاں اِس کی کچھ مزید تفصیل کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ مضمون دو حصوں میں تقسیم (Split) ہو جاتا ہے ایک افرادِ خاندان بالخصوص والدین کی کوششیں اور دوم جماعت احمدیہ من حیث الجماعت اور ذیلی تنظیموں کی کوششیں۔

اوّل مَیں والدین ہی کی کاوشوں کے مضمون کو آگے بڑھاتا ہوں۔ والدین بالخصوص ماؤں کو بچوں پر نہ زیادہ سختی کرنی چاہیے اور نہ ہی حد سے زیادہ پیار۔ کیونکہ کہتے ہیں کہ نہ اتنا سخت ہو کہ توڑا جائے اور نہ اتنا نرم ہو کہ مروڑا جائے۔ جس طرح ایک باغبان پودے کو مناسب پانی دیتا ہے نہ زیادہ اور نہ کم، مناسب آب وہوا مہیا کرتا ہے اسی طرح بچے کی تربیت واصلاح کے لیے کوششیں بھی پانی ہی کی طرح ہیں۔ ذرا وہ واقعہ ذہن میں لائیں جب ایک بچے کو اُس کی غلط اور نازیبا حرکتوں کی وجہ سے جج کے طرف سے سزائے موت سنادی گئی اور پھانسی دینے سے قبل جب کارندوں نے حسبِ سابق بچے سے پوچھا کہ سزا پانے سے قبل تمہاری آخری خواہش کیا ہے۔ اُس نے اپنی ماں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا۔ اُسے جب اپنی ماں سے ملوایا گیا تو اُس نے اپنی ماں کا ایک کان کاٹ کھایا۔ اُسے لوگوں نے لعن طعن اور ملامت کی کہ ابھی تم موت کو

چھونے والے ہو تم نے یہ کیا غیر اخلاقی حرکت کر دی۔ تو وہ یوں گویا ہوا کہ مجھے اس سزا تک ماں کے ان کانوں نے پہنچایا ہے۔ میری غلطیوں کے متعلق جب لوگ ماں سے اظہار کرتے تھے تو یہ سُنی اَن سُنی کر دیتی تھیں اور مجھے کچھ نہ کہتی تھیں۔ اگر اِس نے مجھے روکا ٹوکا ہوتا تو آج مجھے ہر گز یہ سزا نہ ہوتی۔

پھر احادیث میں آتا ہے کہ بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اُسے نماز کی طرف توجہ دلائی جائے اور جب دس سال کا ہو جائے تو اُس کی تادیب بھی کی جائے۔ بچہ جب اِس عمر میں گروتھ کر رہا ہو اور اس کی Teenage کی عمر پر نگاہ رکھنے کی عمر ہے۔ اُس کی کڑی نگرانی کرنی چاہیے اور پیار محبت سے صراطِ مستقیم کی برانچز اور پگڈنڈیوں کی رہنمائی کرنی چاہیے۔ اُسے بتانا چاہیے کہ مثبت اقدام کے یہ یہ فوائد ہیں اور منفی کاموں کے یہ یہ نقصان ہیں۔ اُس کی دینی اور دُنیوی تعلیم کی راہیں متعیّن بھی اسی عمر میں ہوتی ہیں۔ اِس لیے اُسے خاندان اور جماعت کا اثاثہ بنانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی ہو گی اور دُنیوی اور دینی ترقیات کے لئے اُس کے دینی و دُنیوی اساتذہ سے کونسلنگ کر کے رہنمائی کی جائے۔ دینی اور روحانی میدان میں اُسے قیمتی اثاثہ بنانے کے لیے خلافت کے ساتھ پختہ تعلق بنائیں۔ خلیفہ وقت کے خطبات اور دیگر پروگرام ایم ٹی اے پر دکھائیں جائیں۔ خلافت سے محبت اور پیار سکھایا جائے۔ جب ایم ٹی اے پر ہر وقت خلیفۃُ المسیح کو دیکھیں گے تو محبت بڑھے گی۔ ہم نے کئی دفعہ دیکھا ہے کہ اگر گھروں میں ایم ٹی اے لگا رہے تو چھوٹے چھوٹے ننے منّے نونہال خلیفۃ المسیح کو دیکھ کر پارے حضور، پارے حضور کی صدائیں بلند کرتے ہیں اور اُن سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے پیار پیدا کریں۔ نمازوں کی عادت بنائیں۔ قرآنِ کریم پڑھنے، تلاوت کرنے کی عادت بنائیں۔ مخلوقِ خدا کی عزت واحترام اور اُس سے محبت کرنی سیکھیں۔ اپنے والدین اور عزیز واقارب سے تعلق کو مضبوط کرے۔ جماعتی کلاسز attend کرے اور سکول، کالج اور یونیورسٹی میں اعلیٰ تعلیم اور روشن مستقبل کے لیے نہ صرف سعی کریں بلکہ دعاؤں سے مدد کریں۔ بچوں کو بھی دعاؤں کی عادت ڈالیں۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی زمانے کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دینی علوم کی تحصیل کے لئے طفولیت کا زمانہ بہت ہی مناسب اور موزوں ہے... طفولیت کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ انسانی عمر کے کسی دوسرے حصہ میں ایسا حافظہ کبھی بھی نہیں ہوتا... پہلی عمر میں علم کے نقوش ایسے

طور پر اپنی جگہ کر لیتے ہیں اور قویٰ کے نشوونما کی عمر ہونے کے باعث ایسے دلنشین ہو جاتے ہیں کہ پھر ضائع نہیں ہو سکتے"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 44 طبع جدید)

سامعین! جماعت احمدیہ کے بچے اس لحاظ سے بھی جماعت کا قیمتی سرمایہ ہیں کہ یہ بچپن سے ہی اپنے دین کی خاطر مالی قربانی میں بھی بڑوں کے ساتھ ساتھ اپنا حصہ ڈالتے ہیں اور بچپن سے ہی مالی قربانی کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے پاکستانی احمدی بچوں کو کہا تھا کہ تم وقف جدید کا بوجھ اٹھاؤ اور اپنے بڑوں کو بتا دو کہ احمدی بچے بھی جب ایک فیصلہ کر کے کھڑے ہو جائیں تو بڑے بڑے انقلاب لانے میں مددگار بن جاتے ہیں۔ چنانچہ احمدی بچوں اور بچیوں نے اس اعلان کے بعد جو حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اور جو کام بچوں کے سپرد کیا تھا ایک دوسرے سے بڑھ کر مالی قربانیاں دینے کی کوششیں کیں اور وقف جدید کا چندہ اطفال و ناصرات کے چندے کے نام سے احمدی بچوں اور بچیوں کی پہچان بن گیا۔ بچوں کی اپنی تو کوئی آمدنی نہیں ہوتی، وہ تو اپنے جیب خرچ میں سے یا جب کوئی بڑا انہیں عیدی یا تحفے میں پیسے دے تو اس میں سے چندہ ادا کرنے میں دیر نہیں کرتے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جب لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی تو کچھ عرصہ بعد لجنہ اماء اللہ میں 7 سال سے 15 سال کی بچیوں کو ناصرات الاحمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ میں 7 سال سے 15 سال کے بچوں کو مجلس اطفال الاحمدیہ کا نام دے کر الگ کر دیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے ہاں دو بیٹیوں نے جنم لیا اور اُس نے اُن کی بہترین اصلاح و تربیت کی تو میں اور ان بچیوں کا والد یا والدہ جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوں ہی ہوں گے جیسے تشہد اور وسطی انگلیاں۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو آپس میں ملا کر دکھلایا۔ بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے دو ہی طریق دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بچے کی اچھی تربیت صرف ماں باپ ہی نہیں بلکہ ماحول میں بسنے والے اَرد گرد کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل میں جہاں ماں باپ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں وہاں جماعتی نظام کے تحت بہت سی خادمائیں بھی بچیوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت

کر کے یہ ارفع مبارک مقام پا رہی ہیں۔ اس کے مقاصد میں سے ایک تھا کہ جب بچی 15 سال کی عمر کو پہنچ کر لجنہ کا حصہ بنے تو اس کی بنیادی تربیت اس درجہ تک ہو چکی ہو کہ بالغ عمری میں وہ عورتوں کو دینی اور دنیاوی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرے اور معاشرے میں ان کے کھوئے ہوئے حقوق کے حق میں آواز بلند کرے اور اپنے عمل سے ان کو ان کا مقام و مرتبہ یاد دلائے جو اسلام نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کے نصب العین میں حیا، اپنے لباس، رہن سہن اور آداب زندگی میں شائستگی اختیار کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ناصرات کو Modesty is the part of Faith کا ماٹو دیا ہے۔

ناصرات الاحمدیہ نے ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ ہر کام میں تعاون اور ہر مقصد کو پانے کے لیے اپنے وقت اور مال کی قربانی پیش کی ہے اور کرتی رہے گی، ان شاء اللہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد خدیجہ برلن، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن، مسجد فضل لنڈن اس بات کی گواہ رہیں گی کہ ان کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ جماعت احمدیہ کی ننھی کلیوں ناصرات الاحمدیہ کی پاکٹ منی اور عیدیوں کا حصہ شامل ہے۔ ہر قربانی اپنے ساتھ پھل پھول لاتی ہے جماعت احمدیہ کی یہ چھوٹی کلیاں جن کے ابھی کھیلنے اور کھانے کے دن ہوتے ہیں اپنے عہد کے ان بڑے الفاظ اور بڑی ذمّہ داریوں کو جب مل کر دہراتی ہیں کو وہ اپنی آئندہ آنے والی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے نصب العین کا تعیّن کر رہی ہوتی ہیں اور یہ اعلیٰ مقاصد انہیں سوسائٹی کی بے راہ رویوں سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 202، روزنامہ الفضل آن لائن 3 اگست 2022ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ایسے بچے جن کو اس طرح بچپن میں مالی قربانی کی عادت پڑ جائے وہ آئندہ نسلوں کی قربانیوں کی ضمانت بن جایا کرتے ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ روح ہمارے بچوں میں بڑھتی چلی جائے ..... بچوں کو اس کی اہمیت کا احساس دلائیں، قربانی کی روح ان میں پیدا کریں۔ جو بچے اس مادی دور میں اس طرح قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں گے، اس طرح قربانی کرتے ہوئے پروان چڑھیں گے، وہ نہ صرف جماعت کا بہترین وجود بنیں

گے بلکہ اپنے روشن مستقبل کی بھی ضمانت بن جائیں گے۔ لہو ولعب سے بچتے ہوئے، فضولیات سے بچتے ہوئے لغویات سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں گے۔"

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 5)

سامعین! دوسرے نمبر پر اُن کاوشوں کا ذکر کرنا ہے جن کے ذریعہ ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جماعت کے اثاثے بنتے ہیں۔ اُن میں جماعت من حیث الجماعت تو ہے ہی۔ لیکن ہماری ذیلی تنظیمیں اطفال، نوجوان بچے اور بچیوں کو صیقل کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ جماعت اور ذیلی تنظیموں کے علاوہ ایک اہم کردار شعبہ وقفِ نو کا بھی ہے جو واقفینِ نو اور واقفاتِ نو کو جماعت کا اثاثہ بنانے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" والدین نے تو اپنے بچوں کو قربانی کے لئے پیش کر دیا۔ جماعت نے ان کی صحیح تربیت اور اوٹھان کے لئے پروگرام بھی بنائے ہیں لیکن بچہ نظام جماعت کی تربیت میں تو ہفتہ میں چند گھنٹے ہی ہتا ہے۔ ان چند گھنٹوں میں اس کی تربیت کا حق ادا تو نہیں ہو سکتا اس لئے یہ بہر حال ماں باپ کی مہ داری ہے کہ اس کی تربیت پر توجہ دیں۔ اور اس کے ساتھ پیدائش سے پہلے جس خلوص اور دعا کے اتھ بچے کو پیش کیا تھا اس دعا کا سلسلہ مستقلاً جاری رکھیں یہاں تک کہ بچہ ایک مفید وجود بن کر نظام جماعت میں سمویا جائے۔ بلکہ اس کے بعد بھی زندگی کی آخری سانس تک ان کے لئے دعا کرتے رہیں۔"

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 143)

جہاں تک ذیلی تنظیموں کا تعلق ہے۔ اِس حوالے سے مَیں لاہور کا ایک واقعہ متعدّد بار اپنی تقاریر میں بیان کر چکا ہوں۔ مَیں لاہور دارالذکر میں مقیم تھا کہ ایک مذہبی جماعت کا ایک وفد مجھے ملنے کے لیے آیا۔ پانچ رُکنی وفد میں ایک اُس مذہبی جماعت کا جنرل سیکرٹری بھی تھا۔ جس نے تعارف کے دوران اِس امر کا دل کھول کر اظہار کیا کہ آپ کی ذیلی تنظیمیں تربیت کے حوالے سے اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ بچہ جب چلنے کے قابل ہوتا ہے اور دروازے کی دہلیز پر آتا ہے تو باہر ذیلی تنظیم اُس کو اپنی بانہوں میں لینے اور تربیت

کرنے کے لیے تیار رہتی ہے۔ گھر میں والدین تربیت کرتے ہیں اور گھر سے باہر ذیلی تنظیمیں۔ اِس امر کا اظہار بہت سے دیگر لوگ بھی کرتے ہیں۔

اگر ہم خواتین کے حوالے سے اپنی جماعت میں دیکھیں تو وہ بھی ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں اور چھوٹی بچیوں سے لے کر بڑی لجنہ تک جماعت کا ایک قیمتی اثاثہ بنتی ہیں۔

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر ایک خاتون ارما (Irma) صاحبہ نے لجنہ کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ

"آج عورتوں کے پروگرام میں شامل ہوئی ہوں اور مجھے حیرت تھی کہ عورتیں تمام پروگرام کیسے Manage کریں گی۔ یہ بہت حیران کُن تھا کہ سیکیورٹی چَیک بھی عورتیں خود کر رہی تھیں اور مجھے یہ سب کچھ بہت اچھا لگا۔ مَیں آپ کی شکر گزار ہوں اور پھر یہ کہتی ہیں مَیں نے عورتوں کا پروگرام بھی آج دیکھا اور یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا کتنا خیال رکھا جاتا ہے اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ خلیفہ وقت اپنے ہاتھوں سے تعلیمی ایوارڈ عورتوں کو بھی دے رہے تھے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 17 ستمبر 2025ء)

اسی طرح لجنہ کے ماہنامہ "مصباح" کو پڑھ کر ایک آریہ سماجی اخبار "تیج" کے ایڈیٹر نے یہ لکھا:

"میرے خیال میں یہ اخبار اس قابل ہے کہ ایک آریہ سماجی کو دیکھیے۔ اس کے مطالعہ سے انہیں احمدی عورتوں کے متعلق جو یہ غلط فہمی ہے کہ وہ پردہ کے اندر بند رہتی ہیں اس لئے کچھ کام نہیں کرتیں فی الفور دور ہو جائے گی اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ عورتیں باوجود اسلام کے (نعوذ باللہ۔ ناقل) ظالمانہ حکم کے طفیل پردہ کی قید میں رہنے کے کس قدر کام کر رہی ہیں اور ان میں مذہبی اخلاص اور تبلیغی جوش کس قدر ہے۔ ہم استری سماج قائم کر کے مطمئن ہو چکے ہیں۔ لیکن ہم کو معلوم ہونا چاہئے کہ احمدی عورتوں کی ہر جگہ باقاعدہ انجمنیں ہیں اور جو وہ کام کر رہی ہیں اس کے آگے ہمارہ استری سماجوں کا کام بالکل بے حقیقت ہے۔ مصباح کو دیکھنے سے معلوم ہو گا کہ احمدی خواتین ہندوستان، افریقہ، عرب، مصر، یورپ اور امریکہ میں کس طرح اور کس قدر کام کر رہی ہیں۔ ان کا مذہبی احساس اس قدر قابلِ تعریف ہے کہ ہم کو شرم آنی چاہئے۔ چند سال ہوئے ان کے امیر نے ایک مسجد کے لئے 50،000 روپے کی اپیل کی اور

یہ قید لگادی کہ یہ رقم صرف عورتوں کے چندہ سے پوری کی جائے۔ چنانچہ پندرہ روز کی قلیل مدت میں ان عورتوں نے 50،000 کی بجائے ایک لاکھ روپیہ جمع کر دیا۔"

(الفضل آن لائن لندن 21/ فروری 2020ء)

پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" لجنہ کی تنظیم جو احمدی عورتوں کی تربیت کے لئے بنائی گئی ہے اسی لئے بنائی گئی ہے کہ احمدی عورتوں میں یہ احساس ہو کہ ہماری جماعت میں الگ اور علیحدہ پہچان ہے ہماری کوئی اہمیت ہے اور اگر مردوں کے مقابلے پر بعض کام کرنے کے موقعے نہیں ملتے تو اپنی تنظیم کے تحت ہم وہ کام کریں جن سے بعد میں ظاہر ہوتا ہو کہ عورتوں نے کتنا کام کیا ہے اور مردوں نے کتنا کام کیا ہے۔ تو بہر حال یہ احساس ہر وقت رہنا چاہیے کہ اس پہچان کو ہم نے جماعت کے وقار کے لئے قائم رکھنا ہے اور مزید نکھارنا ہے.....پس آج کی ماؤں کی بھی اور کل کی ماؤں کی بھی یہ ذمّہ داریاں ہیں اور جب تک احمدی مائیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتی رہیں گی، اپنی نسلوں میں بھی یہ روح پھونکتی رہیں گی تو نیک مائیں بھی پیدا ہوتی رہیں گی اور نیک باپ بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ قربانیاں کرنے والی بیٹیاں بھی پیدا ہوتی رہیں گی اور قربانیاں کرنے والے بیٹے بھی پیدا ہوتے رہیں گے جو حقوق اللہ ادا کرنے والے بھی ہوں گے اور حقوق العباد ادا کرنے والے بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرنے والے ہوں گے اللہ کی مخلوق کے حقوق ادا کرنے والے بھی ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکموں سے چمٹے رہنے والی ہوں۔ آپ کے عمل اور آپ کی تربیت کی وجہ سے آپ کی گودوں میں پلنے والا ہر بچہ دنیائے احمدیت کا روشن چمکتا ستارہ بن جائے جو آپ کے لئے بھی قرۃ العین ہو اور جماعت کے لئے بھی۔"

(مستورات سے خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے 20/ نومبر 2005ء)

سامعین! ہمارے بچوں اور بچیوں کو اِن تنظیموں سے Attach رکھنا بہت ضروری ہے۔ یہاں سے چمک کر وہ جماعتی دائرہ میں خدمات بجالانے کے قابل ہوتے ہیں اور صیقل ہو کر اثاثہ بنتے ہیں۔ اِس میں ایک خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق ہے جو ہر احمدی کی ذمّہ داری بھی ہے اور اُس کا ورثہ بھی۔ جماعتِ احمدیہ میں یہی ایک واحد رستہ ہے جسے اختیار کر کے ہم جماعت کا اثاثہ بن سکتے ہیں۔ ہم تمام ایک پتھر ہیں جسے

خلیفۃ المسیح مختلف انداز میں تراشتے ہیں اور تراش کر ایک قیمتی نادر ہیرا بنا کر جماعت کی انگشتری میں جڑھ دیتے ہیں اور ہم جماعت کا اثاثہ بن جاتے ہیں اور جماعت کے اندر بھی اور باہر بھی مختلف عہدوں پر کام کرتے ہیں۔ اِن ہیروں میں سے ایک ہیرا اور اثاثہ حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب ہیں۔ ایک ڈاکٹر عبد السلام صاحب اور حال ہی میں ستارہ امتیاز حاصل کرنے والے سابق امیر ضلع مکرم شیخ منیر احمد شہید کے بیٹے مکرم نبیل احمد منیر (سفارت کار) وغیرہ

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح پر بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذبات نفس سے محفوظ رہے اس کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں رحم اور تقویٰ مدّ نظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ سے اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائیداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہمّ و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔ اس قسم کے قصور اور کسریں ہوتی ہیں جن سے تاریکی میں ایمان رہتا ہے لیکن جب ہر حرکت و سکون خدا ہی کے لیے ہو جاوے تو ایمان روشن ہو جاتا ہے اور یہی غرض ہر مسلمان مومن کی ہونی چاہیے کہ ہر کام میں اس کے خدا ہی مدّ نظر ہو۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 100)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

" بہت سی عورتیں مرد لکھتے ہیں اور ملیں، ملاقات کریں تب زبانی بھی یہی کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں اولاد ہونے والی ہے اس کے لئے دعا کریں۔ یا یہ کہ ہم اِس پیدا ہونے والی اولاد کے لئے کیا دعا کریں۔ یا پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ ہماری اولاد ہے، بچے ہیں اور بچپن سے جوانی کی طرف بڑھ رہے ہیں، اِس میں قدم رکھنے والے ہیں، اُن کی تربیت کی فکر رہتی ہے اُن کے لئے کیا دعا کریں؟ کس طرح اُن کی تربیت کریں کہ ہمارے بچے صحیح راستے پر اور نیکیوں پر قائم رہیں؟ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی اکثریت یہ سوچ رکھتی ہے اور ان کو یہ توجہ ہے یا کم از کم فکر ہے کہ کس طرح اپنے بچوں کی تربیت کرنی ہے۔ اور یہ

اللہ تعالیٰ کا ہم احمدیوں پر بہت بڑا فضل اور احسان ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی وجہ سے ہماری سوچیں اس زمانے میں جبکہ دنیا کی خواہشات نے ہر ایک کو گھیرا ہوا ہے، یہ ہیں کہ ہم اپنی اولاد کے لئے صرف دنیا کی فکر نہیں کرتے بلکہ دین کی بہتری کا بھی خیال پیدا ہوتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ہم مسلمانوں پر احسان فرمایا ہے بشرطیکہ مسلمان اس طرف توجہ دیتے ہوئے اس پر عمل کرنے والے ہوں کہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر بچوں کی پیدائش سے پہلے سے لے کر تربیت کے مختلف دَوروں میں سے جب بچہ گزرتا ہے تو اُس کے لئے دعائیں بھی سکھائی ہیں اور تربیت کا طریق بھی بتایا ہے اور والدین کی ذمّہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ اگر ہم یہ دعائیں کرنے والے اور اس طریق کے مطابق اپنی زندگی گزارنے والے اور اپنے بچوں کی تربیت کی طرف توجہ دینے والے ہوں تو ایک نیک نسل آگے بھیجنے والے بن سکتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 14/ جولائی 2017ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اطفال الاحمدیہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تمام تنظیمیں قائم فرمائیں تو اُن کے سامنے یہ بات تھی کہ قوم کا جماعت کا ہر بچہ، جوان، عورت، مرد اِس قابل ہو جائے کہ وہ جماعت کی ذمّہ داریوں کو سنبھال سکے۔ جماعت کے جو مقاصد ہیں ان کو پورا کرنے والا بنے۔ بہت سارے بچے جو دس بارہ سال سے اوپر کی عمر کے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوش میں اور جانتے ہیں کہ کیا اچھا ہے کیا برا ہے؟ اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھ سکتے ہیں اور آج کل جو سکولوں میں تعلیم دی جاتی ہے اُس نے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کافی ذہنوں کو روشن کر دیا ہے۔ پس آپ وہ لوگ ہیں جنہوں نے آگے جا کے جماعت کے کام سنبھالنے ہیں۔ ابھی آپ نے پڑھا نظم سنی حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "ہم تو جس طرح بنے کام کیے جاتے ہیں۔ آپ کے وقت میں سلسلہ بدنام نہ ہو"۔ وہ گزر گئے ہمارے بزرگ، چلے گئے، موجودہ قیادت اِس نے بھی چلے جانا ہے۔ پھر جو ترقی کرنے والی قومیں ہوتی ہیں، ترقی کرنے والی جماعتیں ہوتی ہیں وہ ایک نسل کے چلے جانے کے بعد وہیں کھڑی نہیں ہو جایا کرتی بلکہ اُن کے قدم آگے بڑھتے ہیں اور وہ قدم آگے نہیں بڑھ سکتے جب تک بچے اپنی ذمّہ داریاں نہیں سمجھتے۔ جب 12 سال کی عمر کے بچے 13 سال کی عمر کے بچے 10 سال کی عمر کے بچے

اپنے مقصد کو نہیں سمجھتے بس آپ لوگ جو کہنے کو تو آج بچے ہیں لیکن آپ کے چہروں میں مجھے آئندہ کے مستقبل کے لیڈر نظر آ رہے ہیں۔ جماعت کو سنبھالنے والے وہ عہدے دار نظر آ رہے ہیں جنہوں نے انشاء اللہ تعالیٰ پہلے سے بڑھ کر جماعت کی ترقی کو کردار ادا کرنا ہے۔ پس آپ لوگ اپنی اِس اہمیت کو سمجھیں اور ہمیشہ یاد رکھیں کہ کوئی احمدی بچہ، کوئی احمدی طفل اِس لیے پیدا نہیں کیا گیا کہ اُس کی زندگی کوئی مقصد نہیں۔ اُس کی زندگی کا ایک مقصد ہے ہر انسان جو دنیا میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کی زندگی کا ایک مقصد رکھا ہے اور سب سے بڑا مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صحیح بندے بن کے رہو۔ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا کرو۔ پس آپ لوگ ابھی سے اِس بات کو سمجھیں گے تو آئندہ ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں جماعت کی ترقی کے لیے بھی، جماعت کی قیادت کے لیے بھی، ملک کی ترقی کے لیے، بھی ملک کی قیادت کے لیے بھی اپنا کردار ادا کر سکیں گے۔"

(مجلس اطفال الاحمدیہ جرمنی سے خطاب 17 ستمبر 2011ء)

اللہ تعالیٰ ان نصائح پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد۔ مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿30﴾ ﴿مشاہدات۔951﴾

نَونہالانِ جماعت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (البقرۃ:129)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے اپنے لئے ایک فرمانبردار گروہ بنا اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور فضل کے ساتھ ہم پر توجہ فرما یقیناً تُو ہی فضل کے ساتھ توجّہ فرمانے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

پیارے بچو! مجھے آج اپنے ایسے بھائیوں سے مخاطب ہونا ہے جن کو بانیٔ تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک منظوم کلام میں نَونہالانِ جماعت کہہ کر پکارا ہے۔ اِسی کو مَیں نے آج تقریر کا عنوان لگایا ہے۔ آپؓ اپنے منظوم کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نَونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تاکہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

پیارے بچو! مَیں آج اس مضمون کو مختلف angles سے آپ کے سامنے رکھ سکتا ہوں لیکن میرے پاس وقت بہت محدود ہے۔ اس لئے مَیں اس پیاری ناصحانہ نظم میں بیان نصائح اور ہدایات کے ارد گرد ہی رہوں گا۔ یہ نظم 32 اشعار پر مشتمل ہے۔ اِن اشعار کی تفصیل میں جانے سے قبل "نَونہالان" کے معنی جاننے ضروری ہے۔ اِس کے معنی ایسی نئی چیز جو ابھی ابھی یا کچھ عرصہ قبل وجود میں آئی ہو۔ ڈکشنری میں

اِس لفظ کے تحت لکھا ہے کہ نیا پودا، نَومولود، نوخیز، ننھی مُنّی پَری، جوانی کے ابتدائی مراحل، جن کو آج کے دَور میں kids اور ٹین ایجرز بولتے ہیں۔ یہ اکثر بیٹوں یعنی نرینہ اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بیٹیوں کے لئے استعمال ہو جاتا ہے۔ نِہال کے معنی خوشی اور سربلندی کے ہیں اور نَونِہال کے معنی ہوں گے ایسا بیٹا یا بچہ جو اپنے اچھے اعمال اور خوبیوں کی وجہ سے والدین اور بڑوں کو خوشی پہنچائے، اُن کا سر فخر سے بلند کرے۔

پیارے بچو! اس نظم میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے گو اُن بچوں کو مخاطب کیا ہے جو نَونِہالان کی اوپر بیان کی گئی تعریف کے زُمرے میں آتے ہیں۔ لیکن اِس نظم کا مخاطب جماعت احمدیہ کا ہر فرد بھی ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ خلیفہ وقت تو جماعت کے لئے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہم سب اُس کی روحانی اولاد اور بیٹے بیٹیوں کے زُمرے میں آتے ہیں۔ حضورؓ نے اس نظم میں بالخصوص نَونِہالان یعنی نوجوانوں کو مخاطب فرمایا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نوجوان، قوموں کی زندگی میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی کے اخلاق اور اعمالِ حسنہ پر قومیں، جماعتیں کھڑی ہوتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر قوموں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس مضمون کو مزید آسان معنوں میں سمجھنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ ہی کی بیان فرمودہ ایک مثال کو بیان کرنا ہو گا۔ مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کے وقت حضورؓ نے فرمایا تھا کہ مَیں آج جماعت کی عمارت کی چوتھی دیوار کو بھی مکمل کر رہا ہوں۔ حضورؓ نے جو چار دیواریں گنوائیں اُن میں لجنہ اماء اللہ، مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ تھی۔ لجنہ اماء اللہ کے دو حصّے لجنہ اور ناصرات ہونے کے باوجود اِن کو ایک دیوار متصوّر کیا ہے جبکہ مجلس خدام الاحمدیہ کے دو حصّوں یعنی خدام اور اطفال کو الگ الگ دیوار تصوّر کیا ہے جس سے نَونِہالانِ جماعت کی اہمیت اَور زیادہ اُجاگر ہوتی ہے۔ جماعت کی چھت کا بوجھ زیادہ تر انہی دو دیواروں پر آنا ہے۔ اِس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے اِن کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں بہت دردِ دل سے چند نصائح کرنے لگا ہوں۔ یہ میری طرف سے آپ کے نام ایک پیغام ہے اِسے ہرگز ضائع نہ کرنا۔ ہماری زندگیوں کے بعد جماعت کا سارا بوجھ آپ کے ہی کاندھوں پر آنے والا ہے اور ساری جماعت کا بار آپ نے اُٹھانا ہے۔ اِس لئے اپنی سستیاں ترک کرو اور آرام کے طالب نہ ہو۔ محنت سے کام لو۔ نَونِہال

کے جو معنی اوپر سُن آئے ہیں۔ اُن میں نئے پودے یا نئی شاخ کے بھی ہیں جو اپنے آپ کو ہر طرف مولڈ (mold) کر لیتی ہے یعنی جُھک جاتی ہے۔ اس لئے آپ بچوں نے بھی اپنے آپ کو خلافت کی طرف مولڈ رکھنا ہے اور سرسبز شاخ کی طرح جب اُس پر پھل لگیں تو آپ نے اخلاقِ حسنہ، اخلاقِ فاضلہ کے پھلوں سے لدّ کر جھکے رہنا ہے۔

پیارے بچو! ہر انسان بالخصوص گھر کے بزرگ دنیا سے رخصت ہوتے اپنی اولاد کو کوئی نہ کوئی نصیحت کر جاتے ہیں۔ جن کو اولاد حرزِ جان بنائے رکھتی ہے۔ ہم بچوں کو بھی اپنے پیارے حضورؒ کی اِس نصیحت کو آخری پیغام سمجھ کر اپنے پلّوں کے ساتھ باندھ لینا چاہئے۔ حضورؒ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

یہ کوئی تشریح طلب یا وضاحت طلب شعر نہیں ہے۔ بس خدمتِ دین کر کے انعام کے لئے اللہ پر معاملہ چھوڑو کسی کی طرف سے احسان کی تمنّی نہ رکھو۔ اِس کے بعد حضورؒ ہم بچوں کو ایسی بڑی بُرائیوں اور بدیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں جو اخلاق سوز ہیں۔ اُن میں نخوَت، کبرّ، غضب و غصّہ اور گالی گلوچ شامل ہے۔ حضورؒ ہمیں توجہ دلا رہے ہیں کہ اِن بدیوں کی بجائے اپنے اللہ کی طرف جھکے رہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوں۔ اسلام کی حقیقی تعلیم ہماری روح رواں رہے فقط نام کے ہی مسلمان نہ ہوں۔

عزیز بچو! حضورؒ فرماتے ہیں:

خیر اندیشی، احباب رہے مدّ نظر
عیب چینی نہ کرو، مفسد و نمّام نہ ہو
چھوڑ دو حرص، کرو زہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیم دل آرام نہ ہو

حضورؒ بچوں کو توجہ دلا رہے ہیں کہ آئندہ زمانے میں لوگوں کا رجحان روپے اور زر کی طرف ہو گا لیکن تم نے زہد و قناعت پیدا کرنی ہے اور حضورؒ نے بعض مزید بیماریوں جیسے عیب چینی، نکتہ چینی، فساد، غیبت اور حرص کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نیز اگلے دو اشعار میں نماز، روزہ نیز احکامِ قرآن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور زکوٰۃ، صدقہ اور چندوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مسکینوں، غریبوں کے حقوق کی ادائیگی کا کہا ہے۔

پھر فرمایا:

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم، لب میں مگر نام نہ ہو

کہ نماز جس کی طرف حضورؒ اوپر توجہ دلا آئے ہیں۔ اُس کے ساتھ ذکرِ الٰہی، تسبیحات و تحمید بھی ضروری ہے جو دلوں کو روشن کر دیتی ہے۔ اگر دل میں خدا کے علاوہ بُتوں سے محبت ہو تو لب میں خدا خدا نہیں ہوتا۔ اِس سے اگلے شعر میں پھر مستقبل میں پیدا ہونے والے ایک شر سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ دین اور مذہب کو ہی اپنا نجات کا ذریعہ بناؤ۔ اس کے کسی حکم پر کوئی عقلی دلیل حائل ہو تو اس کو دین پر حاوی نہ کرنا کیونکہ عقل تو اندھی ہے اگر الہام کے نور سے منوّر نہ ہو۔ اس شعر کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ فرمایا:

عقل کو دین پر حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّر الہام نہ ہو

بچو! پھر فرمایا۔ دنیا سے اگر کوئی صداقت کی آواز آئے تو ضرور غور کرو اور قبول کرو مگر یورپ کے فلاسفر اور سائنس دانوں کی ہر آواز کو سچا سمجھ کر ماننے کے پیچھے نہ پڑو۔ محبّانِ محمدؐ سے پیار کرو اور اِن کے دشمنوں سے تمہارا کوئی کام نہ ہو۔

پیارے بچو! مَیں نے اس نظم پر بہت غور کیا ہے۔ حضورؒ نے نہایت حکمت کے ساتھ ایسی بدیوں اور بُرائیوں اور غلط فہمیوں کی طرف توجہ دلا کر اِن سے دُور رہنے کی طرف توجہ دلائی ہے جو آئندہ زمانے میں دینِ اسلام کا یا تو حصّہ بننے والی تھیں یا اِس کے قریب آکر حملہ آور ہونے والی تھیں۔ اِس حوالہ سے آنے والے فتنوں سے دُور رہ کر امن پسندی کا ثبوت دو اور اپنی عمر کو خدائے تعالیٰ کی نعمتِ سمجھو، وقت ضائع نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ قیمتی وقت ضائع ہونے کے بعد گزرے ہوئے وقت پر شکوہ کرتے پھرو۔ ہر چیز میں حُسن اچھا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایک حقیر سادانہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں All glitters is not Gold کہ ہر چمکدار چیز گولڈ یعنی سونا نہیں ہوتی، اس لئے کسی کو حقیر نہ جانو تم ضرور بڑے انسان ہو مگر اسلام کو نہ چھوڑنا۔ فرمایا۔

تُم مدبّر ہو کہ جرنیل ہو یا عالِم ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تُم میں گر اسلام نہ ہو

پیارے بچو! کیا پیاری نصیحت فرمائی۔

سیلف رسپیکٹ کا بھی خیال رکھو تم بے شک
یہ نہ ہو پر کہ کسی شخص کا اکرام نہ ہو
عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

کہ اپنی عزت اور وقار کا ضرور خیال رکھو اور دوسروں سے بھی رکھوانے کی کوشش کرو۔ مگر ایسا کرنے میں اپنے کسی ساتھی کی عزّت مجروح نہ ہو۔ ہر حالت میں دعوتِ اسلام کا کام ترک نہیں کرنا۔ پھر کیا خوب فرمایا جسے نثر میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

اگر دنیا فتح بھی کرلی تو کیا فائدہ اگر اپنے نفسِ وحشی کو اللہ کی خاطر رام نہ کرلیا ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہادر وہ نہیں جو کُشتی میں کسی کو پچھاڑے مگر بہادر وہ ہے جو غصّہ پر قابو کرے اور اپنے

نیک اعمال سے خدا کے قریب جا کر کسی وقت احسان جتا دینے سے ترقی کرتے کرتے نیچے نہ آ گرنا کہ کی ہوئی محنت ضائع ہو جائے۔ حضورؒ نے فرمایا۔ بعض اوقات اچھے مال میں کوئی بُری چیز اُسے خراب کر دیتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری کسی خراب حرکت کی وجہ سے پوری جماعت پر حرف آئے۔ دیکھنا! جو مَیں نے نصائح کی ہیں۔ ان پر عمل کرنا بہت مشکل ہے مگر میرے وفا کے ستونوں! سستی نہ کرنا۔ بلکہ آگے بڑھتے چلے جانا اور حشر کے روز ہمارے لئے تُم رسوائی کا باعث نہ بننا۔ ہم تو اِس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اِس کے بعد دنیا اور جماعت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں آنے والی ہے۔ اُس دَور میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو۔ آخر پر حضورؒ نے ہم بچوں کو دعائیہ کلمات سے نوازا ہے، اللہ اِن تمام دعاؤں کو تاابد ہمارے حق میں قبول فرماتا رہے۔ ہمیں یہ پوری نظم زندگی کے ہر موڑ پر سامنے رکھنی چاہئے اور یاد بھی کر لینی چاہئے۔ نیز جب یہ نظم ہمارے جَلسوں اور اجلاسات و میٹنگز میں پڑھی جائے تو غور سے سُن کر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن قیمتی اور پیاری نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آخر پر حضورؒ فرماتے ہیں:

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے میرے اہل وفا! ست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہو گے وہ صدق و صفا پر گرتم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سر انجام نہ ہو
حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رسوا و خراب
پیار و آموختۂ درسِ وفا خام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو
میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو!
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿31﴾ ﴿مشاہدات۔539﴾

احمدی بچوں کا مقام اور ان کے فرائض

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (البقرہ:149)

اور ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ مُنہ پھیرتا ہے۔ پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں اکٹھا کرکے لے آئے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تاکہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

پیارے اطفال بھائیوں! حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (خلیفۃُ المسیح الثالثؒ) نے مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع 1964ء کا افتتاح کرتے ہوئے جو قیمتی تقریر فرمائی۔ وہ آج بھی ہمارے احمدی بچوں کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ جس کا خلاصہ مکرم مولوی منیر الدین احمد صاحب نے مرتب فرمایا اور ماہنامہ تشحیذالاذہان ربوہ فروری 1965ء میں شائع ہوا۔ آج مَیں اپنی تقریر میں اپنے اطفال بھائیوں کے استفادہ کے لئے پڑھ کر سناتا ہوں۔

آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جب بھی کوئی احمدی بچہ میرے سامنے آتا ہے تو مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کیے ہوئے وعدے یاد آجاتے ہیں اور میرا دل اس بچے کے لیے عزت و احترام کے جذبات سے بھر جاتا ہے

اور ان وعدوں کے نتیجہ میں جو ذمّہ داریاں ہم پر عائد ہوتی ہیں ان کا احساس ذہن میں آجاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں ان بچوں کی اس رنگ میں پرورش کرنی ہے کہ وہ ان وعدوں کو پورا کرنے والوں میں شامل ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کیے ہیں۔

مجلس اطفال الاحمدیہ کی سالانہ رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے محترم میاں صاحب نے فرمایا اس رپورٹ کا ہم دو نقطہ ہائے نگاہ سے جائزہ لے سکتے ہیں۔ پہلا نقطہ نگاہ ماضی اور حال کا مقابلہ ہے۔ اس لحاظ سے ہر میدان اور ہر شعبہ میں ترقی ہوئی ہے اور رپورٹ سن کر دل خوش ہوا ہے کہ بچے اب پہلے سے بلند تر مقام پر جا کھڑے ہوئے ہیں۔ لیکن اگر اس لحاظ سے دیکھا جائے کہ آئندہ ہم نے جو کچھ حاصل کرنا ہے اور جو ہمارا مقصد ہے اس کے لحاظ سے ہم نے کیا کام کیا ہے۔ اس لحاظ سے جب غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ابھی ہم نے بہت کچھ آگے بڑھنا ہے۔ ہمارے بلند مقاصد کے مقابلہ پر ہماری ترقی کی رفتار بہت ہی کم ہے اور اصل مقصد تک پہنچنے میں بہت دیر لگے گی۔

سامعین! اطفال الاحمدیہ کے امتحانات کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ امتحانات میں پانچ ہزار اطفال شامل ہوئے۔ یہ تعداد خدا کے فضل سے اچھی ہے اور منتظمین مبارکباد کے مستحق ہیں مگر ابھی اس میں بھی ترقی کی گنجائش ہے اور اس طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے۔ چاہیے کہ ہر طفل ان امتحانات میں شامل ہو۔ اس سلسلہ میں یہ بات خاص طور پر یاد رکھنی چاہیے کہ امتحانات میں شامل کرنا صرف منتظمین کا ہی کام نہیں بلکہ تمام اطفال کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ سب مل کر کوشش کریں اور ہر بچہ یہ عہد کرے کہ اس نے پانچ اور بچوں کو امتحانات میں شامل کرنا ہے۔ اس طرح یہ تعداد آسانی کے ساتھ 25 ہزار تک جا پہنچے گی صرف تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے۔

آپ بجائے وقت ضائع کرنے کے علمی اور دینی کاموں میں حصہ لیں۔ بچوں میں کام کرنے کی قابلیت ہوتی ہے مگر ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کرنا ہے بڑے لوگوں کی امداد و نگرانی سے ان کو صحیح لائن پر لگایا جا سکتا ہے۔ ذہنی کام کرنے اور مطالعہ سے بڑی قابلیت پیدا ہوتی ہے۔ کوئی بچہ بے کار نہ رہے۔ ہر وقت کام کرتے رہنا چاہیے۔ کسی بچے کا وقت ضائع نہیں ہونا چاہیے۔ کوئی نہ کوئی کام کرتے رہنا چاہیے اس دنیا کی ساٹھ یا ستر سال کی عمر کچھ بھی نہیں۔ اصل زندگی موت کے بعد ہمیں ملے گی مرنے کے بعد ایک سو سال

گزریں گے۔ ہزار سال گزریں گے۔ لاکھ سال گزریں گے مگر ہم وہاں زندہ ہی رہیں گے۔ ہمیں اس دنیا کی بجائے اگلی زندگی کے لیے سامان جمع کرنے ہیں۔ جو لوگ اس دنیا میں خدا کی ناراضگی والے کام نہیں کرتے۔ آخرت میں خدا تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور کہے گا کہ دنیا میں ان لوگوں نے مجھے یاد رکھا اور میرے حکموں کی تعمیل کی اور لوگوں کی لعن طعن اور گالی گلوچ سے نہیں ڈرے۔ آج ان کو میرا قرب اور رضا حاصل ہے۔ اگر ہماری زندگیاں بھی ایسی ہو جائیں تو سمجھو ہم نے اپنی زندگی کا مقصد زندگی کو پالیا۔

پیارے بچو! حضرت صاحبزادہ صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے فرمایا تین یا چار کتابیں ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتیں۔ یہ ہماری غفلت ہے کہ ہماری اس قسم کی کتب کی تعداد سینکڑوں تک نہیں پہنچ سکی۔ مذہب میں وسعت ہے۔ مختلف موضوعات پر کتب لکھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً دانت کی صفائی کا حکم اس کا فائدہ، اطفال کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا چاہیے، بڑوں کی کس طرح عزت کرنی ہے۔ اسلام اور قرآن میں زندگی کے ہر پہلو کے متعلق تعلیم موجود ہے۔ نہایت سادہ اور عام فہم رنگ میں یہ باتیں بیان ہونی چاہئیں۔

پہلے انبیاء کے ماننے والوں میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا واقعہ ایسا ہے کہ اس پر غور کرتے ہوئے اِس وقت بھی جی چاہتا ہے کہ اس سے پیار کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے پیارے بیٹے اسماعیل کو کہا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت میں تمہاری قربانی دینا چاہتا ہوں تو بچے نے فوراً اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اس واقعہ میں بچوں کے لیے بھی اور بڑوں کے لیے بھی ایک عظیم الشان قربانی کا سبق ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب خواب دیکھا تو اس کی تعبیر کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے بڑھاپے کی اولاد اور اکلوتے بچے کو فوراً خدا کی راہ میں قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔

حضرت ابراہیمؑ تو خدا کے نبی تھے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ کی صفات کو پہچانا ہوا تھا۔ انہوں نے تو دل میں اس قربانی کے لیے کوئی انقباض محسوس نہیں کیا۔ مگر آپ نے سوچا کہ مَیں تو تیار ہوں بیٹے سے بھی پوچھ لینا چاہیے وہ بھی اس کو قربانی کے لیے تیار ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ سے انہوں نے فرمایا فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی خدا کا ایسا حکم ہے تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟

حضرت اسماعیلؑ گو بچے تھے مگر ان کی تربیت ایسے ماحول میں ہوئی تھی کہ نہ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں سوچ لوں اور اس بات کو اگلے سال پر نہیں ڈالا بلکہ کہا

یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصافات:103)

یہ کتنا زبردست کارنامہ ہے جو حضرت اسماعیلؑ نے بچپن میں انجام دیا۔ اس طرح بہت سی مثالیں دوسرے انبیاء کے ماننے والوں میں بھی ہمیں ملتی ہیں۔ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے وقت میں دو کمزور بچوں کی یاد آتی ہے جو اصرار کر کے جنگ بدر میں شامل ہوئے اور ابوجہل کو قتل کر دیا۔ اس واقعے کو یاد کر کے اب بھی ہم ان کی جرات اور دلیری پر داد دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے یہ غیر معمولی کارنامہ سرانجام دیا۔

سامعین! محترم صاحبزادہ صاحب نے اس امر پر بھی زور دیا کہ اگر بچوں نے کھیل کود میں اس عمر کو گزار دیا تو بعد کی زندگی میں انہیں مشکل پیش آئے گی۔ لیکن سکول اور کالج کی زندگی میں اپنے اوپر سختی کرو گے تو بڑی عمر ہنسی خوشی سے گزرے گی۔ اس طرح دنیا کی زندگی میں قربانی کرو کیونکہ موت کے بعد حیات طیبہ نصیب ہو گی اور ابدالآباد کی زندگی کے لیے اس دینوی زندگی میں ہی تیاری کرنی چاہیے۔

یہ زندگی ایک قسم کا امتحان ہے اس کا نتیجہ موت کے بعد نکلے گا جس طرح تم سکول اور کالج میں امتحان کے دن محنت اور سختی سے دن گزارتے ہو مگر نتیجہ نکلنے پر تم کو ایک لمبی خوشی نصیب ہوتی ہے۔ اسی طرح تمہاری زندگی کا حال ہے۔

الٰہی سلسلہ کے بچے فقید المثال ہوتے ہیں۔ آپ لوگ اسلام کے بچے ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے بچے ہیں۔ جسمانی لحاظ سے ماں باپ والدین ہیں۔ مگر روحانی لحاظ سے مسیح موعودؑ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آپ منسوب ہوتے ہیں۔ اگر تم حقیقی احمدی بن جاؤ تو دنیا میں کوئی بھی تمہارا مقابلہ نہیں کر سکے گا اور دنیا ہمیشہ تمہیں یاد رکھے گی۔ یاد رکھو! مسیح موعود کی طرف منسوب ہونا تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ ان کی لائی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے سے ہی تم ان کی حقیقی اولاد بن سکتے ہو۔ انسان کی زندگی کو ایسا بنایا گیا ہے کہ اگلے جہان میں بھی عمل کا سلسلہ اور ترقی کا سلسلہ جاری رہے گا۔

آپ نے بچوں کی تربیت سے متعلق بعض امور پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ بچوں کی تربیت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا نمونہ ہمارے لیے قابل تقلید ہے۔ آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا جب حضور سے ملنے آتیں تو حضور ان کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا عزت و احترام فرماتے۔ اس لیے کہ سارے ماں باپ اپنے بچوں سے ایسا سلوک کریں۔ شروع سے ہی بچوں کی عزت واحترام کرنا چاہیے۔ بچوں کو گالم گلوچ نہیں دینا چاہیے بلکہ ان سے محبت سے پیش آنا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جو والدین بچوں پر سختی کرتے ہیں وہ مشرک ہیں۔ اولاد کے لیے دعا کرنی چاہیے۔ اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور نعمت، سکون اور اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔

آپ رحمہ اللہ نے فرمایا احمدی بچے بڑے اچھے ہیں۔ ہم نے کئی ملکوں کے بچے دیکھے ہیں مگر احمدی بچوں کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے باوجود یہ خواہش ہے کہ ہمارے بچے ابھی اور ترقی کریں۔ صحابہ کی طرح وہ دنیا کے لیے رحمت کی بارش ثابت ہوں۔ آمین

اللہ کرے ایسا ہی ہو۔ آمین اللھم آمین

ہم احمدی بچے ہیں کچھ کرکے دکھادیں گے
شیطاں کی حکومت کو دنیا سے مٹادیں گے
نکلیں گے زمانے میں ہم شمع ہدیٰ لے کر
ظلمات مٹادیں گے نوروں سے بسا دیں گے
بچہ نہ ہمیں سمجھو جانباز مجاہد ہیں
اسلام کی خاطر ہم جانیں بھی لٹادیں گے

(ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ فروری 1965ء صفحہ 5 تا 8)
(کمپوزڈ: عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)



﴿32﴾ ﴿مشاہدات۔322﴾

ایک احمدی مسلم بچے کی ذمّہ داریاں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (الفتح:30)

ترجمہ۔ محمد رسول اللہؐ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کفار کے مقابل پر بہت سخت ہیں (اور) آپس میں بے انتہا رحم کرنے والے۔ تُو انہیں رکوع کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے دیکھے گا۔ وہ اللہ ہی سے فضل اور رضا چاہتے ہیں۔

ہوں اللہ کا بندہ محمدؐ کی امت
ہے احمدؑ سے بیعت خلیفہ کی طاعت
مِرا نام پوچھو تو مَیں احمدی ہوں

میرے ساتھیو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ ایک احمدی مسلم بچے کی ذمّہ داریاں

اس مختصر سے وقت میں ذمّہ داریوں کی طرف آنے سے قبل "احمدی مسلم" کی آج کے مادی دَور میں اہمیت بتانی ضروری سمجھتا ہوں۔ اِسے ایک مسلمان بچے کی ذمّہ داریاں کا عنوان بھی دیا جاسکتا تھا لیکن مسلم کے ساتھ احمدی کا لفظ بڑھا کر ذمّہ داریوں میں بھی اضافے کا سبق ملتا ہے۔ عمومی طور پر کہا جاتا ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لے وہ مسلمان ہے مگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی جو مختلف تعریفیں فرمائی ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے کہ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور ایک روایت میں مسلمانوں کی

جگہ انسانوں کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ گویا حقوق العباد ہیں جسے حقوق اللہ پر فوقیت دی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی شخص حقوق اللہ کی ادائیگی میں سستی برتے گا تو آخری روز وہ حقوق اللہ کی ادائیگی میں کمی کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے گا تو اُسے اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے معاف فرما دے گا لیکن حقوق العباد میں اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی سے زیادتی کی ہو گی تو آخری روز اللہ سے معافی مانگنے پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ پہلے اُس شخص سے معافی مانگو جس سے تم نے زیادتی کی تھی اگر وہ معاف کر دے گا تو مَیں بھی معاف کر دوں گا۔ اِسی لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد کی ادائیگی کو مسلمان کی تعریف میں شامل فرما دیا اور پھر زبان کو ہاتھ پر ترجیح دے کر ایک مسلمان کو اُس کی ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ مخلوق میں سے کسی سے زیادتی کرتے وقت زبان کا استعمال ہاتھ چلنے سے پہلے ہو جاتا ہے اس لئے اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھیں اور پھر وہ مسلمان احمدی بھی ہو وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آپؐ کی بیان فرمودہ پیشگوئیوں کے مطابق آنے والے فرستادہ حضرت احمد علیہ السلام پر بھی ایمان لاتا ہو۔ جس نے آج کے دَور میں اسلام کی معدوم تعلیمات کو اُجاگر کیا اور اُس روٹھے ہوئے ایمان کو جو آسمان پر جا بیٹھا تھا دوبارہ لا کر مومنین کے دلوں میں اس کو جاگزین کیا اور حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے بھی صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت اختیار کر گئے۔ آپؑ نے کیا خوب فرمایا۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

میرے دوستو! ہم احمدی مسلم بچوں کی ذمّہ داریوں کی بات چل نکلی ہے تو اِس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کے حوالہ سے اضافہ کر دوں کہ اسلام کی اس بنیادی تعلیم سے تمام دنیا کے لوگوں کو آگاہ کرنا بھی ہماری ذمّہ داری ہے۔ اِسے ہم دعوت الی اللہ کہتے ہیں۔ اِس کا ذکر اُس وعدہ میں بھی شامل ہے جسے حضرت مصلح موعود بانی تنظیم مجلس اطفال اللہ نے جاری فرمایا اور اِسے ہر اجلاس سے قبل ہم دہراتے ہیں۔ اس میں درج ہے کہ مَیں وعدہ کرتا ہوں دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا۔ گویا دینِ اسلام اور احمدیت کی خدمت میں اولین ذمّہ داری اس کے پیغام پر نہ

صرف خود عمل پیرا ہو کر دوسروں کے لئے نمونہ بننا ہے بلکہ اِس پیغام کو دوسروں تک پہنچا کر اپنے دائرہ میں مقیم ساتھیوں کی تعداد میں اضافہ کرتے جانا ہے۔

پیارے ساتھیو! اِسی وعدہ کو لے کر اِس کے اگلے حصہ کو لیں تو اُس میں تین اور ذمّہ داریوں کا ذکر ملتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

1۔ ہمیشہ سچ بولوں گا

2۔ کسی کو گالی نہیں دوں گا

3۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا

وقت کی رعایت سے ان تینوں اہم ذمّہ داریوں کو یکجائی طور پر بیان کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

جہاں تک سچ بولنے اور جھوٹ سے بچنے کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الاحزاب:7) کا حکم دے کر قولِ سدید یعنی سچ بولنے کی تلقین فرمائی ہے اور دوسری طرف وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31) کی ہدایت فرما کر قولِ زُور یعنی جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ بولنے والے کو صدیق اور جھوٹ بولنے والے کو کذاب فرمایا ہے۔ (مسلم کتاب البر والصلہ)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعلِ بے بہا کے سامنے

پیارے بچو! جہاں تک گالی نہ دینے کے وعدہ کا تعلق ہے۔ اِسے مَیں اپنی تقریر کے آغاز میں بیان کر آیا ہوں۔ تاہم اللہ کے حکم قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:84) کی یاددہانی کرواتے ہوئے مَیں اپنے ساتھیو کو حضرت مسیح موعودؑ کے ایک شعر کے ذریعہ ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

پیارے بچو! وعدہ میں درج آخری ذمّہ داری خلیفۃ المسیح کی باتوں پر کماحقہٗ عمل کرنا ہے۔ اِس کے لئے پہلے خلیفۃ المسیح کی خطبات سننا ہوں گے پھر اُن میں بیان نصائح پر نہ صرف خود عمل کرنا ہے بلکہ اپنے ماحول میں بسنے والے دیگر احمدی مسلم بچوں کو ان کی یاددہانی کروانی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لوگ منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار ہیں سلسلے کا ہر حکم سر آنکھوں پر لیکن جب موقع آئے، جب اپنی ذات کے حقوق چھوڑنے پڑیں تب پتہ لگتا ہے کہ اطاعت ہے یا نہیں ہے۔"

(خطبہ جمعہ 27/ اگست 2004ء)

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکام نہ ہو
گامزن ہو گے رہِ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

✿✿✿✿

﴿33﴾ ﴿مشاہدات۔955﴾

آؤ بچو! لغویات سے کیسے بچیں؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ

(المؤمنون:2-4)

کہ یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

پیارے بچو! آج مجھے آپ کے سامنے لغویات سے کیسے بچا جا سکتا ہے، پر روشنی ڈالنی ہے۔ لغویات سے اعراض ایک نہایت عظیم وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کو اپنانے کی قرآن کریم میں خوب تلقین کی ہے۔ قرآن کریم میں مومنوں کی ایک نشانی بیان کرتے ہوئے کہا وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان:73) یعنی جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر کہا وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ (القصص:56) یعنی جب وہ کسی لغو بات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ سورۃ مومنون میں اللہ نے کامیاب اور فلاح پانے والے گروہ کی خصوصیات کے ذکر میں لغویات سے اعراض کا ذکر بھی کیا۔ جن کی تلاوت، ترجمہ کے ساتھ مَیں تقریر کے آغاز پر بیان کر آیا ہوں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر سیرت میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یُکْثِرُ الذِّکْرَ وَیُقِلُّ اللَّغْوَ تھے۔

(النسائی باب ما یستحب من تقصیر الخطبہ)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرِ الٰہی کثرت سے کیا کرتے تھے اور بے معنی بات نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی اس امر کی تلقین کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا مگر اُس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر بہتان لگایا ہو گا اور کسی کا مال کھایا ہو گا اور کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا۔ پس اُس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ اُس نے یہ سلوک کیا ہو گا۔ اگر اُس کی نیکیاں اُس کا حساب برابر ہونے سے پہلے ختم ہو گئیں تو اِن لوگوں کے گناہ اُس ظلم کرنے کی وجہ سے اِس کے سر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اِس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو تعلقوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے... پس دنیا کی لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اُسی وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آ جائے۔ خدا پر ایمان لا کر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199-200)

پھر آپ علیہ السلام اِسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"دوسرا کام مومن کا یعنی وہ کام جس سے دوسرے مرتبہ تک قوت ایمانی پہنچتی ہے اور پہلے کی نسبت ایمان کچھ قوی ہو جاتا ہے، عقلِ سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ مومن اپنے دل کو جو خشوع کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہے لغو خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے۔ کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کرلے کہ خدا کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشکل نہیں اور صرف گناہ بے لذت ہے اس وقت تک یہ طمع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دستبردار ہو سکے جن سے دستبردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذت ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ پہلے درجہ کے بعد کہ ترک تکبر ہے دوسرا درجہ ترک لغویات ہے اور اس درجہ پر وعدہ جو لفظ اَفْلَحَ سے کیا گیا ہے یعنی فوزِ مرام اس طرح پر پورا ہوتا ہے کہ مومن کا تعلق جب لغو کاموں اور لغو شغلوں سے ٹوٹ جاتا ہے تو ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے اس کو ہو جاتا ہے اور قوّتِ ایمانی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور خفیف تعلق اس لئے ہم نے کہا کہ لغویات سے تعلق بھی خفیف ہی ہوتا ہے۔ پس خفیف تعلق چھوڑنے سے خفیف تعلق ہی ملتا ہے"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 230-231)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"دیکھیں! ان لغویات کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی ہوں گی اس کی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اس کو کوئی فائدہ نہیں دے رہا بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ یونہی بدظنی کرتے ہوئے الزام لگا دیتے ہیں... تو بلا سوچے سمجھے ایسے الزام لگانا بھی ٹھیک نہیں۔ اگر دوسرے شخص نے تمہارے خلاف واقعی ایسی حرکت کی ہے تو اس کا گناہ اس کے سر ہے تم کیوں بہتان لگا کر ان لغویات میں پڑ کر اپنے سر اس کا گناہ لیتے ہو... ہر وہ چیز جو شیطان کی طرف لے جانے والی ہے وہ لغو ہے... پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے... یہ بھی ایک قسم کا ایک نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع

کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں... پس کوشش کریں کہ ان دنوں میں ان تمام بُرائیوں اور لغویات سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنی زبانوں کو ذکرِ الٰہی سے تر رکھیں۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 592)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"ہر وہ عمل جو نیک عمل ہے جو خُدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے وہ عبادت بن جاتا ہے۔ اگر یہ مدِّ نظر رہے تو اسی چیز میں ہماری بقا ہے اور اسی بات سے پھر رسومات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، بدعات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، فضول خرچیوں سے بھی بچ سکتے ہیں، لغویات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں اور ظلموں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ یہ ظلم ایک تو ظاہری ظلم ہیں جو جابر لوگ کرتے ہی ہیں۔ ایک بعض دفعہ لاشعوری طور پر اس قسم کی رسم و رواج میں مبتلا ہو کر اپنی جان پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں اور پھر معاشرے میں اس کو رواج دے کر ان غریبوں پر بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں جو کہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شاید فرائض میں داخل ہو چکی ہے اور جس معاشرے میں ظلم اور لغویات اور بدعات وغیرہ کی یہ باتیں ہوں، وہ معاشرہ پھر ایک دوسرے کا حق مارنے والا ہوتا ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 36)

نیز فرمایا:

"ہر قسم کا جھوٹ غلط اور گناہ کی باتیں تاش کھیلنا، اس قسم کی اور کھیلیں۔ آج کل دکانوں پر مشینیں پڑی ہوتی ہیں چھوٹے بچوں کو جوئے کی عادت ڈالنے کے لئے، رقم ڈالنے کے بعد بعض نمبروں کی گیمیں ہوتی ہیں کہ یہ ملاؤ، اتنے پیسے ڈالو تو اتنے پیسے نکل آئیں گے تو اس طرح جیتنے سے اتنی بڑی رقم حاصل ہو جائے گی، یہ سب لغو چیزیں ہیں۔ اسی طرح بیٹھ کر مجلسیں جمانا، گپیں ہانکنا، پھر دوسروں پر بیٹھ کے اعتراض وغیرہ کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جو لغویات میں شامل ہیں... بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بلاوجہ دوسروں کو مشورے دینے لگ جاتے ہیں۔ کسی نے کوئی مشورہ نہ بھی پوچھا ہو تو عادتاً مشورہ دیتے ہیں یا بعض ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو کسی کی دل شکنی کا یا اس کے لئے مایوسی کا باعث بن جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کار خریدی، کہہ دیا یہ کار تو اچھی نہیں فلاں زیادہ اچھی ہے۔ وہ بیچارہ پیسے خرچ کر کے ایک چیز لے آتا ہے اس پہ اعتراض کر دیا

یا پھر اور اسی طرح کی چیز لی اس پہ اعتراض کر دیا۔ اس کی وجہ سے پھر دوسرا فریق جس پہ اعتراض ہو رہا ہوتا ہے وہ پھر بعض دفعہ مایوسی میں چڑ بھی جاتا ہے اور پھر تعلقات پہ بھی اثر پڑتا ہے۔ تو بلاضرورت کی جو باتیں ہیں وہ بھی لغویات میں شمار ہوتی ہیں۔۔ بعض دفعہ دو آدمی باتیں کر رہے ہیں تیسرا بلاوجہ ان میں دخل اندازی شروع کر دے، یہ بھی غلط چیز ہے لغویات میں اس کا شمار ہے۔"

(خطبہ جمعہ 20۔اگست 2004ء)

حضور انور نے احمدی خواتین اور بچیوں کو معاشرتی لغویات اور فضولیات سے بچے رہنے کی یوں نصیحت فرمائی:

" اِسی طرح لغویات میں گندی اور ننگی فلمیں ہیں۔ گندی اور ننگی کتابیں ہیں۔ رسالے ہیں یہ سب اس بہانے سے مارکیٹ میں پھیلائی جاتی ہیں کہ اس زمانہ میں جنسی تعلقات کا پتہ لگنا چاہیے تاکہ اُن بُرائیوں سے بچا جا سکے۔ بچتے تو پتہ نہیں یہ ہیں کہ نہیں، لیکن سڑک پر ہر گلی کے نکڑ پر ایسے جو اشتہارات ہیں اخلاق سوز قسم کے وہ بُرائیوں میں ضرور معاشرے کو گرفتار کر دیتے ہیں۔ جو چیز فطری ہے اس کا جب وقت آئے گا تو خود بخود پتہ چل جائے گا۔ جب اس کا پتہ لگنے کی ضرورت ہے۔ علم کے نام پر اس ذہنی عیاشی سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو زنا سے بچاؤ۔ پس ہر عورت کو ایک فکر کے ساتھ اپنے بچوں کو سمجھانا چاہئے اور ہر بچی کو، جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے، جس کا دماغ میچور (mature) ہو چکا ہے یہ احساس ہونا چاہئے کہ یہ بُرائیاں ہیں جو مزید گندگیوں میں دھکیلتی چلی جائیں گی۔ اس لئے ان سے بچنا ہے۔ ہر ایسی چیز جس کا ناجائز استعمال شروع ہو جائے وہ بھی لغویات میں ہے مثلاً انٹرنیٹ کے بارے میں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ یہ اس زمانے کی ایجاد ہے اور یہ ایجادات اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے زمانے میں مقدر کی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم میں مختلف ایجادات کا اعلان بھی فرما دیا۔ انٹرنیٹ بھی ان میں سے ایک ہے اور ٹیلی فون کا نظام جو ہے وہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ ٹیلی وژن کا نظام ہے یہ بھی ان میں سے ایک ہے جنہوں نے اشاعت کے لئے کام آنا تھا۔

لیکن اگر ان ایجادات کا غلط استعمال کریں گی تو یہ لغویات میں شمار ہوں گی اور ایسی لغویات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان سے بچنے کا بھی حکم ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے مومن کی تعریف یہ ہے کہ عَنِ اللَّغْوِ

مُعْرِضُوْنَ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہوں۔ لغویات سے بچنے والے ہوں۔ جب انٹرنیٹ پر دوستوں سے چَیٹ (chat) کرنے اور اس میں دوسروں کا مذاق اڑانے اور پھکڑ توڑنے، ایک دوسرے کے خلاف کام میں لائیں گی یا لوگوں کے رشتوں میں دراڑیں پیدا کرنے کے کام میں لائیں گی، کسی دوسری عورت کی زندگی اس کے خاوند سے انٹرنیٹ پر گفتگو کر کے برباد کریں گی۔ ایک دوسرے کی چغلیاں ہو رہی ہوں گی تو یہی کارآمد چیز جو ہے یہ لغویات میں بھی شمار ہو گی اور گناہ بھی بن رہی ہوں گی۔ پھر آجکل موبائل فون پر ٹیکسٹ میں پیغامات دیے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک سلسلہ شروع ہوا ہے نیا، آجکل بڑا سستا طریقہ ہے گپیں مار کر وقت ضائع کرنے کا اور نامحرموں سے بات کرنے کا۔ بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ٹیکسٹ میسج (text message) ہی تھا کونسی بات کر لی ہے۔ ایک دوسرے سے رابطے بڑھتے ہیں کہ سہیلی نے اپنے دوستوں میں سے کسی کا فون دے دیا اپنے دوستوں کو اپنی سہیلی کا فون دے دیا۔ موبائل نمبر دے دیا کسی بھی ذریعہ سے ایک دوسرے کے نمبر ہاتھ آ گئے تو ٹیکسٹ میسج کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پھر ٹیلی فون پر 12، 13، 14 سال کے بچیاں بچے لے کر پھر رہے ہوتے ہیں۔ پیغامات دے رہے ہوتے ہیں۔ اور یہی عمر ہے جو خراب ہونے کی عمر ہے اور پھر انجام ایسی حد تک چلا جاتا ہے آخر کار جہاں وہ لغو جو ہے وہ گناہ بن جاتا ہے۔ اس لیے احمدی بچیاں اپنی عصمت کی خاطر اپنی عزت کی خاطر اپنے خاندان کے وقار کی خاطر اپنی جماعت کے تقدّس کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جس کی طرف سے وہ منسوب ہو رہی ہیں جس سے وہ منسلک ہیں ان چیزوں سے بچیں اور اسی طرح احمدی مرد بھی سن رہے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو بچائیں۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 11/ جون 2006ء)

نیز فرمایا:

"ایسے کھیل بھی ہیں جو عبادتوں سے روکنے والے ہیں..... پھر اس قسم کی اور لغویات ہیں جو مختلف قسم کی بُرائیاں ہیں۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ عاجزی اختیار کرو تو ایمان دل میں جگہ پائے گا پھر لغو اور بیہودہ باتوں کو ترک کرو۔"

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 551)

حضور ایدہ اللہ دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں، اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم ورواج سے بچنے والے ہوں، دنیاوی ہوا وہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری بد بختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔ آمین"

(اِس تقریر کی تیاری میں فراز یاسین ربانی صاحب آف غانا کے ایک مضمون سے استفادہ کیا گیا ہے)

﴿34﴾ ﴿مشاہدات۔96﴾

اطفال کا وعدہ اور بچوں کی ذمّہ داریاں

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَیْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (التحریم:7)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ اُس پر بہت سخت گیر قوی فرشتے (مسلط) ہیں۔ وہ اللہ کی، اُس بارہ میں جو وہ انہیں حکم دے، نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جو وہ حکم دیئے جاتے ہیں۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
رغبتِ دل سے ہو پابند نمازو روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا! سست کبھی گام نہ ہو

میرے پیارے بچو! آج میری تقریر کا عنوان ہے **"اطفال کا عہد اور بچوں کی ذمّہ داریاں"**

بانیٔ تنظیم مجلس خدام الاحمدیہ نے مورخہ 15 اپریل 1938ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں خطبہ جمعہ کے دوران باغیچہ احمدیت کے گلاب کے پودوں پر لگی ننھی مُنی کلیوں کو جو مستقبل میں باغِ احمد کے خوش رنگ اور خوبرو پھول بن کر اپنے روحانی رنگ و بُو سے دنیا کو معطر کرنے والے ہیں کو مجلس خدام الاحمدیہ کے تحت الگ سے تنظیم بنانے کا عندیہ دیا بلکہ سات سے پندرہ سال کے بچوں کے لیے مجلس اطفال الاحمدیہ قائم کرنے کا ارشاد فرمایا۔ گو یہ مجلس خدام الاحمدیہ کا ہی حصہ ہے مگر اپنے پروگراموں کے انعقاد میں

بالکل آزاد ہیں۔ ان کا الگ لائحہ عمل ہے اور الگ سے نظام۔ حضورؒ نے اس تنظیم کے قیام کے ساتھ ہی اس کی اہمیت یوں بیان فرمائی کہ مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کے ساتھ آج قصرِ احمدیت کی چوتھی دیوار بھی تعمیر ہو گئی ہے اور یوں چاروں دیواریں لجنہ اماء اللہ، مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ کا قیام ہو چکا ہے۔

میرے پیارے بچو! حضرت مصلح موعودؓ نے دیگر تنظیموں کی طرح مجلس اطفال الاحمدیہ کا بھی عہد تیار کروایا جو **طفل کا وعدہ** کہلاتا ہے اور ہر چھوٹے بڑے اجلاس میں تلاوتِ قرآن کریم کے بعد اور نظم سے قبل شاملینِ اطفال بلند آواز میں دہراتے ہیں۔ جو یہ ہے

اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

میں وعدہ کرتا ہوں کہ دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گا۔ ہمیشہ سچ بولوں گا، کسی کو گالی نہیں دوں گا اور حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

سامعین! اس وعدہ میں درج ذیل امور شامل ہیں جن کو سمجھنا ضروری ہے۔

1. دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ کی خدمت کے لیے ہر دم تیار رہوں گا۔
2. قوم اور وطن کی خدمت کے لیے تیار رہوں گا۔
3. ہمیشہ سچ بولوں گا۔
4. کسی کو گالی نہیں دوں گا۔
5. حضرت خلیفۃ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

پیارے بچو! اب ہم اِن پانچ امور پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالتے ہیں۔

نمبر 1 پر ایسے امر کے لیے ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیا گیا ہے جو باقی تمام امور پر سبقت رکھتا ہے اور روحانی معنوں میں مذہب کی روح اور جان ہے اور وہ ہے **اسلام احمدیت کی خدمت** جس کو ہم اپنی زبان میں خدمتِ دین کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ دین کی خدمت ہم بچوں کو اسلام احمدیت کی ضرورتوں اور اُس کے تقاضوں کو مدّ نظر رکھ کر ہر قسم کی قربانی کرنے کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ جس میں جان، مال، وقت

،اولاد اور نفس کی قربانی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر پہلے خود اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر عمل کرنا پھر اپنے بہن بھائیوں، دوستوں سے کروانا ہی دین کا بنیادی تقاضا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اِس مضمون کو قرآن کریم کی ابتداء میں وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:4) کے الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ ہر وہ نعمت اور عطاءِ الٰہی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہے خواہ وہ علم ہے، وقت ہے، اولاد ہے، مال ہے، استعدادیں ہیں، صلاحیتیں ہیں وہ سب کی سب رزق ہیں۔ اِن میں سے جماعت کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی جانب سے خرچ کرنا خدمتِ دین ہے۔

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اِس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدرِ منزلت اُسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو ورنہ وہ کچھ پروا نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں۔“

(الحکم 7 فروری 1936ء)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اِس دنیا پر اگلی دنیا کو ترجیح دیتے ہیں..... دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں اور اِس کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہتے ہیں۔ اِس حد تک آگے چلے جاتے ہیں کہ خدمتِ دین کے علاوہ انہیں کوئی دوسری دلچسپی نظر ہی نہیں آتی۔“

(الفضل انٹرنیشنل 13 تا 19 جنوری 2012ء صفحہ 5)

پیارے بچو! دوسرے نمبر پر ایک طفل قوم اور وطن کی خدمت کا وعدہ کرتا ہے۔ جماعت احمدیہ کے بچے پوری دنیا میں 220 سے زائد ملکوں میں بستے ہیں اور اپنے اپنے ملک کی قوم اور اُس وطن کی عزت کرنا اُن کی خدمت کرنا ہر طفل کی ذمّہ داری ہے۔

یہ مرا ملک ہے اور اُس کی حدیں میری ہیں
بات ذہن میں دشمن کے بٹھا دی مَیں نے
ملک و ملّت کے تحفظ کی قسم ہے ثاقبؔ
خر من کفر من اِک لگا دی مَیں نے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (المقاصد الحسنہ از عبد الرحمٰن سخاوی صفحہ 298) فرما کر اُمّت کے ہر فرد کو اپنے وطن سے محبت کا سبق دیا ہے اور خود اپنے ملک سے محبت کے حوالہ سے فرمایا کہ اے مکّہ! تو مجھے بہت پیارا ہے مگر میری قوم مجھے نہ نکالتی تو مَیں ہر گز یہاں سے نہ نکلتا۔

بچو! وطن سے محبت انسان کا قومی اور دینی فریضہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم آفاقی نبی ہیں اور ساری دنیا آپؐ کا وطن ہے اس لئے آپؐ روئے زمین کے ہر خطہ اور اُس کے انسانوں سے بلا امتیاز رنگ و نسل محبت کرنے والے تھے۔ یوں اپنے وطن اور دنیا کو بطور وطن سمجھ کر اِس کی خدمت ہر طفل پر فرض ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو یہ دُعا کی کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت ایسی ڈال دے جیسے مکہ ہمیں محبوب ہے بلکہ اس سے بڑھ کر مدینہ کو محبوب کر دے۔ اس کے باسیوں کے رزق میں فراوانی اور برکت عطا فرما۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”..... جس ملک میں رہ رہے ہو جس کے شہری ہو اس سے محبت کرنے کے بارے میں فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس لیے جہاں یہ اخلاق تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے افسروں کی اطاعت کرو اور اپنے وطن سے محبت کرو وہاں یاد رکھو کہ یہ چیزیں ایمان کا حصہ بھی ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو جس ملک میں بھی وہ رہ رہا ہے ملکی قانون کی پابندی کرتے ہوئے امن اور سکون سے رہنا چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 19/ اگست 2005ء)

بچو! پھر آپ کے وعدہ میں تیسری ہدایت سچ بولنے کے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا (الاحزاب :7) کے الفاظ میں سچ بولنے اور قولِ سدید سے کام لینے کی نصیحت فرمائی ہے اور وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31) کہہ کر جھوٹ بولنے اور قولِ زور کہنے سے بچنے کی تلقین فرمائی۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک موقع پر صحابہ کو سچ بولنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان جب سچ بولتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب جھوٹ بولتا ہے تو وہ کذاب لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ)

ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کی کہ کیوں نہیں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا اللہ کا شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور پھر بڑے جوش کے ساتھ اُٹھے اور فرمایا اَلَا وَقَوْلَ الزُّوْرِ کہ سنو سنو! تیسرا بڑا گناہ جھوٹ بولنا ہے۔ آپؐ نے اس فقرہ کو بار بار دہرایا۔

(بخاری کتاب الادب)

بچو! سچ بولنے کے حوالہ سے ایک واقعہ بیان کرتا ہوں کہ ایک دفعہ ایک خاتون اپنے بچے کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ وہ اپنے بچے کو حضورؐ سے ملانا چاہتی تھی اور بچہ کھیل کود میں مصروف تھا۔ ماں نے بچے کو لالچ دیتے ہوئے کہا کہ بیٹا! آؤ! میں تجھے فلاں چیز دوں گی۔ آنحضورؐ نے فرمایا اگر تم یہ نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔

بچو! آپ کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثال بھی رکھتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کو عدالت میں اس بات کا سامنا تھا کہ ڈاک کے پیکٹ میں آپؑ نے کچھ رقم بھجوا دی جو غیر قانونی امر تھا۔ وکلاء نے آپؑ کو کہا کہ یہ جرم ہے جو آپؑ سے سرزد ہوا ہے اس لیے جج کے سامنے انکار کر دیں۔ آپؑ نے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جج صاحب! میں نے لاعلمی کی بنا پر ایسا کیا ہے۔ جج نے آپ کو رہا کر دیا۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ پس اِس اسوہ پر چلتے ہوئے سچائی کے خُلق کو سب سے زیادہ ہمیں اپنانا ہو گا..... سچائی کے یہ معیار تبھی حاصل ہوں گے جب ہم ہر سطح پر خود اپنی زندگی کے ہر لمحے کو سچائی میں ڈھالیں گے۔ ہماری گھریلو زندگی سے لے کر ہماری باہر کی زندگی اور جو بھی ہمارا حلقہ اور ماحول ہے اُس میں ہماری سچائی ایک مثال ہو گی، تبھی ہماری باتوں میں بھی برکت ہو گی، تبھی ہمارے اخلاق اور سچائی دوسروں کو متأثر کر کے احمدیت اور اسلام کے قریب لائیں گے۔ پس اِس کے لئے ہمیں ایک جدوجہد اور کوشش کرنی ہو گی۔ اپنے عملوں کو سچائی سے سجانا ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ 9 ستمبر 2011ء)

بچو! چوتھے نمبر پر طفل کے وعدہ میں کسی کو گالی نہیں دوں گا آتا ہے۔ گالی کا تعلق زبان سے ہے جس کی حفاظت کے احکام قرآن وحدیث سے بہت ملتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ آیت 84 میں قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا کہہ کر ملاطفت اور نرمی سے بات کرنے کا مومنوں کو حکم دیا ہے۔ پھر ایک موقع پر سورۃ النساء: 113 میں بہتان تراشی کو کھلم کھلا گناہ قرار دیا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تعلق رکھنے والے غیر اخلاقی باتوں کے وارث انسان کو غیر مومن قرار دیا ہے۔ پھر فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہتا ہے تو یہ کفر اُس پر واپس لوٹ جاتا ہے۔ (مسلم کتاب الایمان) یہی کیفیت گالی بکنے والے کے متعلق ہے کہ گالی اُس کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دُکھ آرام دو
سیکھو کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ اِنکسار

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جماعت احمدیہ تو گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو" کے حکم پر عمل کرنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر یہ کرتی چلی جائے گی۔ یہ مخالفانہ حالات صرف پاکستان میں نہیں ہیں بلکہ دنیا کے کسی بھی

خطے میں جب احمدیوں پر ظلم ہوتا ہے تو جماعت وہاں بھی جب وقت پڑے تو اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 8 اکتوبر 2010ء)

میرے پیارے بچو! طفل کے وعدے میں آخری بات خلیفۃ المسیح کی نصائح پر عمل کرنے کی کوشش ہے جس پر دنیا کا ہر احمدی بچہ عمل کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے اور خلیفۃ المسیح سے محبت اور پیار گردانتا ہے۔ اطاعت کا مطلب یہ ہے کہ خلیفۃ وقت کی طرف سے آنے والی ہر آواز پر والہانہ لبیک کہا جائے۔ خلیفہ وقت کی ہر تحریک پر لبیک کہنا ایک احمدی بچے کا وطیرہ رہتا ہے۔ دنیا میں بسنے والے احمدی بچوں (اطفال) نے تحریک جدید اور وقف جدید میں اپنی جیبیں کاٹ کر چندے ادا کیے۔ اپنی عیدی میں سے چندے دیے۔ اپنی کُجیاں (غلّے) توڑ کر خلیفۃ المسیح کی خدمت میں رقم پیش کر دی۔ یہ ایسی سنہری تاریخ ہے جو جماعت احمدیہ سے باہر کسی میں نظر نہیں آتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں کہ

"میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ زبان سے تو اقرار کرتے ہیں اور تحریر و تقریر میں خلیفۃ المسیح، خلیفۃ المسیح کہتے ہیں مگر جو حقِ اطاعت ہے اُس سے بہت دُور ہیں۔ زبانی خلیفۃ المسیح کہنا یا لکھنا کیا کچھ حقیقت رکھتا ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" لوگ منہ سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اطاعت گزار ہیں سلسلے کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ لیکن جب موقع آئے، جب اپنی ذات کے حقوق چھوڑنے پڑیں، تب پتہ لگتا ہے کہ اطاعت ہے یا نہیں ہے۔"

(خطبہ جمعہ 27 اگست 2004ء)

اس سلسلے میں خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ملاحظہ ہو۔ فرمایا:

"یاد رکھیں اگر یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے تو پھر نظامِ جماعت جو نظامِ خلافت کا حصہ ہے اِس کی بھی پوری اطاعت کریں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 15 جولائی 2005ء)

اطاعت بھی عبادت ہوگئی ہے
عقیدت بھی سعادت ہوگئی ہے
خلیفہ کی دعائیں مل رہی ہیں
خلافت سے محبت ہوگئی ہے

بچو! آپ کے وعدہ کے آخر پر ان شاء اللہ کے الفاظ میں جو آئندہ کوئی کام کرنے سے قبل کہنے کا حکم ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ نے چاہا یا اگر اللہ کو جو منظور ہوا تو یہ کام انجام پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں متعدد بار ان الفاظ کو استعمال فرمایا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ بھی ان شاء اللہ کا لفظ لکھتے، بولتے اور پڑھتے تھے۔ ترمذی میں لکھا ہے کہ جو قسم کھا کر حلف لے تو وہ ان شاء اللہ کہے اس پر کوئی گناہ نہیں۔

(ترمذی حدیث 1451)

اللہ تعالیٰ تمام بچوں کو وعدہ اطفال کے مطابق زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہوں اللہ کا بندہ
محمدؐ کی اُمّت
ہے احمدؑ سے بیعت
خلیفہ سے طاعت
میرا نام پوچھو
تو میں احمدی ہوں

۞۞۞۞

﴿35﴾ ﴿مشاہدات۔30﴾

میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

پیاری بہنو! مجھے آج جس موضوع پر کچھ کہنے کا موقع ملا ہے وہ ہے۔ میں اپنا ناصرات کا عہد کیسے پورا کر سکتی ہوں؟

سب سے پہلے ناصرات کے عہد پر یہ یاد دہانی ضروری ہے کہ ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تمام ذیلی تنظیموں کے لیے عہد مقرر فرمائے۔ ناصرات الاحمدیہ یعنی 7 سال سے 15 سال تک کی احمدی بچیوں کے لیے جو عہد مقرر فرمایا اسے ہم اپنے ہر اجلاس میں تلاوت قرآن کے بعد اور نظم سے قبل کھڑے ہو کر دہراتے اور اس پر پابند رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو یہ ہے۔

"میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ ان شاء اللہ"

پیاری ناصرات! ناصرات کے اس عہد کی پانچ شقیں ہیں۔ پہلی تین یوں ہیں کہ میں اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے تیار رہوں گی۔ اس میں مذہب اسلام کو قوم اور وطن پر فوقیت دی گئی ہے، دوسرے نمبر پر قوم کو رکھا ہے اور تیسرے نمبر پر وطن ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم کو اپنی قوم تک پہنچا کر اپنے وطن عزیز کو اسلام کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ جو قومیں اپنی قومیت اور وطن کو اپنے مذہب پر فوقیت دیتی ہیں وہ ترقی نہیں کر سکتیں۔

میری عزیز ناصرات! جہاں تک مذہب کا تعلق ہے تو یہ اسلام ہے جو سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ اس کی الہامی کتاب قرآن کریم ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

آخری نبی ہیں اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم آخری کتاب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جو مذہب لائے وہ امن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ یہ مذہب ہمیں جان سے بھی پیارا ہے اس کا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہماری جان ہے جس کی حفاظت کی خاطر ہم نے پاکستان میں جان کے نذرانے اللہ کے حضور پیش کئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام، مذہبِ اسلام کے متعلق فرماتے ہیں:

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔"

(تریاق القلوب صفحہ 7)

پیاری ناصرات! ہمارے عہد میں مذہب کے بعد قوم کی خدمت کا ذکر ہے۔ اب تو جماعت احمدیہ کو عالمگیر حیثیت حاصل ہو جانے کے بعد ہماری ذیلی تنظیمیں بھی عالمگیر ہو گئی ہیں۔ دنیا کے دور افتاد علاقوں اور دنیا کے کونوں میں بسنے والی ناصرات کی اپنی اپنی قومیں ہیں جن کی خدمت کرنا وہاں رہنے والی ناصرات کی ذمّہ داری ہے۔ ان سے محبت کرنا اور انہیں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانا بھی محبت کے زمرے میں آتا ہے۔ پھر ایک قوم حضرت مسیح علیہ السلام کے عالمگیر جھنڈے تلے تیار ہو رہی ہے۔ اس کی ایک شاخ ہم ناصرات ہیں جن کی خدمت ہماری اولین ذمّہ داری ہے۔ اس ضمن میں سب سے پہلی اور بڑی ذمّہ داری دنیا بھر میں پھیلی بہنو کے لئے دعائیں کرنا ہے۔

ہم احمدی بچے ہیں کچھ کر کے دکھا دیں گے
شیطاں کی حکومت کو دنیا سے مٹا دیں گے
ہر سمت پکاریں گے دنیا میں نذیر آیا
ہر ایک کو جا جا کر پیغام خدا دیں گے

میری ناصرات بہنو! ہمارے عہد میں مذہب اور قوم کی خدمت کے بعد وطن کی خدمت کا ذکر ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وطن سے محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الإِیمَانِ۔ ہماری اولین ذمّہ داری ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی بس رہی ہیں اپنے وطن کی خدمت کریں۔ ماحول کو مادی اور دینی لحاظ سے پاک صاف رکھیں۔ لڑائی جھگڑے سے پرہیز کریں۔ پُرامن رہیں۔ وطن سے محبت کو ایمان کا جو حصہ قرار ہے اس میں ایمان کے معانی بھی ان وسلامتی کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اَلْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ کہ مومن وہ ہے جو دوسرے لوگوں کے لئے امن کا باعث بنے۔ وطن کو عزت دینا ہم پر فرض ہے۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانی حکام نہ ہو

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"پھر حکام کی اطاعت ہے۔ اس بارے میں آپؐ نے ہمیشہ ہی تاکید فرمائی اور فرمایا کہ حکام کی اطاعت کرنا تمہارا فرض ہے اور اعلیٰ اخلاق کا یہ تقاضا ہے اور اچھا شہری ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ اپنے افسر کی اطاعت کرو۔ کوئی حبشی غلام بھی تمہارا امیر مقرر ہو جائے، تمہارا افسر مقرر ہو جائے تو اس کی اطاعت کرو اور پھر جس ملک میں رہ رہے ہو جس کے شہری ہو اس سے محبت کرنے کے بارے میں فرمایا کہ وطن سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ اس لیے جہاں یہ اخلاق تقاضا کرتے ہیں کہ اپنے افسروں کی اطاعت کرو اور اپنے وطن سے محبت کرو وہاں یاد رکھو کہ یہ چیزیں ایمان کا حصہ بھی ہیں۔ اس لیے ایک مسلمان کو جس ملک میں بھی وہ رہ رہا ہے ملکی قانون کی پابندی کرتے ہوئے امن اور سکون سے رہنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 19/ اگست 2005ء)

پیاری بہنو! ہمارے مختصر سے عہد میں چوتھے نمبر پر سچائی پر قائم رہنا ہے۔ یعنی کبھی جھوٹ نہیں بولوں گی۔ نہ گھر میں، نہ سہیلیوں سے، نہ بہن بھائیوں سے اور احمدیت کی سچائی کو معاشرہ میں پھیلائیں گی۔

یہی سچائی وہ بیج ہے جس سے نیکیوں کا درخت اُگتا اور پھلتا پھولتا ہے اور جھوٹ وہ زہر ہے جو اس پھل کو پنپنے سے روکتا ہے اس لیے سچائی کو قائم کرنا کسی بھی گھر کے لیے از حد ضروری ہے۔ سچائی پر عمل کرنا، اس کو رواج دینا اور جھوٹ جو کہ شرک خفی کی ایک قسم ہے اس سے اجتناب کرنا ہی ایک ناصرہ کی شان ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ و ناصرات یوکے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔

"سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔"

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا ست کبھی گام نہ ہو

ناصرات بہنو! پانچویں اور آخری بات جس کا ہم اپنے عہد میں اقرار کرتی ہیں وہ خلافت احمدیہ کو دوام دینے کے لیے ہر وقت ہر قسم کی قربانی دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ جس کی برکات دائمی ہیں اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جس کی حفاظت کے لیے ہم کو ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔

خلافت احمدیہ ایک ایسی نعمت ہے جس سے جماعت احمدیہ کے علاوہ باقی دنیا لاعلم ہے وہ اس نعمت کا مزا چکھ ہی نہیں سکتی جو نعمتِ عُظمیٰ خدا تعالیٰ نے احمدیوں کو عطا کی ہے اسی خلافت حقہ کی بدولت ہی تو ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کا قیام عمل میں آیا ہے۔ یہی خلافت ہے جس نے ہم ننھی منی بچیوں کا تعلق اپنے خالق حقیقی سے جوڑ دیا ہے۔ یہی وہ حبل اللہ ہے جو تفرقے سے بچاتی ہے۔ یہی وہ شجر طیبہ ہے جس پر رضائے الٰہیٰ کے پھل لگتے ہیں۔ یہی وہ ابر رحمت ہے جو صحراؤں پہ ٹوٹ کر برستی ہے۔ یہی وہ نور ہے جو ظلمات کو دور کرتی ہے اور دنیا کو نور حقیقی سے منور کر رہی ہے۔

پیاری بہنو! اس خلافت کی حفاظت کرنے، اس کے لیے قربانی کرنے میں ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

خدا کا ہاتھ پنہاں ہے خلافت کے ارادوں میں
مرادیں حق کی شامل ہیں خلافت کی مرادوں میں

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔ یہ اعمال صالحہ بجالانے والے ہی ہیں جن کا خلافت سے رشتہ اور خلافت کا ان سے رشتہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔“

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 مئی 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناصرات کے معنوں کو مدنظر رکھ کر خلافت کا مددگار بنائے اور عہد کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

(کمپوزڈ: عیشہ انیل۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿36﴾ ﴿مشاہدات۔20﴾

ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم

(ناصرات الاحمدیہ کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد)

خدا کی ناصرات یہ جماعت، دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی

میری تقریر کا عنوان ہے **"ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم"** دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں ناصرات الاحمدیہ کا قیام اور اس کے اغراض و مقاصد۔

پیاری بہنو! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جب لجنہ اماء اللہ اور مجلس خدام الاحمدیہ کی بنیاد رکھی تو کچھ عرصہ بعد لجنہ اماء اللہ میں 7 سال سے 15 سال کی بچیوں کو ناصرات الاحمدیہ اور مجلس خدام الاحمدیہ میں 7 سال سے 15 سال کے بچوں کو مجلس اطفال الاحمدیہ کا نام دے کر الگ کر دیا۔ مجلس انصار اللہ میں 40 سال سے 55 سال کے انصار کو صف دوم کا نام دے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 1973ء میں الگ کر دیا۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ جماعت کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر تعلیم و تربیت کے لیے چھوٹے یونٹس ہوں تا تربیت و اصلاح کا کام تیز ترین بنیادوں پر باحسن طریق ہو سکے۔

پیاری ناصرات! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اطفال الاحمدیہ کی بنیاد رکھتے یا مجلس خدام الاحمدیہ سے اس کو الگ کرتے وقت فرمایا تھا کہ آج میں جماعت احمدیہ کی عمارت کی چاروں دیواریں مکمل کر رہا ہوں یعنی لجنہ اماء اللہ و ناصرات 2۔ مجلس انصار اللہ 3۔ مجلس خدام الاحمدیہ اور نمبر 4 مجلس اطفال الاحمدیہ۔ حضورؒ کا ذیلی تنظیموں کو جماعتی عمارت کی دیواریں قرار دینے میں جہاں بہت سی حکمتیں ہیں وہاں ان ذیلی تنظیموں کو ان مفوّضہ ذمّہ داریوں کی طرف توجہ دلانا تھا۔ کسی عمارت کی مضبوطی کے لیے دیواروں کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک جماعت کی عمارت کی دیوار لجنہ اماء اللہ کا تعلق ہے جس کا ایک حصہ

ناصرات الاحمدیہ ہے۔ اس دیوار کو مضبوط رکھنے اور اس کی مرمتوں میں ناصرات الاحمدیہ کا بھی بہت عمل دخل ہے۔ یہی وہ بچیاں ہیں جن کی گودیں مستقبل میں علمی و تربیتی درسگاہیں بنی ہوتی ہیں۔ یہی وہ اسٹیشن ہے جہاں سے باوقار اور باکردار ممبرات لجنہ، انصار اور خدام تیار ہوتے ہیں جو نیکی، تقویٰ اور خلوص کا روپ دھار کر مستقبل کی مائیں بن کر ہونہار اور وفاشعار دیوانے جماعت کی گود میں دیتی ہیں۔

پیاری بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کے ہاں دو بیٹیوں نے جنم لیا اور اُس نے اُن کی بہترین اصلاح و تربیت کی تو مَیں اور ان بچیوں کے والدین جنت میں میرے ساتھ ایسے ہوں گے جیسے تشہد اور وسطی انگلیاں جب آپس میں ملتی ہیں۔ آپؐ نے اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں کو آپس میں ملا کر دکھلایا۔ بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کے دو ہی طریق دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ بچے کی اچھی تربیت صرف ماں باپ ہی نہیں بلکہ ماحول میں بسنے والے اردگرد کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ اسی لیے ایک غیر از جماعت دوست نے جماعت احمدیہ میں ذیلی تنظیموں میں تعلیم و تربیت کے نظام کو دیکھ کر اس امر کا اظہار کیا کہ آپ احمدی بہت خوش قسمت ہیں کہ آپ کے ہاں جب بچہ باہر کے دروازہ کی دہلیز کو عبور کرنے کے قابل ہوتا ہے تو بچے کو اطفال الاحمدیہ اور بچی کو ناصرات الاحمدیہ والے اپنی آغوش میں لے لیتے ہیں اور یوں گھر میں والدین تربیت کر رہے ہوتے ہیں اور گھروں سے باہر جماعتی نظام حرکت میں آجاتا ہے۔ یوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل میں جہاں ماں باپ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل بیٹھتے ہیں وہاں جماعتی نظام کے تحت بہت سی خادمائیں بھی بچیوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کر کے یہ ارفع مبارک مقام پا رہی ہیں۔

پیاری بہنو! تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت مصلح موعودؓ کی بیٹی مکرمہ صاحبزادی امۃ الرشید مرحومہ بیان کرتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے بعد جب ممبرات لجنہ اپنے اجلاس کے لیے اکٹھی ہوتیں تو ہم بچیاں باہر کھیلتی رہتیں۔ ایک دفعہ میں نے ان بچیوں کو اکٹھا کر کے لجنہ کے اجلاس والے کمرہ کے باہر بچھے تخت پوش پر سب بچیوں کو بٹھا کر ان کا اجلاس شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مصلح موعودؓ کا وہاں سے گزر ہوا اور پوچھا۔ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے عرض کی کہ ہم چھوٹی لجنہ ہیں اور ہم اپنا اجلاس کر رہی ہیں۔ آپؓ نے خوشی کا اظہار فرمایا اور ہمیں ناصرات الاحمدیہ یعنی ''احمدیت کی مددگار بچیاں'' نام دیا۔

سامعات! اس کے مقاصد میں سے ایک یہ تھا کہ جب بچی 15 سال کی عمر کو پہنچ کر لجنہ کا حصہ بنے تو اس کی بنیادی تربیت اس درجہ تک ہو چکی ہو کہ بالغ عمری میں وہ عورتوں کو دینی اور دنیاوی ترقی میں نمایاں کردار ادا کرے اور معاشرے میں ان کے کھوئے ہوئے حقوق کے حق میں آواز بلند کرے اور اپنے عمل سے ان کو ان کا مقام و مرتبہ یاد دلائے جو اسلام نے انہیں عطا کیا ہے۔ اس کے نصب العین میں حیا، لباس، رہن سہن اور آداب زندگی میں شائستگی اختیار کرنا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے ناصرات کو Modesty is the part of Faith کا ماٹو دیا ہے۔

پیاری بہنو! ناصرات الاحمدیہ نے ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ ہر کام میں تعاون اور ہر مقصد کو پانے کے لیے اپنے وقت اور مال کی قربانی پیش کی ہے اور کرتی رہے گی، ان شاء اللہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد خدیجہ برلن، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن، مسجد فضل لنڈن اس بات کی گواہ رہیں گی کہ ان کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ جماعت احمدیہ کی ننھی کلیوں ناصرات الاحمدیہ کی پاکٹ منی اور عیدیوں کا حصہ شامل ہے اور انہوں نے اپنی کُجیاں توڑ کر جمع پونجی مساجد کی تعمیر میں ادا کیں۔ ہر قربانی اپنے ساتھ پھل پھول لاتی ہے جماعت احمدیہ کی یہ چھوٹی کلیاں جن کے ابھی کھیلنے اور کھانے کے دن ہوتے ہیں اپنے عہد کے ان الفاظ اور بڑی ذمّہ داریوں کو جب مل کر دہراتی ہیں کو وہ اپنی آئندہ آنے والی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے نصب العین کا تعین کر رہی ہوتی ہیں اور یہ اعلیٰ مقاصد انہیں سوسائٹی کی بے راہ رویوں سے بچانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 202، روزنامہ الفضل آن لائن 3/ اگست 2022ء)

میری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ آسٹریلیا کی Virtual ملاقات مؤرخہ 19/ دسمبر 2020ء میں ناصرات کی تربیت کے بارے میں فرمایا:

”شروع میں ہی بچیوں کو بتائیں کہ تمہارا لباس حیادار ہونا چاہیے۔ جب وہ بڑی ہوں اور لجنہ میں شامل ہوں تو پھر ان کو پتہ ہو کہ حیاء دار لباس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو قرآن میں آیا ہے۔ جو بچپن سے ٹریننگ دیں گی تو تبھی وہ معیار کبیر کی ناصرات بن کر اور لجنہ میں آکر حیادار لباس پہنیں گی۔ ان کو بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ ناصرات کی عمر میں لجنہ کے کئی مسائل حل

ہو جاتے ہیں اس لیے ابھی سے تربیت کر لیں۔ یہ بہت بڑا کام ہے۔ ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ احمدیت کیا چیز ہے؟ میں کیوں احمدی ہوں؟ میرا ایمان کیا ہے؟ میری ذمّہ داریاں کیا ہیں؟ ہمارے پاس حدیث ہے قرآن بھی ہے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے تو مسیح موعودؑ کیوں آئے اور کس لیے آئے؟ یہ چیزیں بچپن سے ہی ذہنوں میں ہونی چاہئیں۔ بڑے مسائل تو لوگ سیکھ لیتے ہیں مگر جب یہ بنیادی چیزیں ہوں گی تو وہ آگے بڑھ سکیں گی اس کے بعد دیکھیں گی کہ

آپ کی لجنہ کی اگلی نسل جو آئے گی وہ اس سے بھی بہتر ہو گی جو موجودہ لجنہ کی نسل ہے۔"

(لجنہ اماء اللہ کے سو سال صفحہ 203-204، روزنامہ الفضل آن لائن مورخہ 3 / اگست 2022ء)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ناصرات کی کما حقہ تربیت کے فرائض ادا کرنے کی توفیق دے اور ناصرات کو ان تمام امور پر عمل کر کے خلیفۃ المسیح کی تمنا پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿37﴾ ﴿مشاہدات۔169﴾

ہم چھوٹی لجنہ۔ناصراتُ الاحمدیہ کے فرائض

معزز بہنو! میری تقریر کا عنوان ہے۔ **ہم چھوٹی لجنہ۔ ناصراتُ الاحمدیہ کے فرائض**

اے شاد! گمان مت کر کمزور نہیں ہیں ہم
جب وقت پڑا اپنی جانیں بھی گنوادیں گے ہم

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے جب خواتین کے لیے لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم فرمائی تا کہ عورتیں علم اور عمل کے میدان میں آگے بڑھیں تو ان کو دیکھ کر جماعتِ احمدیہ کی ننھی منی بچیوں کے دلوں میں بھی نیکی کرنے اور اپنی ماؤں کی طرح بڑھ چڑھ کر جماعت کے کاموں میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اس بارہ میں حضرت مصلح موعودؓ کی صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ فرماتی ہیں کہ لجنہ اماء اللہ کے قیام کے کچھ سالوں کے بعد ناصراتُ الاحمدیہ کی بنیاد ڈالی گئی جو کہ سات سے پندرہ سال تک کی بچیوں کی تنظیم ہے۔ جب لجنہ اماء اللہ کی تنظیم قائم ہوئی اور ان کے اجلاسات ہوتے تھے تو ہم بچیاں باہر کھیلتی رہتی تھیں۔ ایک دن مَیں نے ان کو اکٹھا کیا۔ اندر کمرے میں لجنہ کا اجلاس ہو رہا تھا مَیں نے باہر تخت پوش پر سب بچیوں کو بٹھایا اور کہا۔ آؤ! ہم بھی اجلاس کرتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد حضرت مصلح موعودؓ تشریف لائے ہمیں دیکھا تو پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ مَیں نے کہا **ہم چھوٹی لجنہ ہیں** اور ہم اپنا اجلاس کر رہی ہیں۔ آپؓ بہت خوش ہوئے اور ہمیں ''ناصراتُ الاحمدیہ'' کا نام دیا جس کے لغوی معنی ہیں۔ ''احمدیت کی مددگار بچیاں''۔ ابتدائی طور پر جولائی 1928ء میں صاحبزادی امۃ الحمید صاحبہ بنت حضرت مرزا بشیر احمدؓ کی کوشش سے چھوٹی لجنہ قائم ہوئی اور کچھ عرصہ بعد صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی تحریک پر ناصراتُ الاحمدیہ کی تنظیم کی بنیاد پڑی۔ چوہدری خلیل احمد ناصر صاحب سابق انچارج احمدیہ مشن امریکہ کا بیان ہے کہ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ نے مجھ سے ایک سے زائد مرتبہ کہا کہ خدامُ الاحمدیہ کی تنظیم کی طرز پر احمدی لڑکیوں کی تنظیم قائم ہونی چاہیئے۔ چنانچہ باہم مشورہ کے بعد طے پایا کہ صاحبزادی موصوفہ ایک خط کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح

الثانیؓ سے سفارش کریں اور یہ بھی گزارش کریں کہ اس تنظیم کا نام بھی حضور خود تجویز فرمائیں۔ صاحبزادی امۃ الرشید صاحبہ کی کوششوں سے ہی "ناصراتُ الاحمدیہ" جو کہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم کا ہی ایک حصہ ہے کی بنیاد پڑی اس تنظیم کے مقاصد میں یہی شامل ہے کہ ایک بچی جب پندرہ سال کی عمر تک پہنچ کر لجنہ اماءِ اللہ کا حصہ بنے تو اس کی بنیادی تربیت اس درجہ تک ہو چکی ہو کہ بالغ عمری میں وہ عورتوں کی دینی اور دنیاوی ترقی میں نمایاں کردار ادا کر سکے۔ اس تنظیم کی سربراہ ملکی اور مقامی سطح پر سیکرٹری ناصرات کہلاتی ہے۔ ایک ناصرہ پندرہ سال کی شعوری عمر تک اپنی تنظیم سے منسلک رہنے کی تربیت پا کر وہ لجنہ اماء اللہ کی تنظیم میں قدم رکھ دیتی ہے۔

معزز بہنو! ناصراتُ الاحمدیہ عمر کے لحاظ سے تین درجوں میں منقسم ہے۔

1. سات سے دس سال کی بچیاں۔ معیار سوئم
2. دس سے بارہ سال کی بچیاں۔ معیار دوئم
3. بارہ سے پندرہ سال کی بچیاں۔ معیار اوّل

اس تنظیم کے ذریعہ خاص طور پر بچیوں کی تربیت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ جن کی عمریں 7 سے 15 سال تک کی ہیں۔ ان کو دین سے غافل اور بددل اور سست بنانے کی بجائے چست، ہوشیار اور تکالیف برداشت کرنے والیاں بنایا جاتا ہے۔ ان کے فرائض میں یہ بات بھی داخل ہے کہ دین کے مسائل سیکھے جائیں۔ ارکانِ ایمان اور ارکانِ اسلام سے واقفیت ہو۔ دین کے مسائل جس قدر معلوم ہو۔ اس سے لجنہ اپنی بچیوں کو آگاہ کریں۔ ناصرات کو اپنے اندر خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کرنی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے کرام کی اطاعت کا مادہ اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ ہمیں اسلام کی خاطر اور اس کی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرنے کا جوش اپنے اندر پیدا کرنا چاہیے۔

پیاری ناصرات! جس طرح ہر تنظیم کا ایک عہد ہے اسی طرح ناصراتُ الاحمدیہ کا بھی ایک عہد ہے جس کو ہم سب اپنے اجلاسات میں دہراتی ہیں۔

وہ عہد یہ ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

"مَیں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی اور خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی۔ ان شاء اللہ

ناصراتُ الاحمدیہ کے اس عہد میں سب سے پہلی بات جو شامل ہے وہ ہے "اپنے مذہب ملک اور قوم کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گی"

ناصرات الاحمدیہ نے ہمیشہ لجنہ اماء اللہ کے شانہ بشانہ اپنے وقت اور مال کی قربانی پیش کی ہے اور کرتی رہے گی۔ ان شاء اللہ۔ مسجد مبارک ہیگ ہالینڈ، مسجد خدیجہ برلن، مسجد نصرت جہاں کوپن ہیگن، مسجد فضل لنڈن اس بات کی گواہ ہیں کہ ان کی تعمیر میں لجنہ اماء اللہ کے شانہ بہ شانہ ننھی ناصراتُ الاحمدیہ کا بھی حصہ شامل ہے۔ ہر قربانی اپنے ساتھ پھل پھول لاتی ہے۔ ناصراتُ الاحمدیہ کی یہ چھوٹی چھوٹی کلیاں اپنے عہد کے ان بڑے الفاظ اور بڑی ذمّہ داریوں کو جب مل کر دہراتی ہیں تو وہ اپنی آئندہ آنے والی زندگی کے اعلیٰ مقاصد کے نصب العین کا تعین کر رہی ہوتی ہیں۔

ناصرات کی مالی قربانیوں کے بے شمار واقعات ہیں کہ نہ صرف لجنہ اماء اللہ مالی قربانی میں پیش پیش رہتی ہے بلکہ ناصرات بھی اسی جذبہ کے تحت اپنے پیارے آقا کی خدمت میں ہر وقت قربانی کے لیے تیار رہتی ہے۔ یہاں میں آپ کے سامنے دو چھوٹے چھوٹے واقعات بیان کروں گی جو کہ ہمارے پیارے حضور نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا۔

"انڈیا سے انسپکٹر وقف جدید منور صاحب ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جماعت ساندھن صوبہ یوپی کے دورے کے دوران ایک دوست کے پاس چندہ وقف جدید کی وصولی کے لئے گئے تو انہوں نے اپنی پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ابھی حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ کل صبح آجائیں پھر دیکھتے ہیں۔ کہتے ہیں اگلے روز میں دوبارہ ان کے گھر گیا تو موصوف نے بتایا کہ پیسوں کا انتظام نہیں ہوا۔ ان بچوں کو دیکھیں۔ بچوں میں قربانی کی کتنی روح ہے۔ ان کی چھوٹی بیٹی پاس کھڑی سن رہی تھی وہ اپنے والد کے پاس آکر کہنے لگی کہ آپ

نے مجھے وعدہ کیا تھا کہ سردی بڑھ رہی ہے اور آپ مجھے سردیوں میں جوتے خرید کر دیں گے۔ آپ نے میری سردی کے جوتوں کے لئے جو رقم رکھی ہوئی ہے وہ مجھے دے دیں۔ بچی نے ضد کر کے اپنے والد سے یہ رقم حاصل کی اور ساری چندہ وقف جدید میں ادا کر دی اور کہنے لگی کہ جوتے تو بعد میں بھی آتے رہیں گے پہلے چندہ لے لیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5؍ جنوری 2018ء)

معزز ناصرات! "صدر لجنہ کینیڈا کہتی ہیں کہ ایک مجلس کے دورے کے دوران ایک خاتون نے بتایا کہ ان کی بارہ سال کی بچی کو سکول کی طرف سے اسّی ڈالر کا انعام ملا۔ اس سے وہ اپنی مرضی کا کچھ خریدنا چاہتی تھی لیکن سیکرٹری وقف جدید کی تحریک پر اس نے انعام کی یہ ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ وہ کہتی ہیں اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اس طرح نوازا کہ اگلے دن عبد السلام سائنس فیئر میں اس کی پہلی پوزیشن آئی اور اسے تین سو ڈالر کا انعام مل گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس بچی کے ایمان اور اعتقاد کو پختگی عطا فرمائی۔"

(خطبہ جمعہ 4 جنوری 2019ء)

پیاری بہنو! ہمارے عہد میں دوسری اہم بات "ہمیشہ سچائی پر قائم رہوں گی" ہے۔ لہذا ہمیں ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا ہے۔ جھوٹی تعریف، جھوٹی نمود و نمائش، جھوٹی گواہی، جھوٹا مذاق یعنی ہر طرح کے جھوٹ سے اجتناب کرنا ہے۔ ایک سچے مذہب کو مانتے ہوئے ہمیشہ سچ کا ساتھ دینا ہے۔ اس طرح ہم اسلام کی سچائی کے نور پر قائم رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندیوں میں شامل ہوں گیاور خلافت احمدیہ سے بھی اپنی وفاداری ثابت کریں گی۔ ان شاء اللہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 19۔ اکتوبر 2003ء کو لجنہ و ناصرات یوکے کے سالانہ اجتماع کے موقع پر فرمایا۔

"سچ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اگر یہ پیدا ہو جائے تو تقریباً تمام بڑی بڑی برائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور نیکیاں ادا کرنے کی توفیق ملنا شروع ہو جاتی ہے۔"

پیاری ناصرات! ہمارے عہد کی تیسری اہم بات یہ ہے کہ "خلافت احمدیہ کے قائم رکھنے کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار رہوں گی" ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت جیسی عظیم نعمت سے نواز رکھا ہے۔ جس کی

برکات دائمی ہیں اور ہم سب اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں جس کی حفاظت کے لیے ہم کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ناصرات کے معنوں کو مدنظر رکھ کر خلافت کے مددگار بنائے۔

پیاری ناصرات! یاد رکھیں! جس طرح لجنہ اماء اللہ نے خلافت کی حفاظت اور اس کی اطاعت کرنی ہے بالکل اسی طرح ہم ناصرات پر بھی خلافت کی حفاظت فرض ہے۔ اس خلافت کی حفاظت کرنے، اس کے لیے قربانی کرنے میں ہی ہماری بقا ہے خلافت کی ترقی سے ہی ہماری کامیابی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو خالص ہو کر خلافت کے مطیع اور فرمانبردار ہوں گے یہی لوگ حقیقی رنگ میں خلافت سے وفا کا تعلق رکھنے والے ہیں۔ خلافت کی حفاظت کرنے والے ہیں اور خلافت ان کی حفاظت کرنے والی ہے۔ خلیفہ وقت کی دعائیں ان کے ساتھ ہوں گی۔ ان کی تکلیفیں خلیفہ وقت کو ان کے لیے دعائیں کرنے کی طرف متوجہ کرنے والی ہوں گی۔ یہ اعمال صالحہ بجالانے والے ہی ہیں جن کا خلافت سے رشتہ اور خلافت کا ان سے رشتہ خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 28 مئی 2021ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ اس حبل اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارو مدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 30 مئی 2003ء)

خلافت سے ہی برکتیں ہیں یہ ساری
رہے گا خلافت کا فیضان جاری

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ناصرات بھی عہد کرتی ہیں۔ ان کو بھی اپنے عہدوں کو نبھانا چاہئے۔ چودہ پندرہ سال کی عمر ہوش کی عمر ہوتی ہے اور اچھا برا سمجھنے کی عمر ہوتی ہے اور یہ آخری عمر ہے ناصرات کی اور اس عمر میں ہی بہت ساری خواہشات بھی ہوتی ہیں۔ اگر دنیا کی طرف نظر ہو تو دنیاوی خواہشات دین پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہر احمدی بچی کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور اپنے عہد کو بار بار دہراتے رہنے کی ضرورت ہے تا کہ ہر احمدی بچی بجائے فضول دنیاوی خواہشات کے پیچھے چلنے کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے کوشش کرنے والی ہو۔ اور وہ اعلیٰ مقاصد ناصرات کے عہد میں یہ بیان کئے گئے ہیں کہ مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے تیار رہنا، ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا، خلافت احمدیہ کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا۔ پس اگر ہماری بچیاں اس عہد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں تو جہاں اپنی زندگیاں محفوظ کر لیں گی وہاں آئندہ نسلوں کی زندگیوں کو بھی محفوظ کرنے والی ہوں گی اور انہیں خلافت سے جوڑنے والی ہوں گی۔"

(خطبہ جمعہ 30/ ستمبر 2016)

ان باتوں کے علاوہ ہم ناصرات کا فرض ہے کہ ہم نماز پڑھیں۔ ہر روز پانچ نمازیں جو اللہ تعالیٰ نے فرض قرار دی ہیں ان کو پڑھیں۔ نماز سادہ سیکھیں۔ پھر ترجمہ یاد کریں۔ دعائیں یاد کریں۔ عہد میں ہم اس بات کی گواہی دیتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے سردار ہیں۔ تو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اس کے لئے قرآن کریم پڑھنا ہے۔ پھر اس کا ترجمہ سیکھنے کی کوشش کرنی ہے؛۔ عربی زبان کو سیکھنا ہے۔ تاہم خدا کا کلام اچھے طریقے سے سمجھ کر پڑھیں۔

ایمان مجھ کو دے دے عرفان مجھ کو دے دے
قربان جاؤں تیرے قرآن مجھ کو دے دے

اپنے دین کی خاطر چندہ بھی دینا ہے۔ اور حضور انور ایدہ اللہ کی تمام باتوں پر عمل کرنا ہے۔ اس کے لئے ہمیں ہر روز ایم ٹی اے دیکھنا ہے۔ حضور کی بچیوں کے ساتھ کلاسیں دیکھنی ہیں۔ ہر جمعہ کو حضور کا خطبہ ایم ٹی اے پر دیکھنا اور سننا ہے۔

وہ دل مجھے عطا کر جو ہو نثار جاناں
جو ہو فدائے دلبر وہ جاں مجھ کو دے دے

بچیوں کی دینی تعلیم، تربیت، کردار، شخصیت کے اٹھان اور اعتماد میں بلا شبہ ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم کا ایک بڑا ہاتھ ہوتا ہے جو ان کی ساری زندگی کے بقیہ ادوار میں نظر آتا ہے۔ بچپن سے ہی اطاعت کے جذبے کے ساتھ جماعتی نظام میں تربیتی امور کی ٹریننگ حاصل کرنے کی وجہ سے لجنہ اماء اللہ میں پہنچنے تک ان کی شخصیت میں ایک اعتماد اور وقار پیدا ہو جاتا ہے۔

احمدی بچیوں کی تربیت کے لئے حضور انور ایدہ اللہ نے بارہا ارشادات سے نوازا ہے۔ اسی حوالہ سے اپنے ایک پیغام میں فرمایا:

"لجنہ اماء اللہ بھی جماعت کی ذیلی تنظیموں میں سے ایک ہے جس کی آگے ایک شاخ ناصرات الاحمدیہ کہلاتی ہے جو پندرہ سال تک کی احمدی بچیوں کی تنظیم ہے۔ پس آپ خدا کے فضل سے جماعت کے مستحکم اور فعالی تنظیمی ڈھانچے کا حصہ ہیں جس کا کام اسلام اور احمدیت کی تعلیمات سے سب دنیا کو آگاہ کرنا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ آپ کی دینی معلومات وسیع ہوں۔ اپنے عقائد سے بخوبی واقفیت ہو اور اسلامی تعلیمات کی پابندی کرتی ہوں۔ مثلاً حیادار لباس پہنیں، کوٹ و برقع کی عمر ہو تو اس کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلیں۔ بیہودہ مجالس، غیر اخلاقی دوستیوں اور انٹرنیٹ اور موبائل فون وغیرہ کی بُرائیوں سے خود کو بچا کر رکھیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب "کشتیٔ نوح" میں بد رفیق اور خراب مجلسوں کو نہ چھوڑنے والوں کو بڑا سخت انذار فرمایا ہے۔ پس اس تعلیم کو ہمیشہ یاد رکھیں۔

ناصرات کی عمر تعلیم کی عمر ہے۔ اپنی تعلیم پر خاص دھیان دیں اور بہتر مستقبل کے لئے محنت کریں اور دعاؤں سے کام لیں۔ آپ اپنی مصروفیات ایسی بنائیں جن سے آپ کی دین سے محبت ظاہر ہوتی ہو۔ مثلاً ہر جمعہ کو جب میرا خطبہ ایم ٹی اے پر نشر ہو تو اسے سننے کا اہتمام کریں۔ کچھ باتیں ساتھ ساتھ نوٹ بھی کریں تاکہ پوری توجہ خطبے کی طرف مرکوز رہے۔ جن باتوں کی سمجھ نہ آئے گھر میں کسی بڑے سے پوچھ لیں۔

اس سے آپ کا خلیفۂ وقت سے ذاتی تعلق قائم ہو جائے گا۔ دینی علم بڑھے گا۔ سوچ اور خیالات پاک ہو جائیں گے اور خدمتِ دین اور جماعتی پروگراموں میں شمولیت کا جذبہ تقویت پائے گا۔ یاد رکھیں کہ آپ جتنا اپنے آپ کو دین کے قریب رکھیں گی اتنا معاشرتی آلودگیوں سے محفوظ رہ سکیں گی۔ اسی سے سکونِ قلب عطا ہو گا۔"

(پیغام برائے لجنہ اماء اللہ جرمنی مطبوعہ سہ ماہی رسالہ "گلدستہ" 20، مارچ 2017ء، مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 9، جون 2017ء)

ہیں دین کی ناصرات ہم، بہار کائنات ہم
خدا کی ناصرات کی یہ جماعت دیں سکھائے گی
صراط حق پہ اک دن ساری دنیا کو چلائے گی

۞۞۞۞

﴿38﴾ ﴿مشاہدات۔1221﴾

گلشنِ احمد کی ہیں ہم چہچہاتی بُلبلیں

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۔ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (ابراہیم: 25-26)

یعنی کیا تو نے غور نہیں کیا کہ کس طرح اللہ نے مثال بیان کی ہے ایک کلمۂ طیبہ کی ایک شجرۂ طیبہ سے۔ اس کی جڑ مضبوطی سے پیوستہ ہے اور اس کی چوٹی آسمان میں ہے۔ وہ ہر گھڑی اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل دیتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

گلشنِ احمد کی ہیں ہم چہچہاتی بلبلیں
گنگناتی کوئلیں اور مسکراتی بلبلیں
ہم ہی اس گلشن کی رونق، ہم ہی اس کی شان ہیں
ہم فدائے احمدِ مرسلؐ، فدائے جان ہیں
دین کی خاطر ہمیشہ جان بھی قربان ہے
ہم کو اپنے پیارے آقاؑ کا یہی فرمان ہے

(مبارک احمد ظفر صاحب)

میری پیاری بہنو! مجھے آج آپ کے سامنے "گلشن احمدؑ کی ہیں ہم چہچہاتی بُلبلیں" پر گفتگو کرنے کی ذمّہ داری سونپی گئی ہے۔ شاعر نے جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں سے سب سے پہلی ترتیب پانے والی تنظیم لجنہ اماء اللہ کی ایک شاخ "ناصرات الاحمدیہ" کو مخاطب کیا ہے۔ یہ 7 سال سے 15 سال کی بچیوں کی تنظیم ہے۔ جس کا اپنا ایک عہد ہے۔ اس کی مدر باڈی (Mother Body) تو جماعت احمدیہ ہے۔ جس کی بنیاد حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے رکھی۔ جو "احمدؑ" کے نام سے بھی جانے پہچانے لگے۔

شاعر نے اس مصرع میں "گلشنِ احمدؑ" کہہ کر حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ کو ہی مخاطب کیا ہے اور "گلشن" سے مراد باغ، چمن، باغیچہ اور پھلواڑی کے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ 1882ء کی بات ہے کہ مَیں نے ایک کشف دیکھا کہ

"ایک باغ لگایا جارہا ہے اور میں اس کا مالی مقرر ہوا ہوں"

یعنی یہ وہ مبارک اور مقدّس باغ ہے جس کے پہلے باغبان اور مالی خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہیں۔ جس کی ہم بلبلیں ہیں اور وہ بھی چہچہاتی ہوئی۔ بُلبل ایک نہایت خوبصورت خوش آواز پرندہ ہے۔ جس کا دوسرا نام عندلیب (Nightingale) ہے۔ بُلبل ایک خوبصورت پرندہ ہے۔ یہ خوبصورتی گو دوسرے اَور پرندوں میں بھی نظر آتی ہے۔ مگر بُلبل کی خوبی یہ ہے کہ خوشی میں حمد وثنا کی نغمہ سرائی کرتی ہے۔ ترنّم میں وہ بولتی اور گنگناتی ہے۔ ایک اور دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک طرف گلشنِ احمد کی شاخیں چھوٹے بڑے باغیچوں کی صورت میں ساری دنیا میں وجود میں آرہے ہیں۔ دوسرا بُلبل ایک ایسا عالمگیر پرندہ ہے جو دنیا کے اکثر ممالک میں پایا جاتا ہے یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ گلشنِ احمدؑ کی ناصرات بُلبل کی طرح دنیا کی 220 ممالک اور جزائر میں چہچہا رہی ہیں۔

ہیں دیں کی **ناصرات** ہم بہار کائنات ہم
رواں دواں، رواں دواں ہیں چشمۂ حیات ہم

پیاری ناصرات! آئیں! ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ہم گلشنِ احمدؑ کی چہچہاتی بلبلیں ہیں اور لازماً ہیں تو پھر ہمیں کیا چہچہانا چاہیے۔ کیا گنگناتے رہنا چاہئے۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کے نغمے گانے ہیں، اُس کا شکر ادا کرنا ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کا بار بار ورد کرنا ہے۔ اللہ اکبر، سبحان اللہ بلند آواز سے خوبصورت آواز سے ترنّم میں پڑھیں۔ ہمارے گھروں اور صحنوں کے کونے کونے اِن حمدی ترانوں سے متبرّک ہونے چاہیے۔ گلشنِ احمدؑ کے بانی باغبان اور بعد میں آنے والے پانچوں باغبانوں یعنی خلفاء نے وقتاً فوقتاً جن تسبیحات کی طرف توجہ دلائی ہے اُس کو بلند اور سریلی آوازوں میں پڑھیں۔ ابھی حال ہی میں ہمارے پیارے موجودہ امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر آجکل کے

حالات کے تحت حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ کی بتائی ہوئی تحریک کو زندہ کر کے بچوں اور بچیوں کو درود شریف تینتیس (33) دفعہ پڑھنے کی تلقین فرمائی۔ چھوٹی عمر کے جو بچے ہیں ان کو ان کے ماں باپ تین 3، چار 4، دفعہ درود شریف پڑھائیں۔ اسی طرح استغفار اور رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ کی دعا سو سو دفعہ پڑھنے کی بھی تلقین فرمائی۔

(خطبہ جمعہ 23/ اگست 2024ء)

اگر حمدِ الٰہی ہی کی بات کریں تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فتوحات اور ترقیات کے بعد ذکرِ الٰہی اور حمدِ الٰہی کی ترغیب دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ **اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ** کے بعد **فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ** کا حکم دیتا ہے۔ پھر سورۃ النصر میں **اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا** کے بعد فرمایا **فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ**۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اہم کام جو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہے۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 21)

دوسرے نمبر پر آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خوش الحانی آواز میں درود پڑھتے رہنا ہے اور اپنے ماحول کو جب درود سے معطّر کریں گے تو فرشتوں کا نزول ہو گا اور دعاؤں کی قبولیت کی ضمانت ملتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ اللہ اور اُس کے فرشتے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اے مومنو! تم بھی رسول اللہ پر درود و سلامتی بھیجا کرو (الاحزاب: 57)۔ اللہ تعالیٰ کے رسول پر درود پڑھنے کو تسبیحات کے بعد نمبر اس لئے دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ** (ال عمران: 32) کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ گویا اللہ کی محبت اور اس کی تسبیحات کا مکمل حق ادا کرنے کے لئے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی ضروری ہے۔ اسی بناء پر خاکسار نے اللہ تعالیٰ کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے۔

پیاری بہنو! اللہ اور اُس کے رسول کے بعد قرآن کریم سے محبت و عشق کے نغمے خوش الحانی سے گانا ناصرات کی ذمّہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا** (المزمل:5) کہ قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کرو۔ قرآن کو بڑے پیار سے، محبت سے، اچھی آواز سے پڑھنا اور اُس کی تلاوت کے حوالہ سے قرآن کریم میں بے شمار جگہوں پر ذکر ملتا ہے۔ صبح کے وقت گنگنا کر پڑھنا ایسا مبارک فعل ہے کہ آخری روز یہ پڑھا ہوا قرآن گواہ کے طور پر پیش ہو گا۔ ترنّم سے قرآن کریم پڑھنا بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور درود کے توسّط سے براہ راست اللہ تعالیٰ کی تسبیحات سے تعلق قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ العلق آیت 2 میں **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ** میں فرماتا ہے کہ اپنے رب کا نام لے کر پڑھ۔ ایک جگہ تعوّذ کے ساتھ قرآن کریم پڑھنے کی تلقین ملتی ہے۔ (النحل:99)

گلشنِ احمدؑ کی بلبلوں یعنی ناصرات کو قرآن کریم کی تلاوت روزانہ کر کے چہچہانا چاہیے۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ قادیان اور پھر ربوہ میں ہر احمدی گھر سے صبح سویرے قرآن کریم بلند آواز سے پڑھنے کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور غیر یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کسی گھر سے قرآن کریم کی تلاوت کی آواز آئے تو سمجھیں وہ احمدی کا گھر ہے۔ ویسے تمام خلفاء تلاوتِ قرآن کی طرف توجہ دلاتے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے باقاعدہ قرآن کی ایک نظارت قائم فرمائی۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے قادیان اور ربوہ کی طرز پر گھروں میں تلاوت کرنے کی طرف توجہ دلائی اور فرمایا۔ آپ کے گھروں میں سے ترنّم کے ساتھ تلاوت کی آوازیں ہونی چاہیے۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"کوئی احمدی کبھی بھی ایسا نہ رہے جو کہ روزانہ قرآن کریم کی تلاوت نہ کرتا ہو، کوئی احمدی ایسا نہ ہو جو اس کے احکام پر عمل نہ کرتا ہو۔ اللہ نہ کرے کہ کبھی کوئی احمدی اس آیت کے نیچے آجائے کہ اس نے قرآن کریم کو متروک چھوڑ دیا ہو۔ پس اس کے لئے توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جو کمیاں ہیں ہر ایک کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ ہمارے اندر کوئی کمی تو نہیں ہم نے قرآن کریم کو چھوڑ تو نہیں دیا۔ تلاوت باقاعدگی سے ہو رہی ہے یا نہیں۔"

(خطبہ جمعہ 24/ ستمبر 2004ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں ترنّم اور خوش الحانی سے نغمے گانے کے بعد دَورِ اُخروی میں آتے ہیں۔ اُس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالے سے نغمے بلند آواز سے گانے ہیں۔ عقائد احمدیت کی تبلیغ کرنی ہے۔ آپؑ کے منظوم کلام کو ترنّم سے پڑھنا اور یاد کرنا ہے۔ نیز آپؑ کی کتب میں درج تعلیمات پر عمل کرنے کے لئے یاد کرنا اور دوسروں تک پہنچانا ذمّہ داری ہے۔ اسلام احمدیت کی جتنی تشہیر کی جائے کم ہے۔ اس کے لئے میڈیا کا ہر ذریعہ زیرِ استعمال کریں اور یہ نغمے گائیں اُس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں کہ اِن نغموں کی آوازیں ساری دنیا تک نہ پہنچ جائیں۔ آج کے دَور کا بہترین اور خوبصورت نغمہ حضرت خلیفۃُ المسیح کے خطبات، خطابات اور This week with Huzur میں حضور کی گفتگو ہے جس کی نغمہ سرائی اِس حد تک ضروری ہے کہ ہر احمدی بچی کو اِسے نہ صرف خود سننا چاہئے بلکہ بُلبلیں بن کر ساری دنیا میں اس کی نغمہ سرائی کریں۔ جس طرح بُلبل دنیا بھر میں حمد اور شکرانے کے نغمے الاپتی ہے اور اس کی سریلی آواز سے ماحول خوشگوار ہو جاتا ہے۔ اس کے سریلے اور میٹھے بول ماحول میں بسنے والے لوگوں کو بھی حمدِ الٰہی اور شکرِ الٰہی کی طرف مجبور کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ہماری ہر ناصرہ ایسے رنگ میں نغمہ سرائی کرے کہ اُس کے میٹھے بول ہر بندے کے کانوں میں رس گھولے اور اسے بھی حمدِ الٰہی کی طرف مجبور کرے کہ ہر طرف سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہونے لگے۔

ہمارے گھروں میں ہونے والی فیملی کلاسز بھی جنت کے باغات ہیں۔ جہاں بلبل کی نغمۂ سرائی سنائی دیتی ہے۔ پھر ہمارے حلقوں، محلوں اور جماعتوں میں ہونے والے اجلاسات بھی ذکر کی مجالس ہیں۔ ان کی اہمیت اور افادیت سے کسی کو کوئی انکار نہیں۔ جن میں ہر احمدی ناصرہ کو شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا شمار بھی اسی قسم کے باغوں میں ہوتا ہے۔ جن میں جا کر ایک احمدی ان تمام باغوں کی سیر کر لیتا ہے جہاں ذکر کے نغمے گائے جا رہے ہوتے ہیں۔ ذکر کی مجالس درحقیقت صحبت صالحین ہی ہیں۔ جس کا ذکر قرآن کریم اور احادیث میں جابجا ملتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”ایسی دینی مجالس جہاں خدا تعالیٰ کا ذکر ہو رہا ہو اس مجلس کو فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ اُس وقت تک مجلس پر رحمتِ خداوندی کا سایہ رہتا ہے جب تک مجلس اپنے اختتام کو نہ پہنچ جائے۔“

(صحیح بخاری حدیث 6408)

یہاں اس امر کا اظہار کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ دنیا میں پائے جانے والے جانور، چرند پرند اور حشرات وغیرہ ذی عقل نہیں ہوتے مگر ہمارے لئے بڑے اہم سبق چھوڑ جاتے ہیں اور ہم ان جانوروں سے بہت پیار کرتے ہیں۔ لہٰذا بُلبل سے بھی سبق لینا چاہیے۔ سب سے بڑا سبق ہر وقت خوش رہنا اور اللہ کی نعمتوں کو دیکھ کر نہ صرف Enjoy کرنا ہے بلکہ نغمہ سرائی کر کے شکر ادا کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ تم اس کے حضور پاک دل لے کر آجاؤ۔ صرف شرط اتنی ہے کہ اس کے مناسب حال اپنے آپ کو بناؤ اور وہ سچی تبدیلی جو خدا تعالیٰ کے حضور جانے کے قابل بنا دیتی ہے اپنے اندر کر کے دکھاؤ۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ میں عجیب در عجیب قدرتیں ہیں اور اس میں لا انتہا فضل وبرکات ہیں مگر ان کے دیکھنے اور پانے کے لئے محبت کی آنکھ پیدا کرو۔ اگر سچی محبت ہو تو خدا تعالیٰ بہت دعائیں سنتا ہے اور تائیدیں کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 234۔ ایڈیشن 2003ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"ناصرات بھی عہد کرتی ہیں۔ ان کو بھی اپنے عہدوں کو نبھانا چاہئے۔ چودہ پندرہ سال کی عمر ہوش کی عمر ہوتی ہے اور اچھا بُرا سمجھنے کی عمر ہوتی ہے اور یہ آخری عمر ہے ناصرات کی اور اس عمر میں ہی بہت ساری خواہشات بھی ہوتی ہیں۔ اگر دنیا کی طرف نظر ہو تو دنیاوی خواہشات دین پر حاوی ہو جاتی ہیں۔ اس لئے ہر احمدی بچی کو بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے اور اپنے عہد کو بار بار دہراتے رہنے کی ضرورت ہے تا کہ ہر احمدی بچی بجائے فضول دنیاوی خواہشات کے پیچھے چلنے کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے کوشش کرنے والی ہو اور وہ اعلیٰ مقاصد ناصرات کے عہد میں یہ بیان کئے گئے ہیں کہ مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لئے تیار رہنا، ہمیشہ سچائی پر قائم رہنا، خلافت احمدیہ کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہنا۔ پس اگر ہماری بچیاں اس عہد کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں تو جہاں اپنی زندگیاں محفوظ کر لیں گی وہاں آئندہ نسلوں کی زندگیوں کو بھی محفوظ کرنے والی ہوں گی اور انہیں خلافت سے جوڑنے والی ہوں گی۔"

(خطبہ جمعہ 30/ ستمبر 2016ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عہد کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

خدائے پاک کی قسم! اُٹھا کے دین کا عَلم
بڑھیں گی جو قدم قدم ہمیں وہ مومنات ہیں
ہم احمدی بنات ہیں خدا کی ناصرات ہیں
بلند اپنے حوصلے کٹھن ہیں گرچہ مرحلے
ہمارے پاک ولولے جمالِ کائنات ہیں
ہم احمدی بنات ہیں خدا کی ناصرات ہیں

(منظوم کلام حضرت مولانا ظفر محمد ظفر۔ کلامِ ظفر صفحہ 142-143)

(کمپوزڈ: جہانزیب قریشی۔ بیلجئیم)

✿✿✿✿

﴿39﴾ ﴿مشاہدات۔16﴾

میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی

خدمت دین کو اک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالب انعام نہ ہو

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گی**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا کر انسان پر جہاں احسان عظیم کیا وہاں انسان سے اپنے نام اور توحید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے قربانی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ہمارے بزرگوں نے **"انفاق فی سبیل اللہ"** کی تشریح میں لکھا ہے کہ **"انفاق فی سبیل اللہ"** میں صرف اموال مراد نہیں بلکہ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں، اس کا وقت، اس کی جان، اس کی عزت اور خدا تعالیٰ کی دیگر عطایا وغیرہ بھی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام کے لئے خرچ کرنی چاہئے۔ انسان کو جو قیمتی وقت دیا ہے اس میں سے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اعلائے کلمہ حق اور معاشرہ میں اصلاح احوال اور مخلوق الٰہی کی تعلیم و تربیت کے لئے خرچ کرنا چاہئے تا شکرانہ کا حق بھی ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ایک مومن کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔

(الانعام:63)

اِس دنیوی دور میں (جب دین سے دوری عام ہے) حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتی تعلیمات کا ایک نچوڑ اور خلاصے کو بیعت کا حصہ بنا دیا کہ بیعت کے وقت ہر احمدی اس بات کا عہد کرے کہ **"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"**۔ یعنی میرے ہر کام، میری ہر حرکت اور ہر سکون میں دین ہی مقدم ہو گا نہ کہ دنیا۔

سامعات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"بیعت کے معنی ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے۔ تم لوگ جب اپنا بیل (Cow) دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

"اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفائے عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے۔"

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 17/ اکتوبر 2014ء)

پیاری بہنو! پھر حضور نے فرمایا:

"ہمارے ذمّہ جیسا کہ میں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔"

(خطبہ جمعہ 17/ اکتوبر 2014ء)

ان ارشادات کی روشنی میں خدمت دین کے جو بھی پہلو ہیں ان تمام کا احاطہ کر کے دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ **جس کا بہترین ذریعہ میٹنگز و اجلاسات ہیں۔**

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمّہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

پیاری بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **"ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ ان باغوں میں چرنے کی کوشش کیا کرو"** اس ارشاد نبویؐ سے اجلاسات کی اہمیت ظاہر و باہر ہے۔ ہمارے اجلاسات اور جماعتی میٹنگز میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور انہی مجالس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا سایہ مجلس کے اختتام تک رہتا ہے۔ بلکہ ایسی مجالس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ "ان سب کے لئے میری طرف سے مغفرت لکھ دو"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، خدمت دین کو مد نظر رکھ کر جماعتی میٹنگز میں شامل ہونے والوں کی عظمت و اہمیت اور ان کے بلند مقام اور ان کو ترغیب دلاتے ہوئے نیز جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا۔ جاؤ! تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ پس

اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا۔"

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اجلاسوں میں، اجتماعوں میں جلسوں میں آکر جو سیکھا جاتا ہے۔ وہیں چھوڑ کر نہ چلے جایا کریں۔ یہ تو بالکل جہالت کی بات ہو گی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 423)

پیاری بہنو! لجنہ اماء اللہ جرمنی کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 دسمبر 2009ء میں حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی کہ بعض ایسی ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہیں لیکن وہ میٹنگز، اجلاسات میں نہیں آتیں اور مرکز سے ان کا رابطہ بھی نہیں ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا:

"ان کے نام مجھے لکھ کر بھیجیں تا کہ ان کو وقف نو سے فارغ کیا جا سکے۔"

(الفضل انٹرنیشنل لندن 29 تا 4 جنوری 2010ء صفحہ 10)

پیاری بہنو! اجلاسات میں نیک اور مخلص خواتین کے صدق واستقلال کو دیکھ کر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نمازوں کی ادائیگی باجماعت ہو جاتی ہے۔ صف بندی، وقت کی پابندی، امیر و غریب کی تفریق، نظم وضبط، علم سیکھنے اور بڑھانے کے ذریعہ کے علاوہ یہ محافل پاک تبدیلیوں کا موجب بنتی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہ یہ اجلاسات روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہیں، دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک موقع پر ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کی ماؤں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ

"اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے بچے اچھے نمبروں میں پاس ہوں تو انہیں خدمت دین کرنے اور اجلاسات میں بھجوایا کریں۔"

اے ممبرات لجنہ! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روحانی تجارت اور روحانی ہجرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس مضمون پر غور کریں تو یہ بھی ہمیں جماعتی کاموں اور جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی طرف دعوت دیتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت دی، صلاحیتیں بخشیں، استعدادیں عطا کیں، وقت دیا اور سوچ کے لئے عقل عنایت کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، دوسرے جانوروں اور چرند پرند سے ممتاز کیا۔ بولنے کی قوت اور صلاحیت عطا کی ان تمام خداداد قوتوں اور صلاحیتوں، سوچوں کا درست اور صحیح استعمال اللہ کے دین کی خدمت ہی ہے۔ اس خدائے واحد و یگانہ کی عبادت میں شامل ہے۔

جس وقت خلیفۃ المسیح یا ان کے کسی نمائندہ کی طرف سے خدمت دین کے لئے بلایا جائے۔ کسی میٹنگ میں شمولیت کے لئے کہا جائے تو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے بھاگتے ہوئے اس میں شامل ہوں۔ یہی وہ روحانی تجارت ہے۔ جو انسان اپنے مالک حقیقی اور رب سے کرتا ہے اور اس کے منافع سے نہ صرف خود مستفیض ہوتا ہے بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی نسلیں بھی اس کے منافع سے حصہ لیتی رہتی ہیں۔ اور یہی وہ روحانی ہجرت ہے۔ جو اپنے مقام سے اس میٹنگ کے مقام تک اللہ کی خاطر کی جاتی ہے۔ جس کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں، فضل اور انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ یہی وہ لطیف مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

؎ سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے اور ایک خدا کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھی انسان کو دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کے جسمانی اعضاء اور طاقتیں بھی اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی رکھی ہیں جو اسے دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہیں۔ پس یہ انسان کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیتوں، اپنی ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو دیکھے اور ان ایجادات اور سہولیات کی طرف دیکھے جو ان صلاحیتوں کی وجہ سے اسے ملیں تو بجائے خدا سے دور

لے جانے کے اسے خدا کے قریب کرنے والی بنیں اور وہ اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے کے قابل ہو سکے۔"

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 178-179)

سامعات! دین سے انسان کی جہاں زندگی اور عمر میں برکت پڑتی ہے۔ وہاں اموال بھی بڑھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں کیا علم کہ اس (بیٹے) کی خدمت دین کی وجہ سے تمہیں رزق مل رہا ہے۔

جو شخص نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ انسانیت کے لئے کام کرتا ہے اور دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے وہ یَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ یعنی اس کا نام رہتی دنیا تک یادگار رہتا۔

دین کی خاطر وقت دینے والوں کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے لئے، خدا کے رسولؐ کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد والم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔"

حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح موعودؑ کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمت دین کا جوش تھا۔"

سامعات! حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک معرکہ آراء خطاب کے آخر پر احباب جماعت کو ان الفاظ میں بُلایا ہے۔

"اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لَرز جائیں

اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہائے تکبیر اور نعرہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیحؑ سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے، مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ 1953ء)

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا کہ حضور! آپ پر مری جان قربان۔ حضور نے جواباً تحریر فرمایا:

"اگر آپ اپنے کام سے وقت نکال کر جماعت کے کام میں صرف کریں گے تو پھر جان بھی قربان سمجھی جائے گی ورنہ اگر وقت نہیں تو جان کیسے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 نومبر 1993ء)

پیاری بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ نیوزی لینڈ سے مخاطب ہو کر جماعتی خدمات کی یوں ترغیب دلائی:

"حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا کہ مجھے ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے جو کام نہ کر سکیں۔ تربیت نہ کرنے کی وجہ سے سستیاں پیدا ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے کمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اگر تربیت کی ہوتی اور فیملیوں کو سنبھالا ہوتا تو فیملیاں نہ بگڑتیں۔ کوئی سُنّی سے بیاہی ہوئی ہے تو کسی کا رشتہ لاہوریوں میں ہوا ہے، کسی نے ہندو سے شادی کر لی ہے۔

حضور انور نے فرمایا خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کو کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ احمدیت تو ان شاء اللہ پھیلے گی۔ نئے آئیں گے اور مضبوط ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اپنی نسلوں کی تربیت نہ کرنے

کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے اس لئے ہوش کریں۔ اب باتیں چھوڑیں اور کام کرنے کی سکیم بنائیں اور Active ہو کر کام کریں۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد یہ کام کیا ہے کہ ہم پیغام پہنچائیں۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے باقی نتیجہ پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ آپ کی کوشش میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔"

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 150-151)

اے پیاری ممبرات! آج خلیفۃ المسیح آپ کو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی طرف دعوت دے رہے ہیں پس ہمارا فرض ہے کہ ہم جان مال وقت اور عزت کو ہمہ وقت قربان کرنے کے لئے نہ صرف خود تیار رہیں بلکہ اپنی اولاد اور جاننے والیوں کو قربانی کے اس میدان میں جھونک دیں۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: زکیہ فردوس کوآمل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿40﴾ ﴿مشاہدات۔11﴾

اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ

پردہ اعزاز ہے عورت کا تذلیل نہیں، تحقیر نہیں
جو رنگ حیا سے عاری ہو وہ عورت کی تصویر نہیں

آج میری تقریر کا عنوان ہے "حیا ایمان کا حصہ ہے"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں حیا کے مد مقابل لفظ بے حیائی کے لیے فحشاء اور فواحش کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ (الاعراف:29)

یقیناً اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

ایک موقع پر یَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ (النحل:91)

یعنی اللہ بے حیائی سے منع فرماتا ہے۔

پھر ایک مقام پر بہت واضح الفاظ میں فرمایا:

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ (الاعراف:34)

میرے ربّ نے محض بے حیائی کی باتوں کو حرام قرار دیا ہے وہ بھی جو اس میں سے ظاہر ہو اور وہ بھی جو پوشیدہ ہو۔

سامعات!

حیا کے ضمن میں ایک واضح حکم غض بصر کا قرآن کریم میں ملتا ہے۔ مومن مردوں کو مومن عورتوں سے قبل مخاطب ہو کر یہ حکم دیا گیا۔

یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ (النور:31)

کہ مومن مرد اپنی آنکھیں نیچی رکھیں۔

جبکہ مومن عورتوں کو مخاطب ہو کر فرمایا:

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ (النور:32)

کہ وہ مومن عورتیں اپنی آنکھیں نیچی رکھا کریں۔

سامعات!

قرآن کا یہ حکم بھی حیا ہی کا حصہ ہے۔ جیسا کہ مردوں کے لیے يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (النور:31) اور عورتوں کے لیے يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (النور:32) کے الفاظ میں اپنی اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
وہ اِک زباں ہے، عضو نہانی ہے دوسرا
یہ ہے حدیثِ سیدنا سید الوریٰ

حیا کے ضمن میں ایک بڑا حکم مومن عورتوں کو چہرہ کے پردہ کا حکم ہے۔ اس حوالہ سے تفصیلی حکم سورۃ الاحزاب آیت 60 اور سورۃ النور آیت 32 میں ملتے ہیں۔

سامعات!

اب میں حیا کا مفہوم احادیث کی روشنی میں بیان کروں گی۔

شرم و حیا کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین اسلام کا خاص خلق قرار دیا ہے۔ اس کی اہمیت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ کہہ کر مزید اجاگر کیا کہ ہر دین و مذہب کا ایک اپنا خاص خلق ہوا کرتا ہے۔ **اسلام کا خاص خلق حیا ہے۔**

(حدیقۃ الصالحین از ملک سیف الرحمٰن مرحوم صفحہ 767-768)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابقہ تمام انبیاء کے حکیمانہ اقوال میں سے ایک یہ ہے کہ إذا لم تستحیِ فاصنَعْ ما شئتَ

(بخاری کتاب الادب)

کہ جب حیا اٹھ جائے تو پھر انسان جو چاہے کرے۔ فارسی میں اس کا ترجمہ کسی نے یوں کیا ہے

"بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔"

پھر آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

حد سے بڑھی ہوئی بے حیائی ہر مرتکب کو بدنما بنا دیتی ہے اور شرم و حیا ہر حیادار کو حسن سیرت بخشتا ہے اور اسے خوبصورت بنا دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب البر و الصلۃ فی الفحش)

حضرت ابو سعید خدریؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپؐ ایک کنواری عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ جب آپؐ کسی چیز کو ناپسند کرتے تو اس کا اثر ہم آپؐ کے چہرہ مبارک سے محسوس کرتے تھے یعنی آپؐ کے چہرے کو دیکھ کر پتہ چل جاتا تھا کہ یہ بات آپؐ کو پسند نہیں آئی۔ بالعموم آپؐ اس کا اظہار زبان سے نہ فرماتے۔

(مسلم کتاب الفضائل ترجمہ از حدیقۃ الصالحین صفحہ 770)

سامعات!

حیا کے حوالہ سے مختصر اسلامی تعلیم دینے کے بعد اصل مضمون کی طرف آتے ہوئے کہ حیا ایمان کا حصہ ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان ساٹھ (60) یا ستّر (70) سے بھی کچھ زائد حصوں میں منقسم ہے۔ ان میں سے افضل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا اور عام و آسان حصہ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ہے۔ حیا بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔

(مسلم کتاب الایمان باب شعب الایمان)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ لجنہ سے اپنے خطابات، ورچوئیل ملاقاتوں میں احمدی ماؤں کو اپنی بچیوں کو حجاب پہننے اور حیا کے تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھنے کی طرف بار بار توجہ دلا رہے ہیں۔ اُدھر احمدی

بچیوں، ناصرات اور واقفات نو کو براہ راست حیا کے بارے اسلامی تعلیم اپنانے کی نصیحت فرما رہے ہیں اور اسکولز میں حجاب پہننے کی تلقین فرماتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس حوالہ سے فرمایا:

"اس معاشرے میں جہاں ہر ننگ اور ہر بیہودہ بات کو اسکول میں پڑھایا جاتا ہے پہلے سے بڑھ کر احمدی ماؤں کو اسلام کی تعلیم کی روشنی میں، قرآن کریم کی تعلیم کی روشنی میں اپنے بچوں کو بتانا ہو گا۔ حیا کی اہمیت کا احساس شروع سے ہی اپنے بچوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ پانچ چھ سات سال کی عمر سے ہی پیدا کرنا شروع کرنا چاہئے۔ پس یہاں تو ان ملکوں میں چوتھی اور پانچویں کلاس میں ہی ایسی باتیں بتائی جاتی ہیں کہ بچے پریشان ہوتے ہیں جیسا کہ مَیں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ اسی عمر میں حیا کا مادہ بچیوں کے دماغوں میں ڈالنے کی ضرورت ہے۔ بعض عورتوں کے اور لڑکیوں کے دل میں شاید خیال آئے کہ اسلام کے اور بھی تو حکم ہیں۔ کیا اسی سے اسلام پر عمل ہو گا اور اسی سے اسلام کی فتح ہونی ہے۔ یاد رکھیں کہ کوئی حکم بھی چھوٹا نہیں ہوتا۔"

(پردہ، احمدی ماؤں کی ذمّہ داریاں، alislam.org جلسہ سالانہ کینیڈا مستورات 8/ اکتوبر 2016ء)

سامعات!

حیا ایمان کا حصہ ہے کے حوالہ سے احمدی بچیوں سے مخاطب ہو کر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"دین کو اوّلیت ہے۔ لباس چاہے کوئی بھی ہو۔ کسی بھی قسم کا ہو لیکن حیادار لباس ہونا چاہیے۔ قرآن کریم میں یہ نہیں لکھا کہ تم نے شلوار قمیض پہننی ہے یا لمبا چوغہ پہننا ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ تمہارا حیادار لباس ہونا چاہیے۔ تمہاری زینت نظر نہیں آنی چاہیئے۔ تو یہ لڑکیوں میں تربیت کے شعبے کا کام ہے۔ ناصرات کے شعبے کا کام ہے اور ماں باپ کا بھی کام ہے کہ وہ بچپن سے ہی (یہ چیز) پیدا کریں۔ تربیت کا شعبہ یہ کام ماں باپ کے ذریعہ سے کرے۔ ناصرات کا شعبہ اپنی تنظیم کے لحاظ سے کام کرے۔ ماں باپ اپنے طور پر تربیت کریں کہ ہم احمدی مسلمان ہیں۔ اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں ان پر عمل کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حیادار لباس پہنو۔ بعض مسلمان ہیں بلکہ بعض غیر احمدی عرب مسلمان بھی میں نے دیکھے ہیں جو Jeans اور Blouse پہن کر حجاب لے لیتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ہم نے بڑا پردہ کر لیا ہے۔ تو اُس پردے کا تو کوئی فائدہ نہیں جب کہ اس کا لباس ننگا ہے اور لباس سے ساری زینت

ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ یا باہر جاتے ہوئے چوغہ پہن لیا اور گھر میں اپنے رشتہ داروں کے سامنے ایسا لباس ہوتا ہے جو صحیح نہیں ہوتا تو وہ بھی غلط ہے۔ حدیث ہے **"حیا ایمان کا حصہ ہے۔"** اس لیے بچپن سے ہی بچیوں کے ذہنوں میں یہ ڈالنا ہو گا کہ حیا ایمان کا حصہ ہے اور ہم احمدی مسلمان ہیں۔ ہمیں اپنے نمونے بھی دکھانے چاہیے۔ ہماری دو عملی نہیں ہونی چاہیے۔ اگر ہمارا لباس حیادار ہو گا تو ہماری حیا بھی قائم رہے گی اور پھر وہ بڑے ہو کر بھی اس حیادار لباس کے مطابق اپنے لباسوں کو ڈھالیں گی اور پھر پردہ بھی کریں گی اور حجاب (سے) بھی نہیں شرمائیں گی اور کمپلیکس بھی نہیں ہو گا۔ اپنے آپ میں یہ احساس پیدا کریں کہ ہم نے دنیا کی اصلاح کرنی ہے دنیا کو اپنے پیچھے چلانا ہے نا کہ ہم نے دنیا کے پیچھے چلنا ہے۔ جب یہ احساس اور confidence پیدا ہو جائے گا تو پھر (سب) ٹھیک ہو جائے گا اور اگر مائیں ہی بے حوصلہ ہو جائیں گی، ان میں اعتماد نہیں ہو گا، باہر نکلیں گی تو ان مغربی لوگوں کو دیکھ کے ڈر جائیں گی۔"

(This Week with Huzoor 24 September 2021 مطبوعہ الفضل آن لائن مؤرخہ 23/ اکتوبر 2021ء)

آج جب ہماری بہنیں اور پیاری بچیاں صد سالہ جوبلی منا کر اپنی دوسری صدی میں قدم رکھ رہی ہیں اس موقع پر احمدی ماؤں، بہنوں اور بچیوں کو یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ ایک صدی تک حیا کی اسلامی تعلیم کو ساری دنیا میں بلند رکھ کر دربار الٰہی اور خلافت احمدیہ کی چوکھٹ پر سرخرو ہوئی ہیں۔ وہاں آئندہ آنے والی نسلوں کی راہنمائی کے لیے اس عملی نمونہ کو جاری و ساری رکھنے کا عہد کرتے ہوئے اپنے قدموں کو آگے بڑھائیں اور حضور انور ایدہ اللہ نے 2 جنوری 2021ء کو ناصرات الاحمدیہ کو جو سلوگن Modesty is part of Faith دیا تھا اسے پوری جماعت میں عام کریں۔ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ اس سلوگن کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ بہت سی چیزوں کا احاطہ کرلے گا جس سے آپ کو آپ کی ناصرات کی تربیت کرنے میں مدد فراہم ہو سکے گی۔ اس مبارک نعرے کی مدد سے ناصرات ان شاء اللہ ایک دوسرے کے ساتھ ایک نئی دنیا دریافت کریں گی۔

ہم اپنے تجربات ایک دوسرے سے بانٹیں گی۔ اپنے سر فخر سے بلند رکھتے ہوئے اپنے اعمال، خیالات اور الفاظ کے ساتھ دنیا کی قیادت کریں گی۔"

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر کماحقہ عمل پیرا ہونے کی توفیق سے نوازتا رہے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿41﴾ ﴿مشاہدات۔92﴾

خدام الاحمدیہ کا عہد اور نوجوانوں کی ذمّہ داریاں

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں متعدد جگہوں پر عہد کو پورا کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:
وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا O ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ O (الانعام:153)
اور اللہ کے (ساتھ کئے گئے) عہد کو پورا کرو۔ یہ وہ امر ہے جس کی وہ تمہیں سخت تاکید کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔

میری آج کی گزارشات کا عنوان ہے "**خدام الاحمدیہ کا اور نوجوانوں کی ذمّہ داریاں**"

میرے خدام بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بعثت کی دو اغراض بیان فرمائی ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:
"یاد رکھو! میرے آنے کی دو غرضیں ہیں۔ ایک یہ کہ جو غلبہ اِس وقت اسلام پر دوسرے مذاہب کا ہوا ہے گویا وہ اسلام کو کھاتے جاتے ہیں اور اسلام نہایت کمزور اور یتیم بچے کی طرح ہو گیا ہے۔ پس اِس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا مَیں ادیان باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پُرزور دلائل اور صداقتوں کے ثبوت پیش کروں اور وہ ثبوت علاوہ علمی دلائل کے انوار اور برکات سماوی ہیں جو ہمیشہ سے اسلام کی تائید میں ظاہر ہوتے رہے ہیں..... دوسرا کام یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں یہ صرف زبانوں پر حساب ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ وہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جاوے جو اسلام کا مغز اور اصل ہے ..... مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم صرف

پوست اور چھلکے پر قانع ہو گئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مغز چاہتا ہے۔ پس جیسے میرا یہ کام ہے کہ اُن حملوں کو روکا جاوے جو بیرونی طور پر اسلام پر ہوتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت اور رُوح پیدا کی جاوے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں جو خدا تعالیٰ کی بجائے دنیا کے بُت کو عظمت دی گئی ہے اُس کی امانی اور امیدوں کو رکھا گیا ہے۔ مقدمات صلح جو کچھ ہے وہ دنیا کے لئے ہے۔ اس بُت کو پاش پاش کیا جاوے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اُن کے دلوں میں قائم ہو اور ایمان کا شجر تازہ بتازہ پھل دے۔"

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 293-295)

اسلام کی اِس حالتِ زار پر حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے سینہ میں جو تلاطم برپا تھا اس کا کچھ اندازہ آپؑ کے اشعار سے بھی ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں:

میرے آنسو اس غمِ دل سوز سے تھمتے نہیں
دیں کا گھر ویران ہے دُنیا کے ہیں عالی منار
دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اَے میرے سورج! نکل باہر کہ مَیں ہوں بیقرار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل دیکھ کر
اَے میری جاں کی پناہ! فوج ملائک کو اُتار

میرے خدام بھائیو! کسی بھی تحریک میں خواہ وہ مذہبی ہو، لسانی ہو، قومی ہو، ملّی ہو یا اِس کے مقاصد کچھ بھی کیوں نہ ہوں نوجوانوں کے بغیر نہ ترقی کر سکتی ہے اور نہ کامیاب ہو سکتی ہے۔ قوم کی زندگی میں نوجوانوں کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔

تاریخِ اسلام پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نوجوان کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم سے فیضیاب ہوتے تھے۔ بدر، احد اور خندق کے معرکے ہمیں ہر عمر کے صحابہ کے جذبہ ایمان کی داستانیں سناتے ہیں۔ کہیں کبر و غرور و جہل کے بت نوجوانوں کی شمشیر کی زد میں آتے نظر آتے ہیں اور کہیں یہ

جوش ایمان نظر آتا ہے کہ خود اپنا لٹکتا زخمی بازو کھینچ پھینکتے ہیں کہ مبادہ لڑائی میں حارج نہ ہو۔ اب آخری زمانہ ہے جس میں مسیح موعود نے آکر مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے یَضَعُ الْحَرْب کی پیشگوئی پوری کرنی ہے۔ اب بھی اسلام کے لئے قربانیوں کی ضرورت ہے۔ اب بھی خدا سے وفاداری کے عہد نبھانے ہیں۔ ایسے وقت میں کہ جب اسلام ضعف کی حالت میں ہے۔ خدا کے ایک مبارک خلیفہ جس کی موعود صفات سخت ذہین و فہیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جانا اور اولی العزم ہونا تھیں نوجوانوں کی ایک تنظیم 31 جنوری 1938ء کو قائم کرتا ہے۔ اِس تنظیم کا موٹو ہے۔

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

اس تنظیم میں شامل ہر 16 سے 40 سال کا جوان یہ عہد کرتا ہے کہ

"میں اقرار کرتا ہوں کہ دینی، قومی اور ملّی مفاد کی خاطر میں اپنی جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا۔

اِسی طرح خلافتِ احمدیہ کے قائم رکھنے کی خاطر ہر قربانی کے لئے تیار رہوں گا اور خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اُس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔ ان شاء اللہ"

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اراکین مجلس خدام الاحمدیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

"مجلس خدام الاحمدیہ میں جو بھی شامل ہو۔ وہ یہ اقرار کرے کہ میں آئندہ یہی سمجھوں گا کہ احمدیت کا ستون مَیں ہوں اور اگر مَیں ذرا بھی ہلا اور میرے قدم ڈگمگائے تو مَیں سمجھوں گا کہ احمدیت پر زد آگئی۔"

(مشعل راہ جلد اوّل صفحہ 30-31)

آپؓ فرماتے ہیں:

"میں نے جو خدام الاحمدیہ نام کی ایک مجلس قائم کی ہے اُس کے ذریعہ اِس روح کو مَیں نے جماعت میں قائم کرنا چاہا ہے اور اِس کے ہر رکن کا یہ فرض قرار دیا ہے کہ وہ اپنی قوتوں کو ایسے رنگ میں استعمال کرے کہ اپنے فوائد کو وہ بالکل بھلا دے اور دوسروں کو نفع پہنچانا اپنی منتہیٰ قرار دے دے..... کیونکہ جب

کوئی شخص ایک منٹ کے لئے بھی اپنے فوائد کو نظر انداز کر کے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کے خیال سے کوئی کام کرتا ہے اُس ایک منٹ کے لئے وہ خدا تعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔"

(مشعل راہ جلد اوّل صفحہ 60)

میرے خدام بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میری غرض اِس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اِسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اِسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں اُن کی اولادوں کے دلوں میں۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 446 ایڈیشن 2007)

فرمایا:

"خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض یہ تھی کہ نوجوانوں میں دینی روح پیدا کی جائے اور اُن کے قلوب میں دین کے لئے اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 294)

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانئ حُکام نہ ہو
یاد رکھنا کہ کبھی بھی نہیں پاتا عزت
یار کی راہ میں جب تک کوئی بدنام نہ ہو
کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

گامزن ہو گے رہِ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سرانجام نہ ہو

ایک اور موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں نے متواتر جماعت کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی نئی نسلیں جب تک اِس دین اور اِن اصول کی حامل نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُس کے نبی اور مامور دنیا میں قائم کرتے ہیں اُس وقت تک اس سلسلہ کی ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اٹھ سکتا..... **خدام الاحمدیہ سے مراد یہی ہے کہ احمدیت کے خادم یہ نام اُنہیں یہ بات بھی ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا کہ وہ خادم ہیں مخدوم نہیں۔**“

(الفضل 10/اپریل 1938ء)

میرے خدام بھائیو! خدام الاحمدیہ کے عہد کی حقیقت اور جو اُس کے تقاضے ہیں اُن کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”صرف نظریات میں بسنے والے جذبات نہیں ہونے چاہئیں بلکہ تمام عہدیداران کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہر احمدی کے قربانی کے معیار کو بلند کیا جائے اور جب اس کا دل کسی تقاضے سے گھبرائے تو اس کو کچوکا دیا کریں۔ ان کو جگایا کریں اس سے پوچھا کریں کہ تم یہ جو باتیں کرتے ہو کہ ہم یہ کریں گے وہ کریں گے اور ہر دفعہ عہد دہراتے ہوئے کہتے ہو کہ مَیں جان، مال، وقت اور عزت کو قربان کرنے کے لئے ہر دم تیار رہوں گا تو کیا یہ دم وہ دم نہیں ہے جس کے تم نے وعدے کئے تھے۔ کیا یہ عزت وہ عزت نہیں ہے۔ کیا یہ مال وہ مال نہیں ہے جسے قربان کرنے کے لئے تم نے عہد کیا تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ عزتوں کی قربانی میں بھی معیار بہت کمزور ہے کیونکہ بہت باتوں پر لوگ بڑی جلدی سیخ پا ہو کر شکایتیں بھیجتے رہتے ہیں کہ یوں ہماری عزت میں فرق پڑ گیا۔ فلاں نے اِس طرح سے سلوک کیا۔ فلاں نے یوں کیا۔ حالانکہ زندگی کی یہ ساری باتیں ہمارے عہد کے اندر داخل ہیں۔ یہ باتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اگر کسی عہدیدار کی غلطی سے کسی کی بظاہر بے عزتی بھی ہو جائے تب بھی جس نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ میرا رہا ہی کچھ نہیں سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان ہے۔ شکایت تو بعد میں کر دے تاکہ زیادتی کرنے

والے کی اصلاح ہو جائے لیکن اپنا صدمہ اُس کو نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ جس کے دل میں سچا ایمان اور خلوص ہوتا ہے وہ بہر حال اِس یقین پر قائم ہوتا ہے کہ جتنا مَیں کسی کی غلطی سے گرایا گیا ہوں اُتنا اللہ کی نظر میں اٹھایا گیا ہوں اور خدا کی نظر میں میرا مرتبہ بڑھ چکا ہے۔ یہ ہے وہ حقیقت حال جس کے ساتھ خدام کو زندہ رہنا چاہئے۔"

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ 221)

اللہ تعالیٰ سے تعلق ایک احمدی خادم کے اوصاف میں سے ایک نمایاں وصف ہے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

"مَیں آج اپنے عزیز بچوں اور بھائیوں کو اِس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت پیدا کرو اور اِن بنیادوں پر ہی خدام الاحمدیہ کے سارے کاموں کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اگر بنیاد نہ ہو تو پھر آپ ہوائی قلعے تو بنا سکتے ہیں لیکن وہ مضبوط قلعے نہیں بنا سکتے جن کے متعلق بعض دفعہ خدا تعالیٰ یہ اظہار کرتا ہے کہ میرا محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِن قلعوں میں پناہ گزین ہوتا ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 20/ اکتوبر 1969ء)

میرے خدام بھائیو! ایک احمدی خادم جہاں خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والا ہو گا وہیں عبادات کے معیار بھی بلند ہوں گے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"عبادات کے کئی مراحل ہیں اور آپ جو خدام الاحمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں یہ آپ کا عبادت کا زمانہ ہے وہ لوگ جو جوانی میں عبادت نہیں کرنا جانتے اُن کی بڑھاپے کی عبادتیں بھی بے کار ہوتی ہیں سوائے اس کے کہ خدا تعالیٰ کا فضل غیر معمولی طور پر کسی کو توفیق عطا فرمائے۔ حقیقت یہ ہے کہ جوانی ہی وہ دور ہے جس میں عبادت کرنے کا مزہ بھی آتا ہے اور عبادت کرنے کی توفیق بھی زیادہ ملتی ہے..... بڑے اہتمام اور توجہ سے نماز باجماعت قائم کریں اور صرف نماز باجماعت ہی کو قائم نہ کریں بلکہ خدام کو بار بار یاد دہانی کروائیں کہ وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کے تعلق کو ہمیشہ یاد رکھا کریں اور زندہ رکھا کریں۔"

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ 209)

خدام الاحمدیہ کی نہایت اہم ذمّہ داری خلیفۃ المسیح کے احکامات کی اطاعت و ترویج ہے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"خدام الاحمدیہ کے حوالے سے بتادوں کہ خدام الاحمدیہ کا ایک کام، بہت بڑا کام خلافتِ احمدیہ کی حفاظت بھی ہے اور اس کے لیے وہ عہد بھی کرتے ہیں.... اصل حفاظت یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کے الفاظ کو پھیلایا جائے۔ اِن پر عمل کیا جائے۔ اِن پر عمل کروایا جائے اور نئی نسل کو سنبھالا جائے۔ صرف یہ دعویٰ کر لینا کافی نہیں کہ ہم دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے اور آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے۔ یہ لڑائی کا تو مسئلہ نہیں ہے۔ آج کل کی لڑائی، آج کل کا جہاد یہ ہے کہ باتوں پر عمل کیا جائے اور یہی وہ اصل کام ہے جو خدام الاحمدیہ نے کرنا ہے۔"

(خطاب 25/ اکتوبر 2019ء بمقام مہدی آباد جرمنی)

ایک اہم امر اطاعت در معروف ہے۔ اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کے خلاف کوئی بات ہے تو وہ یقیناً غیر معروف ہے۔ پس یہ جو ہم عہد میں دوہراتے ہیں کہ خلیفہ وقت جو بھی معروف فیصلہ کریں گے اِس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا اِس سے ہر ایک اپنی خود ساختہ تشریح معروف فیصلہ کی نہ نکالنے لگ جائے کہ یہ فیصلہ معروف ہے اور یہ نہیں ہے۔

(خطبہ جمعہ 24 مئی 2019ء)

فرمایا:

"یہ تمہارے لئے خوشخبری ہے کہ تم نے نبی کو مان کر، مامور کو مان کر، اس کی جماعت میں شامل ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیا ہے، تم محفوظ ہو گئے ہو۔ کہ تمہارے لئے اب کوئی غیر معروف حکم ہے ہی نہیں۔ جو بھی حکم ہے اللہ تعالیٰ کی نظر میں پسندیدہ ہے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 ستمبر 2003)

خلافت کے بنا اپنا نہیں کچھ بھی گزارا ہے
یہی ظلمات بحر و بر میں اک اپنا سہارا ہے
براہ راست اس کا ہے تعلق عرش والے سے
جو اس کی مرضی ہوتی ہے وہی اس کا اشارہ ہے

میرے خدام بھائیو! آئیں! ہم اپنے عہدوں کو نبھائیں اور اُس اطاعت میں داخل ہو جائیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً (البقرہ:209)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ۔

اس کے بعد ہمیں جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ ہم ان لوگوں میں تو شامل نہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ ۪ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (آل عمران:78)

یقیناً وہ لوگ جو اللہ کے عہدوں اور اپنی قسموں کو معمولی قیمت میں بیچ دیتے ہیں یہی ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو گا اور اللہ نہ ان سے کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن اُن پر نظر ڈالے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا اور اِن کے لئے دردناک عذاب (مقدر) ہے۔

بلکہ ہمارا شمار ان لوگوں میں ہونا چاہیے جن کہ متعلق قرآن کریم فرماتا ہے:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ ۫ وَ مَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا (الاحزاب:24)

مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچا کر دکھایا۔ پس اِن میں سے وہ بھی ہے جس نے اپنی منت کو پورا کر دیا اور اِن میں سے وہ بھی ہے جو ابھی انتظار کر رہا ہے اور انہوں نے ہرگز (اپنے طرز عمل میں) کوئی تبدیلی نہیں کی۔

اگر ہم ایسا کریں گے تو پھر ہم حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے اِن الفاظ کا مصداق بن سکتے ہیں جن میں آپ فرماتے ہیں:

"اے احمدی نوجوانو! اٹھو کہ تم سے آج دنیا کی تقدیر وابستہ ہے تم نے حیات بخش نغمے گانے ہیں۔ تم نے خدا کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کر کے زندہ کرنا ہے۔ جاؤ اور پھیل جاؤ دنیا میں، جاؤ فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی، کیونکہ خدا کی یہ تقدیر ہے جو بہر حال پوری ہو گی۔ دنیا میں کوئی نہیں جو اس تقدیر کو بدل سکے۔"

(الفضل جلسہ سالانہ نمبر 1983ء صفحہ 15)

میرے خدام بھائیو! مَیں اپنی گزارشات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کے ارشاد پر ختم کرتا ہوں۔ آپ خدام الاحمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (بنی اسرائیل:35) یعنی عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے عہدوں اور وعدوں کے بارے میں جواب دہ ہو گا۔ پس اِس غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کہ یہاں کھڑے ہو کر خدام الاحمدیہ کا عہد یا بیعت کے الفاظ دہرا لینا کافی ہے۔ نہیں! بلکہ آپ کو اِس عہد کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے جو آپ نے سرِعام دنیا کے سامنے اور خلیفۂ وقت کے روبرو باندھا ہے یہ جانتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ دین کو دنیا پر مقدّم رکھنے کے اِس عہد کے بارے میں، جو آپ نے اعلانیہ طور پر کیا ہے ایک روز آپ سے باز پرس کرے گا۔ ہر لحہ اور ہر آن اِس عہد کی پاس داری کے لیے آپ کو کوشاں رہنا چاہیے۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی جماعت اور خلیفۂ وقت کی کامل اطاعت اور وفاداری کے عہد کے متعلق بھی آپ سے سوال کرے گا۔ پس **اپنے ایمان اور ملک و قوم کی خاطر کیے گئے اِس عہد کو نبھانے کے لیے اپنا پورا زور لگا دیں، اپنے اندر پاک تبدیلی اور اچھی نیک عادات پیدا کرتے ہوئے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور اعلیٰ اخلاق پر ہمیشہ کاربند رہتے ہوئے مسلسل اپنے اس عہد کو نبھاتے چلے جائیں۔ یہ ہر ایک خادم کی ذمّہ داری اور اس کا فرض ہے۔**

اللہ تعالیٰ آپ کو توفیق دے کہ آپ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے اور بہترین اخلاق اور نیکیوں کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ خدا کرے کہ آپ سچائی پر قائم رہنے والے اور ہر ایک طرح کے جھوٹ سے نفرت کرنے والے ہوں۔ خدا کرے کہ آپ اپنے عہدوں اور وعدوں کو خواہ وہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوں پورا کرنے والے بنیں۔ خدا کرے کہ آپ پوری کوشش اور مضبوط عزم و ہمت کے ساتھ نیکیوں میں قدم آگے سے آگے بڑھاتے چلے جائیں۔

خدا کرے کہ آپ اسلام کی تبلیغ اور اس کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے اپنے عہد کو نبھانے والے ہوں۔ خدا کرے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تعلیمات کا جھنڈا دنیا کے گوشے گوشے میں لہرانے کی خواہش اور پُرخلوص جذبہ آپ میں پیدا ہو۔

خدا کرے کہ آپ ہمیشہ نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنے والے ہوں، آپ کے اعمال بلند ترین معیار کے حامل ہوں تاکہ آپ سچائی اور صداقت اور اخلاص اور نیکی کی وہ اعلیٰ مثال بن جائیں جو تمام بنی نوع انسان کے لیے مشعلِ راہ ہو۔ یقیناً جب آپ ان معیاروں کو حاصل کرنے والے ہوں گے تو آپ معاشرے میں اخلاقی انقلاب برپا کرنے والے بن رہے ہوں گے۔ آپ وہ مشعل بردار ہوں گے جو اس دائمی صداقت کی شمع سے ساری دنیا کو منوّر کرنے والے اور دنیا کو ظلمت کے اندھیروں سے نکالنے والے ہوں گے۔"

(مجلس خدام الاحمدیہ یوکے کے سالانہ اجتماع 2022ء کے موقع پر امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اختتامی خطاب (اردو ترجمہ))

آخر پر مضمون کی مناسبت سے چند اشعار تضمین کے ساتھ پیش ہیں۔

قربان کئے رشتے سبھی دین کی خاطر
بھائی ہو وہ بیٹا ہو وہ ابا ہوں پیارے
جیسے خدا نے خود ہمیں ہاتھوں میں اٹھایا
دیکھے ہیں یوں تائید الٰہی کے نظارے
اللہ کرے تابندہ ہو ہر نسل ہماری
اللہ کرے اخلاص کے بہتے رہیں دھارے

۞۞۞۞

﴿42﴾ ﴿مشاہدات۔116﴾

قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو
خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
دل میں ہو سوز تو آنکھوں سے رواں ہوں آنسو
تم میں اسلام کا ہو مغز فقط نام نہ ہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (التوبہ:111-112)

یقیناً اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے اموال خرید لئے ہیں تاکہ ان کے بدلہ میں انہیں جنت ملے۔ وہ اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں پس وہ قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں۔ اُس کے ذمّہ یہ پختہ وعدہ ہے جو تورات اور انجیل اور قرآن میں (بیان) ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ پس تم اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس کے ساتھ کیا ہے اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، (خدا کی راہ میں) سفر کرنے والے، (للہ)

رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، اور بُری باتوں سے روکنے والے، اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے، (سب سچے مومن ہیں) اور تُو مومنوں کو بشارت دیدے۔

عزیز بھائیو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے ۔**"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"**

ہر قوم کی زندگی اس کے نوجوانوں سے وابستہ ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام اس مبارک ہستی کے ذریعہ ہوا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا تھا کہ **"وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔"** حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کو اپنے عہدِ خلافت کے ابتداء ہی سے احمدی نوجوانوں کی تنظیم و تربیت کی طرف ہمیشہ توجہ رہی کیونکہ قیامت تک اعلائے کلمۃ اللہ اور غلبۂ اسلام کے لئے ضروری تھا کہ ہر نسل پہلی نسل کی پوری قائم مقام ہو اور جانی اور مالی قربانیوں میں پہلوں کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہو اور ہر زمانے میں جماعت احمدیہ کے نوجوانوں کی تربیت اس طور پر ہوتی رہے کہ وہ اسلام کا جھنڈا بلند رکھیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے عالمگیر غلبہ اسلام کے لئے جن عظیم الشان تحریکوں کی بنیاد رکھی ان میں سے ایک اہم اور دُور رس نتائج کی حامل تحریک مجلس خدام الاحمدیہ ہے جس کا قیام 31 جنوری 1938ء کو عمل میں آیا۔

اس تنظیم میں عمر کا زمانہ جوانی کی ابتدا سے پختگی تک کا ہے۔ گویا ابتدا سے ہی احمدی نوجوان کو ایک ایسے نظام کا حصہ بنا دیا جو کچی عمر سے پختگی کی عمر کو پہنچتے پہنچتے تربیت کے ابتدائی مراحل طے کر لے اور نظام کی باگ ڈور سنبھالنے کے قابل ہو جائے اور یوں نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ قومی رنگ میں ایک مربوط نظام تشکیل پا جائے اور ایک ایسا ذیلی نظام تیار ہو، جو عمر کے اس ابتدائی حصے میں کام اور نظام کو چلانے اور اس کا حصہ بننے کی تربیت حاصل کریں اور پھر یہی تربیت یافتہ افراد مرکزی نظام کو چلانے کے لئے مہیا ہو سکیں۔

آپؓ نے ابتدا سے ہی جماعت کو یہ سبق دیا تھا کہ **"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔"** اور یہی آج میری گزارشات کا عنوان ہے۔

میرے خدام بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ جو نوجوانوں کی تنظیم ہے اس کی بنیاد رکھتے ہوئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ

"مَیں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری طرف سے ان (دشمن) کے حملوں کا کیا جواب دیا جائے گا۔ ایک ایک چیز کا اجمالی علم میرے ذہن میں موجود ہے اسی کا ایک حصہ خدام الاحمدیہ ہیں اور در حقیقت یہ روحانی ٹریننگ اور روحانی تعلیم و تربیت ہے..... بے شک وہ لوگ جو ان باتوں سے واقف نہیں وہ میری ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ ہر شخص قبل از وقت ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جو وہ اپنے کسی بندے (کو) دیتا ہے..... آج نوجوانوں کی ٹریننگ کا زمانہ ہے اور ان کی تربیت کا زمانہ ہے اور ٹریننگ کا زمانہ خاموشی کا زمانہ ہوتا ہے۔ لوگ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں ہو رہا۔ مگر جب قوم تربیت پاکر عمل کے میدان میں نکل کھڑی ہوتی ہے تو دنیا انجام دیکھنے لگ جاتی ہے۔ در حقیقت ایک ایسی زندہ قوم جو ایک ہاتھ کے اٹھنے پر اٹھے اور ایک ہاتھ کے گرنے پر بیٹھ جائے دنیا میں عظیم الشان تغیر پیدا کر دیا کرتی ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 445-456 ایڈیشن 2007ء)

جب دہریت کے دم سے مسموم تھیں فضائیں
پھوٹی تھیں جابجا جب اِلحاد کی وبائیں
تب آیا اک منادی اور ہر طرف صدا دی
آؤ کہ اِن کی زد سے اِسلام کو بچائیں
زور دُعا دکھائیں خدامِ احمدیت

پیارے بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ذیلی تنظیموں کے قیام کا مقصد در اصل اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی عالمگیر مہم تھی۔ اسی حوالے سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا:

"خدا بڑی عزت کے ساتھ میرے ذریعہ اسلام کی ترقی اور اس کی تائید کے لئے ایک عظیم الشان بنیاد قائم کر دے گا۔" (میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 233)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ان تنظیموں کی غرض یوں بیان فرمائی کہ

"ان مجالس کا قیام مَیں نے تربیت کی غرض سے کیا ہے... ان مجالس پر در اصل تربیتی ذمّہ داری ہے۔ یاد رکھو کہ اسلام کی بنیاد تقویٰ پر ہے... پس مجلس انصاراللہ، خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کا کام یہ ہے کہ جماعت میں تقویٰ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔"

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 13 ستمبر 2019ء صفحہ 24)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مجلس خدام الاحمدیہ کی تاسیس کے زمانہ میں اس کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میری غرض اس مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج وہ ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں۔ یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے۔ ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔ اگر ایک یا دو نسلوں تک یہ تعلیم محدود رہی تو کبھی ایسا پختہ رنگ نہ دے گی جس کی اس سے توقع کی جاتی ہے۔"

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 446 ایڈیشن 2007)

سامعین کرام! اس عظیم عالمی مہم کا ذکر کرتے ہوئے جو ذیلی تنظیموں کے ذریعے خلافتِ احمدیہ کی قیادت میں سرانجام ہو رہی ہے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کے سپرد یہ کام کیا گیا ہے کہ ہم نے تمام دنیا کی اصلاح کرنی ہے۔ تمام دنیا کو اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جھکانا ہے۔ تمام دنیا کو اسلام اور احمدیت میں داخل کرنا ہے۔ تمام دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہت کو قائم کرنا ہے۔ مگر یہ عظیم الشان کام اس وقت تک سرانجام نہیں دیا جا سکتا جب تک ہماری جماعت کے تمام افراد خواہ بچے ہوں یا نوجوان ہوں۔ یا بوڑھے ہوں۔ اپنی اندرونی تنظیم کو مکمل نہیں کر لیتے۔ اور اُس لائحہ عمل کے مطابق دن اور رات عمل نہیں کرتے۔ جو ان کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔... اس اندرونی

اصلاح اور تنظیم کو مکمل کرنے کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور اطفال الاحمدیہ تین جماعتیں قائم کی ہیں۔"

(روزنامہ الفضل قادیان 11/اکتوبر 1944ء صفحہ 5 کالم 1-2)

اٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے
پسر مسیحؑ دیکھو کب سے جگا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہِ دور لیکن
وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے
تم کو بلا رہا ہے، خدامِ احمدیت!

جوانی کی عمر ایک انسان کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ دین پر عمل کرنے اور خدمت دین کے لئے بھی اس عمر کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اسی پر انسان کی بعد کی زندگی کی بنیاد ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی جوانی کی عمر کی اہمیت کے پیش نظر اس حوالے سے جماعت کو نصائح فرمائیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

"نوجوانوں کو خدمتِ دین میں دن رات مشغول رہنا چاہئے۔"

(بدر یکم جنوری 1905ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"مَیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اس وقت صدق و وفا کے دکھانے کے وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اسکے بعد کوئی موقع نہ ہو گا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھو دے۔" (ملفوظات جلد 6 صفحہ 263 ایڈیشن 1984ء)

ایک اور موقع پر فرمایا:

"عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس وقت خدا تعالیٰ پھر ایک قوم کو معزز بنانا چاہتا ہے اور اس پر فضل کرنا چاہتا ہے لیکن اس کے لئے بھی وہی شرط اور امتحان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے لئے تھا۔ وہ کیا؟ سچی اطاعت اور پوری فرمانبرداری۔ اس کو اپنا شعار بناؤ اور خدا تعالیٰ کی رضا کو اپنی رضا پر مقدم کر لو۔ دین کو دنیا پر اپنے عمل اور چلن سے مقدم کر کے دکھاؤ۔ پھر خدا تعالیٰ کی نصرتیں تمہارے ساتھ ہونگی۔... ہم سب ایک عظیم الشان وعدہ کر چکے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور جہاں تک طاقت اور سمجھ ہے گناہوں سے بچتے رہیں گے۔ اس وعدہ کو ایفاء کرنے کی پوری کوشش کرو اور پھر خدا تعالیٰ ہی سے توفیق اور مدد چاہو کیونکہ وہ مانگنے والوں کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کی دعائیں سنتا اور قبول کرتا ہے۔"

(خطبات نور صفحہ 189)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

"خدام الاحمدیہ کے قیام کی غرض یہ تھی کہ نوجوانوں میں دینی روح پیدا کی جائے اور ان کے قلوب میں دین کے لئے اور بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے خدمت کرنے کا جذبہ پیدا کیا جائے۔"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 294)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں کہ

"میں آج اپنے عزیز بچوں اور بھائیوں کو اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت پیدا کرو اور ان بنیادوں پر ہی خدام الاحمدیہ کے سارے کاموں کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اگر بنیاد نہ ہو تو پھر آپ ہوائی قلعے تو بنا سکتے ہیں لیکن وہ مضبوط قلعے نہیں بنا سکتے جن کے متعلق بعض دفعہ خدا تعالیٰ یہ اظہار کرتا ہے کہ میرا محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان قلعوں میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ صرف اس قلعہ میں پناہ گزین ہو سکتے ہیں صرف وہ قلعہ آپ کے دین کی

حفاظت کر سکتا ہے صرف وہ قلعہ دشمن کے حملوں سے آپ کے لائے ہوئے اسلام کو بچا سکتا ہے۔ صرف اس قلعہ سے جوابی اور جارحانہ حملہ کیا جا سکتا ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور اللہ کے خوف اور خشیت کی بنیادوں کے اوپر کھڑا کیا جائے جو قلعہ ہوا میں بنایا جائے اس کے نتیجہ میں خیالی پلاؤ پکائے بھی جا سکتے ہیں اور شاید کھائے بھی جا سکیں۔ لیکن خیالی پلاؤ نے نہ آپ کو فائدہ دینا ہے اور نہ دنیا کو فائدہ پہنچانا ہے۔ ان بنیادوں کو مضبوط کرنا ہمارے لئے ضروری ہے۔ ہر شخص کے لئے انفرادی طور پر اور جماعت کے لئے بحیثیت جماعت خصوصاً آنے والی نسلوں کو اس طرح تربیت دینا کہ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہو اور خشیت اللہ سے وہ معمور ہوں، بڑا ضروری ہے۔ کیونکہ ہمارا کام ایک نسل پر پھیلا ہوا نہیں بلکہ کئی نسلوں نے اس کی تکمیل کرنی ہے۔ پس جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ تو ہم یہ اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ہر بڑے کا احترام کریں گے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص بڑے کا احترام نہیں کرتا وہ میری فوج کا سپاہی نہیں جب ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہے تو ہم یہ اعلان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم چھوٹوں پر شفقت کرنے والے ہیں۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور رحم کی نگاہ سے انہیں نہیں دیکھتا اور ان کی صحیح رنگ میں تربیت نہیں کرتا وہ میری فوج کا سپاہی نہیں ہے۔"

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 54)

میرے بھائیو! خدام کی تربیت اور اصلاح کی اہمیت بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے ایک موقع پر خدام کو مخاطب ہو کر فرمایا:

"دنیا کا امام بننے سے پہلے اپنے نفس کا امام بننا ہو گا۔ اپنی کمزوریوں پر اطلاع پا کر اور ان کی حقیقت سے شناسائی حاصل کر کے ان کی اصلاح کی طرف متوجہ ہونا ہو گا... آپ نے تو دنیا کی اصلاح کرنی ہے اور آپ اپنی اصلاح کئے بغیر دنیا کی اصلاح نہیں کر سکتے۔"

(مشعلِ راہ جلد سوم صفحہ 492-496)

حضورؒ نے مجلس خدام الاحمدیہ کے چھٹے سالانہ یورپین اجتماع سے اختتامی خطاب فرمودہ 17 ستمبر 1989ء میں خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

"خدام الاحمدیہ قوم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں اور تمام دنیا میں جو ہم نے انقلاب برپا کرنا ہے اگرچہ اس میں انصاراللہ کو بھی غیر معمولی دخل ہے انکی عقل کی خدام کو ضرورت ہے۔ ان کے تجربے کی خدام کو ضرورت ہے۔ جو نیکیاں انہوں نے لمبی محنتوں سے کمائی ہیں ان نیکیوں کے نتیجے میں جو خدا کے فضل ان پر نازل ہوتے، انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں انکی بھی آپ کو ضرورت ہے۔ اسی لئے انصار اللہ سے تو آپ الگ نہیں ہوسکتے۔ لیکن جو بنیادی مضبوطی کے کام ہیں وہ خدام الاحمدیہ کو ہی کرنے ہیں۔ جو عظیم قربانیاں پیش کرنی ہیں وہ خدام الاحمدیہ کو ہی پیش کرنی ہیں۔ اس لئے مجلس خدام الاحمدیہ کو اپنی اس حیثیت کو سمجھنا چاہئے اور بڑے وسیع پیمانے پر اگلی صدی کے اس کنارے پر جہاں آج آپ کھڑے ہیں اتنی محنت کے ساتھ اپنے وجود میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی ہیں کہ جو پھر ماحول کے رنگ میں بدل سکیں اور اسکے بعد پھر ایسی پاک نسلیں آپ پیچھے چھوڑ سکیں کہ جن کی نیکیوں کا پھل پھر آئندہ نسلاً بعد نسلاً بنی نوع انسان کھاتے چلے جائیں۔"

مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابتداء سے ہی اس مجلس پر شفقت فرماتے ہوئے اس کی ہمیشہ راہنمائی فرمائی اور زریں ہدایات سے نوازا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی راہنمائی میسر آئی۔ آپؒ کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ مجلس خدام الاحمدیہ کی نشوونما کے لئے بیش قیمت ہدایت عطا فرماتے رہے اور مجلس ہر آنے والے دن میں بہتر سے بہتر کارکردگی کی راہ پر آگے بڑھتی رہی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نگرانی وراہنمائی میں مجلس خدام الاحمدیہ اپنے ترقی اور عروج کے ایک نئے دور میں داخل ہو چکی ہے۔

سامعین! ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ کو ذاتی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ:

"احمدیت کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔ معاشرے کے برے اثرات سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کریں۔ تعلیمی میدان میں مقام پیدا کریں، اچھا سائنسدان، ڈاکٹر، انجینیئر اور ماہر زراعت احمدی

نوجوانوں سے ملنا چاہئے۔ سخت محنت کی عادت ڈالیں، سستیاں ترک کر دیں، جہاں بھی کام کریں اس روح سے کام کریں تو کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ نظام جماعت سے وفادار رہیں، اپنے عہد کے مطابق جان و مال اور وقت کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔"

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ 160-161)

مجلس خدام الاحمدیہ کا motto حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے کہ "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"۔ اس ارشاد کی روشنی میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مجلس خدام الاحمدیہ یوکے کے سالانہ اجتماع 2019ء کے موقع پر فرمایا:

"حضرت مصلح موعودؓ نے یہ نعرہ جب مجلس خدام الاحمدیہ کو عطا فرمایا تو اس کا مقصد یہ باور کروانا تھا کہ نوجوانوں کے لیے دیگر علوم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق قائم کرنا ازحد ضروری ہے... اس ماٹو پر عمل کرنے سے آپ اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کرنے والے ہو جائیں گے۔ اس سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ہماری جماعت اور ہماری قوم کی ترقی کا تعلق ہمارے نوجوانوں کی روحانی اور اخلاقی حالت سے ہے۔ اگر ہر خادم اللہ کے احکامات پر عمل کرنے والا ہو اور اخلاقی برائیوں اور گناہوں سے بچنے والا ہو تو قوم کی ترقی روکی نہیں جا سکتی۔"

(الفضل انٹرنیشنل 10 ستمبر 2019ء صفحہ 16)

عزیز بھائیو! خاکسار حضرت مصلح موعودؓ کے ایک اقتباس پر اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہے۔ حضورؓ احباب جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"اَب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اِس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لَرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہائے تکبیر اور نعرہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت

اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیحؑ سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے، مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ 1953ء)

میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو
ظلمتِ رنج و غم ودرد سے محفوظ رہو
مہرِ انوار درخشندہ رہے شام نہ ہو

۞۞۞۞

﴿43﴾ ﴿مشاہدات۔77﴾

نوجوانوں کو کلائیوں پر دھاگے کے بینڈ، بالی اور لاکٹ پہننے کی ممانعت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا (آل عمران: 157)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے کفر کیا

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تاکہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

آج میری گفتگو کا محور ہماری وہ نوجوان نسل ہے جو معدودے چند غیروں کی تقلید میں عورتوں کی طرح اپنے کان چھدوا کر بالی، کلائیوں پہ دھاگے کے بینڈز یا لوہے کے کڑے اور لاکٹ وغیرہ پہنتے ہیں جس کی اسلام نے سختی سے ممانعت فرمائی ہے۔

میرے نوجوان بھائیو! اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم یعنی موزوں اور اعلیٰ ارتقائی حالت میں پیدا کیا ہے اور ایمانی لحاظ سے یہ ارتقائی حالت نبیِ آخرُ الزمان حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے حاصل ہوتی ہے۔ جب ایک مومن قرآنی تعلیمات، احادیث اور فقہ کی کتب میں بیان تمام ہدایات پر عمل کر کے اپنے خالق حقیقی اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتا ہے۔

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو مختلف جہت سے اپنی مادی اور روحانی حالتوں کو سنوارنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ حتی کہ پاخانہ کرنے کے آداب بھی سکھلائے ہیں۔ ایک مشرک نے ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ کو طعنہ دیتے ہوئے یہ بات کہہ دی تھی کہ آپ کا نبی تو پاخانہ کرنے کے آداب بھی سکھلاتا ہے۔ جس پر حضرت سلمان فارسیؓ نے بڑے فخریہ انداز میں کہا

تھا کہ ہاں! ہمارا نبی (روحانی معنوں میں احسن تقویم بنانے کے لئے) ہمیں معمولی معمولی باتیں بھی سکھلاتا ہے۔ جیسے قضائے حاجت وغیرہ کرنا (سنن ابن ماجہ کتاب الطھارۃ)۔ اس کے علاوہ جنگوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مُردوں کا مُثلہ کرنے یعنی شکلیں بگاڑنے سے بھی منع فرمایا ہے اور ہم میں سے بعض مسلمان اس اعلیٰ پائے کی تعلیم کے ہوتے ہوئے بھی اپنی شکلیں مختلف طریق سے بگاڑ لیتے ہیں۔ جیسے ٹیٹوز (Tattoos) بنانا، ناک اور کان چھدوانا، بُندے یا بالیاں پہننا، سر کے بال یا داڑھی کو ایک عجیب رنگ دینا، مُندری پہننا، گردن پر قسما قسم کے لاکٹس لٹکانا اور ہاتھوں کی کلائیوں پر لوہے، تانبے کے کڑے یا دھاگے کے Bands پہننا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب نامناسب اور دینی تعلیم کے منافی ہے۔ سِکھ تو ہاتھ میں لوہے کا کڑا پہنتے ہیں جبکہ ہندو دھاگے یا پلاسٹک کا Band باندھ لیتے ہیں۔ جسے راکھی یا زنار باندھنا کہتے ہیں اور اب ماڈرن دنیا میں اِسے دوستی کا بندھن (Friend ship Band) کا نام دے دیا گیا ہے۔ ہمارے بعض مسلمان نوجوان بھی اِس وضع قطع، چال ڈھال میں رنگے جا رہے ہیں۔

میرے نوجوان بھائیو! یہ طریق ہمارے بعض احمدی نوجوانوں میں بھی رواج پا رہے ہیں۔ اپنی حقیقت، اپنی صورت، ہیئت اور وجود کو چھوڑ کر دوسری قوم کی حیثیت اور صورت اختیار کرنا اور اس کے وجود میں اپنے آپ کو مدغم کرنے کا نام ہی تشبُّہ بالکفار اور تشبُّہ بالغیر ہے۔ جو لغویات ہیں اور رسومات اور بدعات کے زُمرے میں آتے ہیں اور مومنانہ شان کے خلاف بھی ہیں اور یہ سب انسان اور اس کی خواہشات کے خود تراشیدہ بُت ہیں۔ دینی تعلیم سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ دراصل ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی، رِیس اور نقل میں شعوری یا لاشعوری طور پر پرستش ہے جو بڑھتے بڑھتے انسان کا تشخص بھی کھو دیتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ رواج پاکستان ہجرت کرتے وقت ہندوؤں سے ساتھ ہی آئے ہیں اور اب میڈیا بالخصوص الیکٹرانک میڈیا سے چونکہ ساری دنیا گلوبل ویلج (Global village) بن چکی ہے۔ جس نے بعض رسم و رواج یورپ نے متعارف کروائے اور مشرق نے اِن سے ادھار لے لئے ہیں جو ناسور بن کر اُبھرے ہیں اور گلے کا ہار بن گئے ہیں۔ جس سے ایک مسلمان نے بھی اپنا حلیہ بگاڑ لیا ہے اور تشخص تبدیل ہو گیا ہے۔

غیروں کے ساتھ اختلاط، میل جول اختیار کرنے میں اسلام نے کس قدر سختی اور کن کن طریقوں سے روکا ہے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں جب سلطنتِ اسلامیہ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا تو حضرت عمرؓ نے اس خطرے کو بھانپ لیا کہ دوسری اقوام کے رسم و رواج اسلام میں داخل نہ ہوجائیں اور مسلمان دوسری اقوام جیسی ہیئت اور شکل وصورت ولباس وغیرہ کا استعمال شروع نہ کر دیں تو آپؓ نے مختلف خطوط کے ذریعہ مسلمانوں کو ان سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ جیسا کہ حضرت ابو عثمان النہدی رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ ہمیں آذربائیجان میں حضرت عمرؓ کا مختلف احکامات وہدایات پر مشتمل خط ملا۔ جس میں یہ ہدایت بھی تھی کہ تم اپنے آپ کو اہل مشرک اور اہل کفر کے لباس اور ہیئت سے دور رکھنا۔

(جامع الاصول الکتاب الاول فی اللباس رقم الحدیث 487/10-8343)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے لکھا کہ "اپنے جد امجد اسماعیل علیہ السلام کے لباس (لُنگی اور چادر) کو لازم پکڑو اور اپنے آپ کو عَیش پرستی اور عجمیوں کے لباس اور ان کی وضع قطع اور ہیئت سے دور رکھو"

(شعب الایمان جلد 8 صفحہ 253 رقم الحدیث 5776)

میرے نوجوان بھائیو! حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ غیروں کی مشابہت اختیار کرنا غیرت کے بھی خلاف ہے۔ آخر ہر ایک مذہب کا کوئی دینی نشان اور دینی پہچان ہوتی ہے۔ جس سے ظاہر ہو کہ یہ شخص فلاں دین کا ہے۔ جس طرح دیگر قومیں اپنی اپنی وضع کی پابند ہیں اسی طرح دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی وضع کے پابند رہیں اور دوسری قوموں کے مقابلہ میں ہماری خاص پہچان ہو۔ بلکہ ہمیں اپنی وضع قطع میں ایسا پختہ ہونا چاہئے کہ دوسرے ہماری تقلید کریں۔ مگر ہم میں سے بعض احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور دوسروں جیسا بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ جیسے پتنگ بازی ہندوؤں کی رسم ہے اور ہم اُسے اپنا کر اتنا آگے بڑھ گئے ہیں کہ ہم اب بڑے فخریہ انداز میں بسنت ڈے مناتے ہیں اور یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ہمیں اس تہوار اور کلچر پر فخر ہے۔ جبکہ ہر سال یہ تہوار کئی جانیں پاکستان میں لے لیتا ہے۔ ان لغویات میں نقصان ہی نقصان ہے۔

حضرت مفتی محمد صادقؓ کو جب امریکہ میں جماعت احمدیہ کی رجسٹریشن کروانے کی ضرورت محسوس ہوئی تو حکومت نے آپؓ سے ماٹو یعنی کوئی پہچان رجسٹرڈ کروانے کی درخواست کی تو آپؓ نے فرمایا۔ ”ہماری پہچان نماز کی ادائیگی ہے۔ جہاں بھی نماز کا وقت ہو گا ہم نماز ادا کریں گے“

رغبتِ دل سے ہو پابند نمازو روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ کسی صحابی کے ہاتھ میں فارسی کمان (ملک ایران کی بنی ہوئی) دیکھی تو ناخوشی سے ارشاد فرمایا کہ یہ کیا لئے ہوئے ہو؟ عربی کمان اس کے مقابل پر موجود ہے اسے اپنے ہاتھ میں رکھو۔

(سنن ابن ماجہ باب السلاح رقم الحدیث 2810)

میرے نوجوان بھائیو! آئیں! اس حوالہ سے اسلامی تعلیم کو ہم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم میں تلاش کریں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ ال عمران آیت 157 میں مومنوں کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا کہ تم کفار کی طرح نہ ہو جاؤ۔ اسی طرح سورۃ المائدہ آیت 52 میں مومنوں کو یہود و نصاریٰ کو دوست بنانے سے روکا گیا ہے اور ایک اور موقع پر ظالموں کی طرف نہ جھکنے کا حکم ہے۔ (ہود:114)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت واضح طور پر ہدایت دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ کہ جو کوئی جس قوم سے مشابہت اختیار کرے گا وہ اسی میں (تصور) ہو گا۔

(سنن ابوداؤد کتاب اللباس)

ایک اور موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مَردوں پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے (یعنی ان جیسے وضع قطع کے ریشمی اور شوخ رنگ کے کپڑے پہنتے ہیں) اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب اللباس)

بھولیو مت کہ نزاکت ہے نصیبِ نسواں
مرد وہ ہے جو جفاکش ہو گل اندام نہ ہو

ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ملت اسلامیہ کے علاوہ کسی اور امت کے ساتھ مشابہت اختیار کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ بلکہ مختلف مواقع پر کفار، مشرکین، یہود و نصاریٰ اور مجوسیوں کی مخالفت کرنے کا ارشاد فرمایا کہ ان کے رسم و رواج کو نہ اپناؤ۔ ان جیسی ہیئت نہ اپناؤ۔ سنن ترمذی کتاب الاستیذان حدیث 2695 میں بہت واضح الفاظ میں یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ "تحفۃ الاحوازی" میں اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ "تم یہود و نصاریٰ کے ساتھ ان کے کسی بھی فعل میں مشابہت اختیار نہ کرو۔"

(جلد 7 صفحہ 504)

میرے نوجوان بھائیو! فطرت نے مرد و عورت دونوں کے خصائص الگ الگ رکھے ہیں۔ ان کی ہیئت و تخلیق کے پیش نظر ان کے لئے الگ الگ لباس اور دائرہ کار متعین فرمایا ہے۔ حتیٰ کہ دنیا کے ہر ماحول، ہر معاشرہ اور ہر تہذیب میں دونوں جنسوں کے لباس، نوع، طرز اور ڈیزائن کے لحاظ سے ایک دوسرے سے ممیّز ہیں۔ یہاں تک کہ حرکت اور ادا، عادات و اطوار بھی جدا جدا ہیں۔ ایک مرد کا کلائیوں پر دھاگا یا پٹہ ڈالنا، کان یا ناک کو چھدوانا، گلے میں ہار ڈالنا اور سر کے بالوں کو عورتوں کی ہیئت دینا حقیقت میں عورتوں کی تقلید کرنا اور عورتوں جیسے اعمال کی مشابہت اختیار کرنا ہے۔ ہمارے معاشرے میں اسے ہیجڑا پن کہا جاتا ہے۔

آج کل سر کے بالوں کو مختلف انداز میں کٹ دے کر مختلف رنگوں سے سجایا جاتا ہے۔ اسی طرح داڑھی کے بھی مختلف اسٹائیلز آ گئے ہیں یہ سب نامناسب ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے اس بارہ میں ایک کلاس میں دریافت کیا گیا تھا کہ کیا احمدیت میں اس کی اجازت ہے؟

آپؒ نے فرمایا۔

"یہ بُری بات ہے، بوڑھے مہندی تو لگا سکتے ہیں لیکن بچے اپنے بالوں کو سنوارنے کے لئے مختلف رنگ دیتے ہیں یہ اچھی بات نہیں"

(اطفال سے ملاقات الفضل 12 اپریل 2000ء)

ریشمی کپڑے پہننے اور سونا پہننے کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا:

"آدمی کو خدا تعالیٰ نے نَف بنایا ہے۔ سخت کام کرنے کے لئے اور ریشم پہننے سے نزاکت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح سونا بھی عورتوں کے لئے الگ کر دیا ہے۔ ان کا کام ہے خوبصورت لگیں۔ سونا پہنیں"

(جرمن خواتین سے ملاقات الفضل 8 فروری 2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی 2008ء میں ربوہ کے سنّار دکانداروں کو تحریک کی تھی کہ "چونکہ مردوں کے لئے سونا پہننا جائز نہیں اس لئے ایسی انگوٹھیاں تیار کی جائیں جن میں سونے کی آمیزش ہرگز نہ ہو۔"

(اسلامی تعلیمات بابت رسومات شادی بیاہ اور اجتناب کے طریق از حنیف محمود صفحہ 63)

میرے پیارے نوجوانو! کفار اور دیگر مذاہب کے تہواروں جیسے ہولی، کرسمس اور پتنگ بازی وغیرہ میں شمولیت اختیار کرنے سے فطرت کے مطابق انسان آہستہ آہستہ اُس مذہب کے قریب ہو جاتا ہے۔ دین میں تحریف و تبدّل کا دروازہ کھل جانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں اور یوں گویا ان کے ساتھ محبت کی علامت کا اظہار ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ اسلامی لباس، اسلامی تمدّن سے استہزاء اور تمسخر شروع ہو جاتا ہے اور اس کی اپنی عزت بھی قوم میں نہیں رہتی۔ جیسا کہ ابھی بھی جماعت میں کسی نوجوان نے کلائی پر یا گلے میں دھاگہ باندھا ہو تو طبعاً دوسرے احمدی اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ جب ایک غزوہ سے مدینہ واپس آئے تو حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اندر گھر داخل ہوتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں میں چاندی کے کنگن دیکھے تو واپس لوٹ گئے۔ جب حضرت فاطمہؓ کو اس کا علم ہوا تو آپؓ نے وہ کنگن توڑ ڈالے۔ (تفسیر درمنثور جلد 6 زیر آیت 21 سورۃ احقاف)

اسی طرح ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں پیتل کا کڑا دیکھا تو پوچھا۔ یہ کس لئے ہے؟ عرض کی گئی کہ یہ کمزوری اور بیماری دور کرنے کے لئے ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کمزوری اور بیماری بڑھائے گا اور اگر اسے پہنے ہوئے تُو مر گیا تو فلاح نہیں پائے گا یعنی جنت میں داخل نہ ہو گا۔

(مسند احمد مرویات عمران بن حصینؓ جلد 4)

آج کل مختلف بیماریوں کے علاج کے لئے کڑے اور انگوٹھیاں اور تعویذ بنوائے جاتے ہیں اور نوجوان اسے پہنتے ہیں۔ بلکہ بعض ہندوستان سے خصوصاً منگوا کر پہنتے ہیں جو غلط ہے اور ہر مومن کو اپنی تہذیب اور اپنی اقدار کو سامنے رکھتے ہوئے غیر مسلم اقوام کے طریقوں سے بچنا چاہئے۔

حضرت عیسیٰ بن عبد الرحمنؒ روایت کرتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن حکیمؓ کے پاس عیادت کے لئے گیا اور ان کے بدن پر سرخی تھی یعنی مرض کی سرخی تھی۔ میں نے کہا کہ آپ کوئی تعویذ کیوں نہیں لٹکا لیتے۔ انہوں نے کہا موت اس سے زیادہ قریب ہے اور کہا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے کوئی چیز (یعنی تعویذ) لٹکائی وہ اُسی کو سونپ دیا جاوے گا یعنی پھر اسے تائید غیبی نہ ملے گی۔

(ترمذی باب ماجاء فی کراھیۃ التعلیق)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بعض لوگ بچوں کے ناک کان چھدواتے اور بالی بلاک پہناتے یا پاؤں میں گھنگروں ڈالتے اور سر پر چوٹی سی رکھ لیتے ہیں یہ سب غیر اسلامی رسوم ہیں جو غیر قوموں سے مسلمانوں میں آگئی ہیں۔ منت کے طور پر سر پر جو بودی رکھتے ہیں اس کے بارے میں استفسار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا "ناجائز ہے۔ ایسا نہیں چاہئے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 169)

میرے نوجوان بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی ایک دفعہ کسی نے اپنی حاجات پیش کر کے تعویذ وغیرہ مانگا جس پر آپؑ نے فرمایا کہ

"تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 505)

الغرض ہمارے جامع اور کامل مذہب نے غیر اقوام کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے سے کلیۃً منع فرمایا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حوالہ سے بہت ہی معمولی باتوں میں صحابہؓ کی تربیت و اصلاح فرمائی۔ آپؐ نے ایک صحابی کو بائیں ہاتھ سے پانی پینے سے منع فرمایا کہ یہ غیر اقوام کا طریق ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے مکرم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب مرحوم و مغفور کو کالج کی study کے دوران پینٹ کوٹ پہننے سے منع فرمایا تھا اور اپنے دورہ یورپ کے دوران انہی صاحبزادہ صاحب مرحوم کو کوٹ پینٹ پہننے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ ایک چیک کاٹ کر دیا کہ جاؤ! دو سوٹ بنے بنائے خریدو اور اس کے ساتھ میچ کرتی ٹائیاں اور قمیض بھی خریدو اور پہنو! اور فرمایا۔

"میرا حکم (کالج کے زمانہ میں سوٹ نہ پہننے کا) اس لئے تھا کہ وہ انگریز کا زمانہ تھا۔ انگریز حاکم تھا اور حاکم کے لباس کو اپنانا غلامانہ ذہنیت کی دلیل ہے اور میں اپنی اولاد میں غلامانہ ذہنیت برداشت نہیں کر سکتا۔ اب انگریز ہمارے ملک کا حاکم نہیں ہے۔ اِس لباس کے پہننے میں کوئی حرج نہیں"

(یادوں کے دریچے از صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صفحہ 31-32)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے تو ایک موقع پر اسٹیج پر داڑھی کے بغیر نظم پڑھنے والے ایک نوجوان کو دیکھ کر یہ ہدایت فرمائی کہ آئندہ سے اس عالمی اسٹیج پر داڑھی کے بغیر نظم یا تلاوت کرنے والا کوئی نہ آئے۔

(خلاصہ خطاب سالانہ اجتماع انصار اللہ جرمنی 17 مئی 1999ء)

میرے خدام بھائیو! اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ اس میں گو لباس کی پابندی نہیں۔ وہ لباس جو پردہ کی شرائط پوری کر رہا ہو اور اس ملک کے موسم کے مطابق ہو میں کوئی حرج نہیں۔ تاہم فیشن کے طور پر تقلید نہ ہو۔ پھر یہ بات بھی مد نظر رہنی چاہئے کہ اسلام تعلیم کے مطابق ظاہر کا باطن پر اثر ہوتا ہے۔ اس لئے انسان کو اپنا ظاہر اُس خوبصورتی پر ہی رکھنا چاہئے جو خدا تعالیٰ نے اُسے عطا کی ہے۔ چہرے کو بگاڑنے اور غیر اقوام کے رسم و رواج سے اپنے آپ کو رنگنے سے آہستہ آہستہ انسان کا باطن آلودہ ہونے لگتا ہے اور خدا سے دوری پیدا ہوتی ہے۔ چہرے یا جسم پر ٹیٹوز بنوانے کا دیگر نقصان کے علاوہ ایک نقصان جسم کی الرجی یا کینسر

جیسی موذی بیماری کا لاحق ہونا بھی ہے۔ کینیڈا میں ایک دفعہ لجنہ کے اجتماع پر مہندی کے اسٹال پر فیس پینٹنگ بھی کی جارہی تھی۔ اس پر ایک واقفہ نو کے سوال پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ٹیٹو یا فیس پر جو کرتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ مہندی کے اسٹال پر صرف مہندی ہونی چاہئے"۔ اور پھر تسلسل میں فرمایا"... منہ پر بھی مہندی لگالو۔ پاگل بنادو۔ کارٹون بنادو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان بنایا ہے تم اس کو جانور بنادو... منہ پر مہندی لگانا اور یہ ٹیٹو کروانا۔ ٹیٹو ئینگ منع ہے اسلام میں..... فیس پینٹنگ نہیں ہونی چاہئے۔ کیا یہاں جن بھوت بنانے ہیں؟.... چہرے بگاڑنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس کا اسلام نے بڑا واضح طور پر حکم دیا ہوا ہے۔ نئی نئی رسمیں نہ پیدا کریں۔ رسمیں تو آپ لوگ پیدا کر رہے ہیں بدعات تو آپ لوگ پیدا کر رہے ہیں لجنہ والے۔ تو اصلاح کیا کرنی ہے آپ نے؟ اسی طرح بدعات اندر گھستی ہیں کہ نیکی کے نام پر، حضرت آدمؑ کو جو شیطان نے بھڑکایا تھا نیکی کے نام پر نہیں کہا تھا کہ تم یہ کرو بڑا لطف اٹھاؤ گے اس سے۔ پہلے اس نے نیکی کی بات کر کے کہا تھا کہ یہ کرو بڑی نیکی ہے ہمیشہ کے لئے نیک بن جاؤ گے۔ شیطان نے آدم کو اسی طرح بھڑکایا تھا ناں؟ ہمیشہ کے لئے نیک بنانے کے وعدے پر؟ حالانکہ وہ شیطانی وعدہ تھا.... آئندہ کیا نہیں کریں گے؟ یہ نئی نئی بدعات پیدا کر رہے ہیں یا یہ دیکھا کریں آپ لوگ، لجنہ اور عہدیداروں کا کام یہ ہے کہ خلیفہ وقت کے منہ کو دیکھیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اپنی اپنی بدعات ناں پیدا کریں۔ اپنی اپنی رسمیں ناں پیدا کریں۔"

(گلشن وقف نو ناصرات جولائی 2012ء)

اگر ہمیں اپنے اللہ، خالقِ حقیقی سے ذرا بھر بھی محبت کا دعویٰ ہے اور ضرور ہے تو قرآنی حکم اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کے تحت اللہ کے سب سے پیارے وجود حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی پیروی کرنی ہے اور آپؐ کی صورت اور سیرت سے محبت کرتے ہوئے آپؐ ہی کی مبارک سنتوں کو اپنی زندگی میں جگہ دے کر اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوں۔

ہم تو "وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ "میں بیان پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویدار ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے آپ کو صحابہ سے ملائیں۔ وہ کریں جو نمونہ ہمارے لئے صحابہ رسولؐ نے چھوڑا ہے۔ نہ کہ دوسروں کی نقل۔

خدام بھائیو! اس مضمون کے آغاز پر خاکسار نے حضرت سلمان فارسیؓ کی ایک روایت بیان کی ہے کہ جنہوں نے ایک مشرک کو یہ فخریہ جواب دیا تھا کہ ہاں! ہمارے رسولؐ نے قضائے حاجت کے آداب، طریق اور دعا سکھلائی اور فرمایا ہے کہ قبلہ رُخ نہیں بیٹھنا۔ ہڈی کو استنجاء کے طور پر استعمال نہیں کرنا وغیرہ وغیرہ

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی حضرت سلمان فارسیؓ کی نسل سے ہیں اور ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روحانی اولاد ہیں۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم حضرت سلمان فارسیؓ جیسی غیرت اپنے اندر پیدا کریں اور ان تمام اطوار و عادات کو خیر باد کہہ دیں اور ان سے نفرت کا اظہار کریں جو دینی اقدار اور تہذیب کے خلاف ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بعض ایسے پیر بھی دیکھے گئے ہیں جو بالکل زنانہ لباس رکھتے ہیں یہاں تک کہ رنگین کپڑے پہننے کے علاوہ ہاتھوں میں چوڑیاں بھی رکھتے ہیں پھر ایسے لوگوں کے بھی بہت سے مرید پائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ان سے پوچھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کب ایسی زنانہ صورت اختیار کی تھی تو اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں ہے۔ وہ ایک نرالی شریعت بنانا چاہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر اپنی تجویز اور اختیار سے ایک راہ بنانا چاہتے ہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس قسم کی باتیں شعائرِ اسلام میں سے نہیں ہیں بلکہ ان لوگوں نے یہ امور بطور رسوم ہندوؤں سے لئے ہیں اور نہ صرف یہی بلکہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جو انہیں سے لی گئی ہیں جیسے دم کشی وغیرہ۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 417)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اتباعِ رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا۔ یعنی

کوشش ہو گی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا اور ہواوہوس سے بھی باز رہوں گا۔ تو قناعت اور شکر پر زور دیں۔ یہ شرط ہر احمدی کے لئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مد نظر رکھنا چاہئے۔"

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ 155)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کریم اور اسلام کی تعلیمات میں بیان شِعار اپنانے کی توفیق دے۔ آمین

بڑھتی رہے خدا کی محبت خدا کرے
حاصل ہو تم کو دید کی لذت خدا کرے
توحید کی ہو لب پہ شہادت خدا کرے
ایمان کی ہو دل میں حلاوت خدا کرے
حاکم رہے دلوں پہ شریعت خدا کرے
حاصل ہو مصطفیٰؐ کی رفاقت خدا کرے

۞۞۞۞

﴿44﴾ ﴿مشاہدات۔154﴾

اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ (الحدیث)

جوانی جنون کا حصہ ہے

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (النساء:123)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم ضرور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ اور (اپنے) قول میں اللہ سے زیادہ سچا اور کون ہے۔

انسان کی زندگی کو بالعموم تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ بچپن 2۔ جوانی 3۔ بڑھاپا

معزز بھائیو اور بہنو! آج مجھے جوانی کے حوالہ سے اسلامی تعلیمات بیان کرنی ہیں۔

جوانی، جوان ہونے، زمانہ شباب یا بلوغت کو کہتے ہیں اور اس کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک نوجوان یعنی نو عمر، نوخیز یعنی ابھی جوانی کا آغاز ہوا ہو اور دوسرا معیار جوان ہے۔ جب انسان لڑکپن دَور سے نکل چکا ہو اور سیانے پن میں داخل ہو چکا ہو۔ اس دوسرے دور میں بالعموم ایک انسان کی شادی ہو چکی ہوتی ہے۔ صاحب اولاد بھی ہوتا ہے اور دوسری طرف والدین، بہن، بھائی اور سسرالی رشتے بھی ہوتے ہیں۔ بیوی اور اولاد کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ان بزرگ رشتوں کی قدر و منزلت کو سمجھنا اور ان کے حقوق کی ادائیگی اس جوان کا فرض ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اس دَور کی تخصیص، مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے نام سے کی جاتی ہے یعنی نوجوانوں کی تنظیم۔ نوجوان مردوں کے لئے خدام الاحمدیہ اور نوجوان احمدی بچیوں کے لئے لجنہ اماء اللہ اور ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مصلح موعودؓ نے انہی نوجوانوں کے متعلق فرمایا ہے۔ ”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔“

مذہبی دنیا میں نوجوانوں (مرد و عورت) کی بہت اہمیت رہی ہے۔ جب مذاہبِ عالم کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر ابتدائی ایمان لانے والوں میں نوجوان (خواہ مرد ہوں یا عورت) کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو خود نبوت کا درجہ 40 سال کے بعد ملا۔ جب وہ عالمِ شباب کا دور نہایت تقویٰ، اخلاص اور قربانیوں کے ساتھ جوان صالح اور جوان بخت رہ کر گزار چکے ہوتے ہیں۔

انسان کی زندگی لاریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی عطا اور عظیم نعمت ہے۔ جو رب العالمین کی طرف سے ہمارے پاس ایک امانت کے طور پر ہے اس کی حفاظت، دیکھ بھال اور اس کے حقوق کی ادائیگی ہر انسان پر فرض ہے۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن یہ امانت جلد یا بدیر خالق حقیقی کو واپس کرنی ہے۔

اس امانت کی حفاظت اور اس نعمت کی دیکھ بھال کے لئے ایک انسان کے پاس بہترین وقت اس کی جوانی ہے۔ جب وہ تندرست و توانا ہوتا ہے اور اپنے جسمانی، ذہنی، اخلاقی، روحانی قویٰ کا استعمال بہترین انداز اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں جوانی کی عمر اور عنفوان شباب کا عالم بہت اہمیت رکھتا ہے اور اسی کی بہت فضلیت بیان ہوئی ہے جب وہ اپنی بے پناہ قوت اور صلاحیت کے ساتھ تمام دینی و دنیاوی فرائض احسن طریق پر ادا کرتا ہے۔ اس لئے ہمارے نوجوان احمدی خدام اور ممبراتِ لجنہ کو

اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے اور اپنی اس عمر کو ایسے رنگ میں گزاریں جس طرح آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی گزاری۔

معزز بھائیو اور بہنو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان طبقہ کی رہنمائی اور دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کے لئے بہت سی زریں ہدایات سے نوازا ہے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا ہے:

اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الجُنُوْن

(تفسیر الدر المنثور زیر آیت 123 سورۃ النساء)

کہ عہد جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔

عربی زبان میں جنون کے ایک معنی جوش، ولولہ، عزم اور نئی امنگ کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پُر حکمت ارشاد میں نوجوان بچوں اور بچیوں کو اسی لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

حضرت مولانا دوست محمد شاہد مرحوم مؤرّخ احمدیت اس حدیث کی تشریح میں اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان میں (احمدی) نوجوانوں کو اس لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جوانی کے زمانے کو جو اللہ تعالیٰ نے خاص فضل سے تمہیں عطا کیا ہے غنیمت سمجھو اور دین کی خدمت میں پورے جوش و خروش کے ساتھ سرگرم عمل رہو ورنہ جوانی کے بعد دینی خدمات کا خیال قوت عملیہ نہ ہونے کی وجہ سے خواب پریشان بن کے رہ جائے گا۔ اس حدیث میں جنون کا لفظ اس واضح حقیقت کی نشان دہی بھی کرتا ہے کہ ایک دیوانہ جب کسی رَو میں بہہ جاتا ہے تو اس کی زندگی کے دھارے کو بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی حال نوجوانوں کا ہے۔ اگر ایک نوجوان ابتداء ہی سے خدمتِ دین، ذکرِ الٰہی اور اخلاقِ فاضلہ میں راسخ ہو جائے تو اس کی پوری عمر اسلامی سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ بصورت دیگر جوانی کے غلط خیالات و جذبات کا طوفان اُس کے اخلاق اور روحانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جب ہوش کی آنکھ کھلتی ہے تو کف افسوس مَلنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔"

(ماہنامہ خالد جون 2007ء صفحہ 17)

اللہ تعالیٰ کو جوانی کے عالم میں توبہ بہت پسند ہے۔ توبہ تو زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی کی جاسکتی ہے لیکن جوانی کی توبہ کی اسلام میں بہت اہمیت ہے بلکہ فضلیت کے اعتبار سے جوانی کی توبہ افضل ترین ہے کیونکہ بڑھاپے میں قویٰ مضمحل ہو چکے ہوتے ہیں۔ آرزوئیں، تمنائیں اور خواہشات دم توڑ چکی ہوتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَیْءٍ أَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ مِنْ شَابٍّ تَائِبٍ

(ابن عدی الکامل فی ضعفاء الرجال جلد 4 صفحہ 118)

کہ اللہ تعالیٰ کو جوانی کی توبہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

اسی مضمون کو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی بیان فرمایا کہ إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الشَّابَّ التَّائِبَ کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے نوجوان سے زیادہ پسندیدہ کوئی شخص نہیں۔

(کنزل العمال کتاب التوحید حدیث نمبر 10181)

شیخ سعدی کا مشہور قول ہے "در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است" کہ جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ اور طریق رہا ہے۔

ہم اگر اپنے زمانہ پر نگاہ ڈالیں تو ہر تنظیم، تحریک، جماعت اور فوج میں نوجوانوں کا کردار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ان سوسائٹیز، تنظیموں کا مستقبل ان نوجوانوں سے جُڑا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوجیں یا حکومتیں سب سے پہلے اپنے مخالف طبقہ کے نوجوانوں پر حملہ کر کے انہیں ہلاک تباہ اور نیست و نابود کرتی ہیں۔ تا آئندہ کچھ سالوں تک یہ قوم اٹھنے نہ پائے۔ ابھی حال ہی میں عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر کے ساتھ ایسا ہوتا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔

آجکل الیکٹرانک دنیا میں یہودیوں اور عیسائیوں نے کمال ہوشیاری سے ساری دنیا میں پھیلے مسلمان نوجوان طبقہ پر سوشل میڈیا سے ایسا تباہ کن حملہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے نوجوان طبقہ کو اس میں ایسا جکڑا دیا ہے کہ اِن کے اخلاق اور روحانی قدریں تباہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

اس کے بالمقابل مذہبی دنیا کا جائزہ لیں کہ اصحاب کہف زیادہ تر نوجوان تھے۔ حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے جوان تھے۔ اصحاب الصفہ زیادہ تر نوجوانوں پر مشتمل تھے اور جب ہم اسلام کے ابتدائی ایام کا جائزہ

لیتے ہیں تو مَیں اوپر بیان کر آیا/ آئی ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے صحابہ کا تعلق نوجوان طبقہ سے تھا۔ جن کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تربیت اور تنظیم فرمائی کہ یہ مستقبل کے سپہ سالار بنے۔ ان کے ہاتھوں میں اسلام کی بھاگ دوڑ تھمائی گئی۔ حتیٰ کہ ہجرت مدینہ کے وقت بھی انہی تربیت یافتہ نوجوانوں نے بطور مربی اور استاد انصار بھائیوں کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

معزز بھائیو اور بہنو! ان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"انبیاء علیہم السلام پر ابتدائے زمانہ میں ایمان لانے والے زیادہ تر نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ بوڑھے بوڑھے اس کے سلسلہ میں شامل ہوں اور چند روز خدمت کر کے وہ وفات پا جائیں اور سلسلہ کی تعلیم کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے والے کوئی نہ رہیں۔ پس وہ بوڑھوں کی بجائے زیادہ تر نوجوانوں کو اپنے سلسلہ میں شامل کرتا ہے اور نوجوانوں کی جماعت کو ہی نبی کی تربیت میں رکھ کر درست کرتا ہے۔ تاکہ وہ نبی کی وفات کے بعد ایک لمبے عرصہ تک اس کے لائے ہوئے نور کو دنیا میں پھیلا سکیں۔ اور اس کی تعلیم کی اشاعت اور ترویج میں حصہ لے سکیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپ کے مقرب ترین صحابہ قریباً سارے ہی ایسے تھے جو عمر میں آپؐ سے چھوٹے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپؐ سے اڑھائی سال عمر میں چھوٹے تھے۔ حضرت عمرؓ آپؐ سے ساڑھے آٹھ سال عمر میں چھوٹے تھے اور حضرت علیؓ آپؐ سے انتیس سال عمر میں چھوٹے تھے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی 20 سال سے لے کر 25 سال تک آپؐ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ یہ نوجوانوں کی جماعت تھی جو آپؐ پر ایمان لائی اور اس جوانی کے ایمان کی وجہ سے بھی مسلمانوں کی جماعت کو یہ فائدہ پہنچا کہ چونکہ یہ ایک لمبے عرصہ تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہے تھے اور پھر ان کی عمریں چھوٹی تھیں اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلمکی وفات کے بعد بھی یہ لوگ ایک عرصہ دراز تک لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوی نبوت کے بعد 23 سال کے قریب زندہ رہے ہیں۔ اب اگر ساٹھ سال بوڑھے ہی آپؐ پر ایمان لاتے اور نوجوان طبقہ اس میں شامل نہ ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ان میں سے اکثر مکہ میں ہی وفات پا جاتے اور مدینہ کے لوگوں کے لئے نئی ٹریننگ شروع کرنی پڑتی۔ کیونکہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچتے تو پہلی تمام جماعت ختم ہو چکی ہوتی اور آپؐ کو

ضرورت محسوس ہوتی کہ ایک اور جماعت تیار کریں جو اسلام کی باتوں کو سمجھے۔ اور آپؐ کے نمونہ کو دیکھ کر وہی نمونہ دوسروں کو اختیار کرنے کی تلقین کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کے لئے کس قدر مشکلات ہوتیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اس لئے ایسا انتظام فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو بجائے کسی نئی جماعت کے ٹریننگ کے وہی نوجوان جو مکہ میں آپؐ پر ایمان لائے تھے اس قابل ہو چکے تھے کہ فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لیں۔ چنانچہ 11 سال کا علی مدینہ پہنچتے وقت 24 سال کا جوان تھا اور 17 سال کا زبیر مدینہ جاتے وقت تیس سال کا جوان تھا۔ یہی حال باقی نوجوان صحابہؓ کا بھی تھا۔ کوئی ان میں سے تیس سال کا تھا کوئی چونتیس سال کا تھا اور کوئی 35 سال کا تھا۔ پس بجائے اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نئے سرے سے ایک جماعت بنانی پڑتی جب آپ مدینہ میں پہنچے اور کام وسیع ہو گیا تو آپؐ کو انہی نوجوانوں میں سے بہت سے مدرس مل گئے۔ جنہوں نے مکہ میں آپؐ سے سبق حاصل کیا تھا اور 10 سال تک مدینہ میں بھی انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی میں رہنے کا موقع مل گیا۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 199-200 ایڈیشن اول)

معزز بھائیو اور بہنو! آئیں! دیکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فدائی نوجوان صحابہ جیسا مقام پانے کے لئے امت کے دیگر نوجوان طبقہ کو کن الفاظ میں توجہ دلائی۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن 7 طرح کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا سایہ حاصل ہو گا جس دن اللہ کے سایہ کے سوا کسی اور طرح کا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ان 7 قسم کے انسانوں میں سے دوسرے نمبر پر فرمایا کہ شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ (بخاری جلد اول صفحہ 191) کہ ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔

پھر حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز انسان کے قدم اپنی اپنی جگہ سے یعنی حساب کی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے 5 امور کے بارہ میں سوال نہ کر لیا جائے۔ ان پانچ امور میں سے دوسرے نمبر پر یہ سوال ہو گا کہ "جوانی کی توانائی کہاں صرف کی؟"

(ترمذی باب صفة القيامه)

یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کہ عمر کن کاموں میں گنوائی؟ کے بعد جوانی کے حوالہ سے سوال کیا ہے۔ کسی اور عمر والے کے متعلق سوال کی تخصیص نہیں۔ ایک عمومی طور پر عمر بارے سوال ہو گا کہ کن کاموں میں گنوائی۔ لیکن بعض محدثین نے ان پانچ امور میں سے چار کا تعلق جوان عمری سے باندھا ہے۔ جیسے

- عمر کن کاموں میں گنوائی۔ یہاں بالعموم سوال ہے جس میں ہر انسان کی نوجوانی شامل ہے۔
- مال کے متعلق سوال ہو گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ انسان مال کا حصول اپنی جوانی سے ہی شروع کرتا ہے۔ اور خرچ کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔
- جو علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟ انسان علم کے حصول کے لئے اپنی جوانی سے ہی کرتا ہے۔ اور اس پر عمل بارے بھی سوال کیا ہو گا۔

حضرت عمر بن میمونؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ 5 چیزوں کو 5 چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔

1. جوانی کو بڑھاپے سے قبل
2. صحت کو بیماری سے قبل
3. خوشحالی کو ناداری سے قبل
4. فراغت کو مصروفیت سے قبل
5. زندگی کو موت سے پہلے (ترمذی)

معزز بھائیو اور بہنو! ان 5 امور میں سے نمبر 1 کا تو براہ راست جوانی سے تعلق ہے جبکہ باقی امور کا بلاواسطہ نوجوان طبقہ سے تعلق ہے۔ ابھی چند دن قبل ہم دوست ایک جگہ چائے پر اکٹھے ہوئے وہاں بڑھاپے کی بیماریوں کا ذکر چل نکلا۔ ایک دوست نے کہا کہ 60-65 سال کی عمر میں جا کر انسان مختلف بیماریوں کا مرقع (مجموعہ) بن جاتا ہے۔ جوڑوں کی درد، گھٹنے کی درد، چلنے پھرنے سے عاری۔ نزلہ زکام اور کئی بیماریاں وغیرہ وغیرہ اس وقت نماز کا بھی حق کماحقہ ادا نہیں ہوتا۔ گھٹنوں کی درد کی وجہ سے انسان کرسی پر ہونے کی وجہ سے سجدہ بھی نہیں کر پاتا۔ جو مزہ جوانی میں زمین پر ناک اور ماتھا رکھ کر اللہ کے حضور جھک کر دعا کرنے کا

مزہ تھا وہ اب حاصل نہیں۔ یہی مضمون ہے جو مندرج بالا حدیث میں بیان ہوا ہے۔ ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ جوانی کے عالم میں اولاد پیدا کر لو جو بڑھاپے کا ساتھ بن جاتی ہے۔

الغرض ہر مذہب، ہر سوسائٹی میں نوجوان طبقہ نے بڑا کام کیا ہے۔ یہ دَور دراصل انسانی زندگی کا سنہری دَور ہوتا ہے۔ نوجوان ہی کسی قوم کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں اور قوموں کے عروج وزوال کی داستان بھی اسی سرمایہ کی مرہون منت ہوتی ہے۔ جیسے اسلام کو جو ترقیات اور فتوحات نصیب ہوئیں۔ وہ درج ذیل نوجوان صحابہ کی مرہون منت تھیں۔

حضرت علیؓ (غزوہ خیبر میں اسلام کا علم بلند کیا)، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عمار بن یاسر، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ابن عمر، حضرت بن عباس اور حضرت ابن زبیر رضوان اللہ تعالیٰ عنہم پھر بعد کی اسلامی تاریخ میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی جیسے نوجوان مسلم سپہ سالاروں نے اپنے کارناموں سے تاریخ رقم کی اور دوسری قومیں آپ نوجوان سالاروں کے رعب ودبدبہ سے کانپتی رہی۔

علمی میدان میں مفسرین و محدثین جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام غزالی اور ابن تیمیہ نے اپنی جوان سالی میں ہی اسلامی تاریخ میں معرکے انجام دیئے۔

اور سب سے بڑھ کر ہمارے بہت ہی پیارے مربی سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جوانی اس امر سے عبارت ہے کہ آپ نے اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کر دیا اور اس کی مخلوق کا بھی۔ آپؐ نے جوانی کے عالم میں بھی ایک بڑھیا کا بوجھ ہلکا کیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی جوانی میں نیکی اور دیانت داری سے ہی قائل ہو کر شادی کا پیغام بھجوایا تھا۔ آپؐ جوانی کی عمر میں کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ ایسا کیوں ہوا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ بچپن میں آپؐ کا دل نکال کر صاف کر دیا تھا اور دشمن یہ کہہ اُٹھا تھا کہ آپؐ صادق وامین ہیں۔ جوانی ہی کے عالم میں خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود سے متعلق جھگڑا چکانے کے لئے دشمن نے آپؐ کو چنا۔ آپ کی جوانی پرہیز گاری، معصومیت، نیکی کی وجہ سے مشہور تھی۔ اپنے اور پرائے اپنے فیصلے اس نوجوان سے کروانا باعث سعادت سمجھتے تھے۔ حلف الفضول میں ہونے کی وجہ سے آپ کی نیک شہرت اور رعب ودبدبہ نے ہی ابوجہل کو کسی کی دبائی ہوئی رقم واپس کرنے

پر مجبور کر دیا تھا۔ اپنی نیکیوں اور توکل کی وجہ سے دشمن بھی کہہ اٹھا تھا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ کہ محمد اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔

معزز بھائیو اور بہنو! آج ہمارے خدام اور ہماری بچیوں اور بہنوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک نمونہ و اسوہ کو اپنانا ہو گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تصویر اپنے اندر اُتارنی ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اہم اور اچھوتے مضمون کو جلسہ سالانہ 1904ء کے موقع پر 29 دسمبر کو تقریر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”جب انسان دنیا میں آتا ہے تو کچھ زمانہ اس کا بے ہوشی میں گزر جاتا ہے۔ یہ بے ہوشی کا زمانہ وہ ہے جبکہ وہ بچہ ہوتا ہے اور اس کو دنیا اور اس کے حالات سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب ہوش سنبھالتا ہے تو ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ وہ بے ہوشی تو نہیں ہوتی جو بچپن میں تھی۔ لیکن جوانی کی ایک مستی ہوتی ہے جو اس ہوش کے دنوں میں بھی بے ہوشی پیدا کر دیتی ہے اور کچھ ایسا از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ نفسِ امارہ غالب آجاتا ہے۔ اس کے بعد پھر تیسرا زمانہ آتا ہے۔

اکثر لوگوں میں جنون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ ان میں ساٹھ یا ستر سال کے بعد انسان کے حواس میں فتور آجاتا ہے۔ غرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں بے ہوش ہوتا ہے۔ اور ضعف و تکاہل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔ انسان کی عمر کی تقسیم انہیں تین زمانوں پر ہے۔“

اس کے بعد جوانی کے دور کا ذکر کرتے ہوئے اِسی تقریر میں فرماتے ہیں:

”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ ہے جو ان دونوں کے بیچ کا زمانہ ہے یعنی شباب کا جب انسان کوئی کام کر سکتا ہے، کیونکہ اس وقت قویٰ میں نشو نما ہوتا ہے اور طاقتیں آتی ہیں، لیکن یہی زمانہ ہے جبکہ نفس امارہ ساتھ ہوتا ہے اور وہ اس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مؤاخذہ کا زمانہ ہے اور خاتمہ بالخیر کے لیے کچھ کرنے کے دن بھی یہی ہیں، لیکن ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جاوے تو یہی زمانہ ہے جو جہنم میں لے جائے گا اور شقی بناوے گا۔ ہاں اگر عمدگی اور ہوشیاری اور پوری احتیاط کے ساتھ اس زمانہ کو بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید

ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے کیونکہ ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہ کرے گا۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امارہ نے اس کو ردّی کیا ہوا ہے لیکن اگر کوئی کار آمد ایام ہیں تو یہی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف:54) یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفس امارہ بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ اس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا رب رحم کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعاؤں کی بہت بڑی ضرورت ہے نرا زُہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کار آمد نہیں ہوتا جبتک خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ساتھ نہ ہو اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ تو ہے ہی وہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اسی طرح ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ بہت سے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے بھی وہ پلید ہو سکتے ہیں تو اس ظاہری تقویٰ اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے۔ تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حصول کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک اُمنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے اور عقل اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 200-201 ایڈیشن 1988ء)

حضور علیہ السلام ایک موقع پر فرماتے ہیں:

"مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَلْمَانٌ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ۔ سلمان یعنی الصلحان کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی۔ ایک اندرونی دوسری بیرونی۔ اور یہ اپنا کام رِفق سے کرے گا۔ نہ کہ شمشیر سے اور میں جب مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس

نے جنگ نہ کی تو میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

ہے نشاط نوجوانی تا بہ سی سال
چہل آمد فرد ریزد پرو بال

اب جب سے چالیس سال گزر گئے دیکھتا ہوں کہ وہ بات نہیں۔ ورنہ اول میں بٹالہ تک کئی بار پیدل چلا جاتا تھا اور پیدل آتا اور کوئی کسل اور ضعف مجھے نہ ہوتا اور اب تو اگر 5-6 میل بھی جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد حرارت عزیزی کم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ خون کم پیدا ہوتا ہے اور انسان کے اوپر کئی صدمات رنج و غم کے گزرتے ہیں۔ اب کئی دفعہ دیکھا ہے کہ اگر بھوک کے علاج میں زیادہ دیر ہو جائے تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 257 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

معزز بھائیو اور بہنو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اِس مضمون کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعودؓ جنہوں نے ذیلی تنظیموں کا قیام فرمایا تھا... نے فرمایا تھا کہ ہماری جماعت کو نیکی، تقویٰ، عبادت گزاری، دیانت، راستی یعنی سچ اور عدل و انصاف میں ایسی ترقی کرنی چاہئے کہ نہ صرف اپنے بلکہ غیر بھی اس کا اعتراف کریں... اس غرض کو پورا کرنے کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کی تحریکات جاری کی ہیں اور ان سب کا مقصد یا کام یہ ہے کہ نہ صرف اپنی ذات میں نیکی قائم کریں بلکہ دوسروں میں بھی نیکی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جب تک حتمی طور پر جبر و ظلم تعدی یعنی حد سے بڑھا ہوا ظلم، بد دیانتی، جھوٹ وغیرہ کو نہ مٹا دیا جائے اور جب تک ہر امیر، غریب اور چھوٹا اور بڑا اس ذمّہ داری کو محسوس نہ کرے کہ اس کا کام یہی نہیں کہ خود عدل و انصاف قائم کرے بلکہ یہ بھی ہے کہ دوسروں سے بھی کروائے خواہ وہ افسر ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری جماعت اپنوں اور دوسروں کے سامنے کوئی

اچھا نمونہ نہیں قائم کر سکتی اگر آپ یہ باتیں نہیں کر رہے تو یہ باتیں ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں تھیں کہ اگر جماعت نے ترقی کرنی ہے اگر اس مقصد کو پورا کرنا ہے جس کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے تو ہمیں اپنے نوجوانوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ نوجوانوں کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ اپنے بچوں میں تبدیلی کرنی ہوگی اور بچوں کو اپنے اندر تبدیلی کرنی ہوگی۔ اپنے بوڑھوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی اور عورتوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ تبھی ہم اس دعویٰ میں سچے ہو سکتے ہیں کہ ہم دنیا سے ظلم بھی ختم کریں گے اور جبر بھی ختم کریں گے۔ تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رشتے داروں سے حسن سلوک بھی کریں گے جب اس نہج پر سوچیں گے۔ ماں باپ کے حقوق بھی ادا کریں گے اور یوں بچوں کے حقوق بھی ادا کریں گے، ماتحت کا حق بھی ادا کریں گے اور افسر کا حق بھی ادا کری گے۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع یوکے 19 ستمبر 2004ء بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 105-106)

اپنی تقریر کا اختتام ایک حدیث نبویؐ سے کرتا/کرتی ہوں۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً فَلَمْ یَغْلِبْ خَیْرُهٗ شَرَّهٗ فَلْیَتَجَهَّزْ اِلَی النَّار

(الفتح الربانی والفیض الربانی از شیخ عبد القادر جیلانی مجلس نمبر 62 فی التوحید)

یہی حدیث ایک اور جگہ ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

مَنْ أَتَی عَلَیْهِ أَرْبَعُونَ سَنَةً فَلَمْ یَغْلِبْ خَیْرُهٗ شَرَّهٗ فَلْیَتَجَهَّزْ إِلَی النَّار

کہ جو شخص چالیس برس کی عمر تک پہنچ گیا مگر اس کا خیر اس کے شر پر غالب نہ آسکا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کی تیاری کرے۔

لہٰذا ہر احمدی نوجوان پر نیکی، خلوص، تقویٰ، تعلق باللہ، احترام مخلوق کی طرف اپنے سفر میں تیزی لانے کے لئے مجاہدہ کا آغاز کرنا چاہئے تا شعبہ جنون کے تحت نئے عزم، نئے ولولہ اور نئے ارادوں کے ساتھ اسلام واحمدیت کے جلد فتح کے لئے کام کرے۔ اور مجسم خیر بن کر شر کو اپنے راستے سے دُور کرتے ہوئے آخرت کی طرف سفر جاری رکھیں۔

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بُغض کی پروا نہیں
دِل قوی رکھتے ہیں ہم دَردوں کی ہے ہم کو سہار
جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے روبہؔ زار و نزار



﴿45﴾ ﴿مشاہدات۔459﴾

ایک احمدی خادم کے اوصاف۔پانچ بنیادی اخلاق

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

(الاحزاب:22)

کہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطاں نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ
حق کے پیاسوں کے لیے آبِ بقا ہو جاؤ
خشک کھیتوں کے لیے کالی گھٹا ہو جاؤ
بحر عرفان میں تم غوطے لگاؤ ہر دم
بانیٔ کعبہ کی تم کاش دعا ہو جاؤ

میرے خدام بھائیو! مجھے آج آپ سے پانچ بنیادی اخلاق کی روشنی میں ایک خادم کے اوصاف بیان کرنے ہیں ۔ نوجوان کسی بھی قوم، سوسائٹی اور جماعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لُغات میں "جوان" اور "نوجوان" کے تحت لکھا ہے کہ مضبوط، قوِی، گبرُو، بہادُر، دلیر، نوعمر اور نوخیز۔ محاورۃً لکھا ہے کہ جوانی ہر صورت میں اپنا جادو اور جَوہر دکھلاتی ہے اور "جوانانِ چمن" کے محاورہ کو مجازًا قوم کے جوانوں کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ ہم نے قوموں کی تعمیر میں نوجوانوں کے عمل دخل کو بہت دیکھا ہے۔ فوج میں جب بھرتی کا اعلان ہوتا ہے تو جوانوں بلکہ نوجوانوں کو بھرتی کیا جاتا ہے اور محاورہ کے طور پر بھی فوجیوں کو "قوم کے جوان" کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ ہم نے ابتدائے اسلام میں اسلامی جنگوں میں دیکھا

کہ نوجوان صحابہ نے جنگوں میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور ایسے جوہر دکھلائے کہ فتح و ظفر کی کلید کہلائے۔ سریہ بئرِ معونہ اور سریہ رجیع میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلیتًا نوجوانوں کو بھجوایا۔ جنگِ بدر میں تو دونوخیز بچوں کے درمیان کُشتی کا مقابلہ اِس لئے کروایا گیا کہ جیتنے والا جنگ میں شامل ہو کیونکہ دونوں نوعمر بچوں میں اسلام کی حفاظت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا بلکہ ایک والد اپنے نوعمر بچے کو یہ کہتے ہوئے دربارِ رسولؐ میں لایا تھا کہ دیکھیں یارسولُ اللہؐ! گو یہ دِکھنے کو بچہ لگتا ہے لیکن اِس کے ہاتھ دیکھیں جوانوں جیسے ہیں۔ معوّذ اور معاذ دونوخیز جوان ہی تھے جنہوں نے آنکھ جھپکتے ہی دشمنِ اسلام ابوجہل کو تلواروں کے ساتھ حملہ کر کے قتل کر دیا تھا۔

سامعین! اسلام کے ابتدائی حصے میں نوجوان صحابہ کی جوانمردی اور جانی و مالی قربانیوں کو دیکھتے اور تاریخ اسلام کے مطالعہ کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے جماعتِ احمدیہ میں 15 سے 40 سالوں کے جوانوں کے لئے "مجلس خدام الاحمدیہ" کے نام سے الگ سے تنظیم بنائی جس میں شامل ہونے والا "خادِم" کہلایا اور 7 سے 15 سال نوخیز بچوں کی الگ سے "مجلس اطفال الاحمدیہ" کے نام سے ایک ذیلی تنظیم بنائی جس میں شامل ہونے والا بچہ "طفل" کہلایا۔ اِن دونوں تنظیموں کے بانی حضرت مصلح موعودؓ نے ان کو یہ ماٹو دیا کہ قوموں کی اصلاحِ نوجوانوں کی اصلاحِ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ایک خادم کے اوصاف کا احاطہ کریں تو اِس ماٹو کو بنیاد بنا کر ہر خادم کو تمام اسلامی اوصاف سے مزین ہونا چاہئے۔ اُس کے اندر خدا کا حلول ہوتا نظر آئے۔ اُس کے عمل اور کردار سے بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تصویر نظر آئے۔ اُس کی تمام زندگی کا لمحہ لمحہ قرآنِ کریم کی تعلیمات سے عبارت ہو۔ وہ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سچا مسیح و مہدی اور خدا کا نمائندہ سمجھتے ہوئے اُس کو اپنے لئے نمونہ بنائے اور اُن کی تمام افاضات کو حرزِ جان بنائے۔ جماعت احمدیہ میں جاری مبارک نظام "نظامِ خلافت" کو الٰہی نظام سمجھتے ہوئے اُس کی فیوض و برکات سے وہ بھرپور فائدہ اٹھانے والا ہو۔ اِس حوالے سے مَیں اپنی تقریر کو آگے بڑھانے سے قبل ایک خادم کا یہ وصف بھی بیان کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر خادم سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ اور کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْآنَ پر عمل کرتے

ہوئے اپنے وجود میں صحابہ رسولؐ کی تصویریں اُتارے گا اور حضرت مسیح موعودؑ کے یہ اشعار اِن پر پورے اُتر رہے ہوں گے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی
فَسُبْحانَ الّذی اَخزَی الْاَعَادِی

پس پکے، سچے اور حقیقی خادم بننے کے لئے اُن تمام قویٰ کو پورے شدّ و مدّ سے بروئے کار لانا ہے جن کا ذکر مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ اِس حوالے سے فرماتے ہیں:

"میں نے ملازمت پیشہ لوگوں کی جماعت میں بہت کم ایسے لوگ پائے کہ جو محض خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے اخلاق فاضلہ، حلم اور کرم اور عفت اور تواضع اور انکسار اور خاکساری اور ہمدردی مخلوق اور پاک باطنی اور اکل حلال اور صدقِ مقال اور پرہیز گاری کی صفت اپنے اندر رکھتے ہوں۔"

(کتاب البریہ صفحہ 168 حاشیہ)

پیارے نوجوانو! جن اوصاف سے ایک خادم کو متّصِف ہونا چاہئے انہیں ہم اسلام کی اصطلاح میں اخلاقِ فاضلہ، اخلاقِ حسنہ یا اخلاقِ طیبہ کہہ سکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ نے ایک دفعہ احبابِ جماعت کو مخاطب ہو کر پانچ اخلاق (سچائی، نرم اور پاک زبان، وسعتِ حوصلہ، غریبوں کی ہمدردی اور مضبوط عزم و ہمت) اپنانے کے طرف توجہ دلائی تھی اور اِن کو "بنیادی اخلاق" کا نام دیا تھا یعنی ہر خادم اور ہر طفل میں اِن کا ہونا ضروری ہے۔ جس طرح عمارت کی تعمیر کے وقت اُس کی بنیادوں میں مضبوط میٹریل کا استعمال کیا جاتا ہے اِسی طرح ایک خادِم اور طفل کی اخلاقی تعمیر میں اس کی بنیادوں میں اِن پانچ اخلاق کو ڈالنا ضروری ہے۔ مجھے اس وقت، وقت کی رعایت سے اِن پانچ بنیادی اخلاق کی تفصیل میں جانے سے قبل اخلاقِ فاضلہ اپنانے کی اہمیت، ضرورت اور برکات کو بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تم میں سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔

(بخاری کتاب الادب)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو۔ یہ نیکی اس بدی کو مٹادے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حسن سلوک سے پیش آؤ۔

(ترمذی ابواب البر والصلۃ باب فی معاشرۃ الناس)

حضرت مصلح موعودؓ اخلاقِ حسنہ کے اپنانے کی اہمیت یوں بیان فرماتے ہیں:

"پس دلائل مذہبی، دعائیں اور اخلاق فاضلہ یہی ہماری توپیں اور یہی ہماری تلواریں، انہی توپوں اور انہی تلواروں سے ہم نے دنیا کے تمام ادیان کو فتح کر کے اسلام کا پرچم لہرانا اور ان پر غلبہ و اقتدار حاصل کرنا ہے اور اگر نوجوانوں میں یہ مہم جاری رہی تو ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت جلد ایک نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی مسلح فوج تیار کر لیں گے جس کے مقابلہ میں کوئی دشمن نہیں ٹھہر سکے گا۔"

(خطبہ جمعہ 17 مارچ 1939 مطبوعہ الفضل 7 اپریل 1939ء)

ایک اور موقع پر حضورؓ نے فرمایا۔

"اخلاق کے معنی کیا ہیں؟ اخلاق در حقیقت صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کا نام ہے جو بندے کی طرف سے ہو۔ پس ہم جب اللہ تعالیٰ کی صفات کی نقل کرتے ہیں تو با اخلاق کہلاتے ہیں۔ گویا ایک ہی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو تو اُس کی صفَت کہلاتی ہے اور بندوں کی طرف سے ظاہر ہو تو خُلق کہلاتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے اندر تو صفات ازلی ابدی طور پر پائی جاتی ہیں اور ہمارے اندر کسبی طور پر پائی جاتی ہیں۔ بہر حال جب یہ صفات ہمارے اندر آجاتی ہیں تو اَخلاق کہلانے لگ جاتی ہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے تو وہ اسماء یا صفات کہلاتی ہیں"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 67-68)

حضرت خلیفۃُ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

"خوش خلقی کا بڑا اثر ہوتا ہے اور یہ ایک ایسا خلق ہے جس کا بغیر کچھ خرچ کئے اثر ہوتا ہے اس میں وقت کا بھی کوئی خرچ نہیں، مال کا بھی کوئی خرچ نہیں لیکن اس طرح آپ دوسرے کو خوشی پہنچا سکتے ہیں اس کو مسرت حاصل ہوتی ہے اور وہ بشاش ہو جاتا ہے۔"

(افتتاحی خطاب سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ 16 اکتوبر 1970ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ

"اخلاق کا لفظی معنی عرفِ عام میں انسان کی میل جول کی اُس صلاحیت کو کہتے ہیں جس سے وہ دشمن کم اور دوست زیادہ بناتا ہے"

(کتاب نمبر 3 خطبات برائے واقفینِ نو)

سچائی

سامعین! آئیں! اِن پانچ اخلاق کی اہمیت کو سنیں۔ سب سے پہلے سچائی کو لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِیداً (الاحزاب: 71)

یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف بات کیا کرو اور ایک جگہ پر جھوٹ سے بچنے کی ہدایت یوں فرمائی۔ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: 31)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچائی، نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی، جنت کی طرف اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ اور فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کی طرف اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے وہ اللہ تعالیٰ کے کے ہاں کذاب لکھا جاتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب باب قول اللہ اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچائی اختیار کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"یقینا یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر میں کیوں کر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ

نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ جو شخص سچائی کو اختیار کریگا کبھی نہیں ہو سکتا کہ غریب ہو اور خدا تعالیٰ جیسا کوئی اور مضبوط قلعہ اور حصار نہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238-239)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

"اچھے اخلاق میں سے میں نے کئی دفعہ بیان کیا ہے کہ بہترین اخلاق جن کا پیدا کرنا کسی قوم کی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے وہ سچ اور دیانت ہیں اور بھی بہت سے اخلاق ہیں مگر سچ اور دیانت نہایت اہمیت رکھنے والے اخلاق ہیں۔ جس قوم میں سچ پیدا ہو جائے اور جس قوم میں دیانت آجائے وہ قوم نہ کبھی ذلیل ہو سکتی ہے اور نہ کبھی غلام بنائی جاسکتی ہے۔ سچائی اور دیانت دونوں کا فقدان ہی کسی قوم کو ذلیل بناتا اور ان دونوں کا فقدان ہی کسی قوم کو غلام بناتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 فروری 1939ء)

"سچ ایک قیمتی چیز ہے اور پھر کوئی مشکل بھی نہیں۔ آسان ترین ہے۔ جو کام ہاتھ نے کیا ہے اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ ہاتھ سے یہ کام کیا ہے۔ اس میں بوجھ کیا ہے۔ آنکھ نے جو کچھ دیکھا اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ آنکھ نے فلاں چیز دیکھی ہے، اس میں کون سی مشکل ہے۔ کانوں نے ایک بات سنی۔ اب اس کے متعلق یہ کہہ دینا کہ کانوں نے فلاں بات سنی ہے اور اس کو دہرا دینا کون سی مشکل بات ہے۔"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 611)

"اس زمانہ میں سب سے بڑی ضرورت سچائی کی ہے۔ انبیاء نے اس پر خاص زور دیا ہے اور انسانی اخلاق کا یہ ایک بنیادی حصہ ہے۔ سچائی اور راستی پر کوئی ایسا وقت نہیں آیا جب اس کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہو بلکہ کفار کے نزدیک بھی یہ چیز بڑی قیمتی سمجھی جاتی تھی .... دنیا میں وہی قومیں جیتا کرتی ہیں جن میں صداقت ہوتی ہے۔"

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 606)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

"(ایک) بات صدق مقال یعنی سچی بات کہنا ہے یہ بھی بڑی بنیادی چیز ہے۔ کہتے ہیں کہ جھوٹ کا بچہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ کوئی آدمی جھوٹ بول لے تو اس کا سلسلہ پھر پتہ نہیں کہاں تک چلتا ہے۔ اس کو چھپانے کے لئے ایک دوسرا جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ پھر اسے چھپانے کے لیے ایک تیسرا جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ مگر جو آدمی سچ بول رہا ہوتا ہے اس کو تو جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ کیونکہ اس کی تربیت کہیں کی کہیں پہنچ جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 16 اکتوبر 1970ء)

"قرآن کریم نے ہمیں جو تعلیم دی ہے وہ صرف یہ نہیں کہ سچ بولنا ہے بلکہ اس کے ساتھ کہا کہ قول سدید کہنا ہے یعنی سچ بھی بڑا اعلیٰ قسم کا جس کے اندر کوئی ہیر پھیر اور چالاکی نہ ہو۔"

(سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ افتتاحی خطاب 20 اکتوبر 1967ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ یقین رکھیے کہ سچ کے بغیر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں اسلئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا چاہئیں کہ بار بار خدام اور انصار اور لجنات اس طرف متوجہ ہوتے رہیں کہ سچائی کی کتنی بڑی قیمت ہے اور اس وقت جماعت کو اور دنیا کو جماعت کی وساطت سے کتنی بڑی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم احمدی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم نے یہ سچائی کا پیغام دنیا کو پہنچانا ہے، لیکن کس طرح؟ پہلے تو ہمیں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہو گا... یہی کام ہے جو انبیاء کے ماننے والوں کا ہے کہ جس طرح انبیاء اپنی مثال دیتے ہیں اُن کے حقیقی ماننے والے بھی اپنی سچائی کو اس طرح خوبصورت کر کے پیش کریں کہ دنیا کو نظر آئے۔ ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسوہ پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ پس اس اسوہ پر چلتے ہوئے سچائی کے خُلق کو سب سے زیادہ ہمیں اپنانا ہو گا... سچائی کے یہ معیار تبھی حاصل ہوں گے جب ہم ہر سطح پر خود اپنی زندگی کے ہر لمحے کو سچائی میں ڈھالیں گے۔ ہماری گھریلو زندگی سے لے کر ہماری باہر کی زندگی اور جو بھی ہمارا حلقہ اور ماحول ہے اُس میں ہماری سچائی ایک مثال ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ 09/ ستمبر 2011ء)

نرم اور پاک زبان

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ: وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:84)

اور تم لوگوں سے نرمی کے ساتھ بات کیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے محبت اور خوش خُلقی سے پیش آتے اور بعض دفعہ مخالفین کے سخت بدکلامی کرنے کے باوجود انہیں معاف فرما دیتے اور ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے۔ آپؐ نے فرمایا: "خوش نصیب ہے وہ شخص، جس کی زبان اس کے قابو میں ہو۔ اس کا مکان (مہمانوں کے لئے) کشادہ ہو اور وہ اپنے گناہوں پر روئے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی چیز میں جتنا بھی رفق اور نرمی ہو اتنا ہی یہ اس کے لئے زینت کا موجب بن جاتا ہے اور جس سے رفق اور نرمی چھین لی جائے وہ اتنی ہی بدنما ہو جاتی ہے۔ یعنی رفق اور نرمی میں ہی حسن ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل الرفق)

عربی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔ "اَلْلِسَانُ مَرْکُوْبٌ ذَلُوْل" کہ زبان سدھائی ہوئی سواری ہے یعنی زبان انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے چوتھی شرط بیعت میں فرمایا:

"یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے"

(اشتہار تکمیلِ تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

پھر آپ علیہ السلام سخت گوئی کے جواب میں بہتر طریق اختیار کرنا کے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئے کہ مَیں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لیے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

حضرت مصلح موعودؓ اس دوسرے بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر درشتی کرے۔"

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دوسرے بنیادی خُلق "نرم اور پاک زبان کا استعمال" کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا ہے یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔"

(خطبہ جمعہ 24/ نومبر 1989ء)

وسعتِ حوصلہ

سامعین! تیسرا بنیادی خُلق وسعت حوصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالضَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران:135)

غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق رکھنے والے کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اُسے بھی دے اور جو تجھے بُرا بھلا کہتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔"

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 776)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"غصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

آپؑ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرنا بھی ایک نہایت دقیق درد قیق راہ ہے اُسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دُکھ لگے ہیں لیکن اُنکی وسعتِ حوصلہ ہی ہے جو کمرِ ہمّت بندھاتی ہے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

"ہم جنہیں یہ یقین ہو کہ ہم خدا تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں اور اس کی مخلوق کی ہمدردانہ طور پر خدمت کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو وعدے کئے ہیں وہ ضرور پورے ہوں گے۔ ہم نے اپنے دشمن کا دل جیتنا ہے، اپنے فائدے کے لئے بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانے کے لئے۔ اس لئے بڑے وقار کے ساتھ ان وعدوں کے پورا ہونے کا انتظار کریں۔ طیش میں نہ آئیں، صبر اور وقار والی زندگی گزاریں۔" (مشعل راہ جلد دوم صفحہ 247)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس تیسرے خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"تیسری چیز ہے وسعت حوصلہ۔ بچپن سے ہی سکھائیں کہ اگر تمہارا نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور حوصلے کی یہ تعلیم زبان سے نہیں اپنے عمل سے دیں... بعض دفعہ معمولی نقصان پر ماں باپ بچوں یا نوکروں پر برس پڑتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اور چپیڑیں مارتے ہیں ایسے ماں باپ بچوں میں حوصلے پیدا نہیں کر سکتے... وسیع حوصلگی جماعت کے لئے آئندہ بہت ہی کام آنے والی چیز ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24/ نومبر 1989ء)

گالیاں سُن کے دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

وسعتِ حوصلہ کا سب سے ارفع نظارہ چشم فلک نے تب دیکھا جب باوجود ہر قسم کے اختیار کے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کو جو آپؐ اور آپؐ کے اصحاب کے خون کے پیاسے تھے اور ہر قسم کے ایذاء دینے میں پیش پیش تھے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُم کہہ کر معاف فرما دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صدقہ دینے سے مال کم نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کا بندہ جتنا کسی کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی زیادہ اسے عزت میں بڑھاتا ہے۔ جتنی زیادہ کوئی تواضع اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی سے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب استحباب العفو والتواضع)

غریبوں کی ہمدردی

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں

سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔ (النساء:37)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ اس وقت تک انسان کی ضرورتیں پوری کرتا رہتا ہے جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی کے لئے کوشاں رہے۔

(فشیریۃ باب الفتوۃ صفحہ 113)

پھر خادم بننے کے لئے غریبوں اور مخلوقِ خدا سے ہمدردی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ یاد رکھو کہ تم ہر شخص سے خواہ وہ کسی مذہب کا ہو، ہمدردی کرو اور بلا تمیز ہر ایک سے نیکی کرو کیونکہ یہی قرآن شریف کی تعلیم ہے۔ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (سورۃ الدھر:9) وہ اسیر اور قیدی جو آتے تھے اکثر کفار ہی ہوتے تھے۔ اب دیکھ لو.... ہمدردی کی انتہاء کیا ہے۔"

(الحکم 24 جنوری 1905ء۔ صفحہ 3 کالم 3)

پھر آپؑ مخلوقِ خدا سے دلی محبت اور غم خواری کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں تمام مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں پر یہ بات ظاہر کرتا ہوں کہ دنیا میں کوئی میرا دشمن نہیں ہے۔ میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں کہ جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں صرف ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ اور شرک اور ظلم اور ہر ایک بدعملی اور ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول۔"

(سیرت مسیح موعود از مولوی عبدالکریم سیالکوٹی صفحہ 35)

حضرت مسیح موعودؑ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ افرادِ جماعت سے جو عہد بیعت لیتے تھے۔ اس کی شرائط میں سے دو شرطیں یہ ہیں کہ ہر بیعت کرنے والا یہ عہد کرے کہ "عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے

نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔ "اور "عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔"

(اشتہار 12 جنوری 1889ء)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

قرآنِ شریف میں آیا ہے تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ:2) کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ کوئی جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے..... امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں، کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جُدا جُدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 263-265، ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

"غریبوں سے نرم ہو کر اور جُھک کر بات کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

حضرت مفتی محمد صادقؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ

"ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ اوّل خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور دوسرے اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔"

(ذکر حبیب صفحہ 180)

نیز ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

"نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور للہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438)

بھلائی کر بدی سے باز آ پرہیزگاری کر
جو تجھ سے ہو سکے تو خلق کی خدمت گزاری کر

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"ہمارے سب چھوٹوں اور بڑوں کا کام ہی ہمدردیٔ مخلوق ہے۔ انصار کا بھی یہ کام ہے اور آپ کا بھی یہ کام ہے۔ (دراصل انصار بھی خادم ہیں صرف نام بدلا ہوا ہے) جماعت احمدیہ پیدا ہی دنیا کی خدمت کے لئے ہوئی ہے ہم نے دنیا سے بہر حال ہمدردی کا سلوک روا رکھنا ہے۔"

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 252)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس چوتھے بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"جس کسی کی جتنی حاجت بھی آپ دور کر سکتے ہیں خود بھی کریں اور بچوں سے بھی کروائیں اور بچپن میں اگر اس کی عادت پڑ جائے تو اس کے نتیجے میں بچہ جو لذت محسوس کرتا ہے وہ اس کی نیکی کو دوام بخش دیتی ہے اور پھر بڑے ہو کر خدام الاحمدیہ میں جا کر یا لجنہ کی بڑی عمر کو پہنچ کر پھر ان تنظیموں کو ان میں محنت نہیں کرنی پڑے گی اور بنے بنائے با اخلاق افراد قوم کو میسر آئیں گے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"دنیا میں دوسرے مسلمان بھی قربانیاں کرتے ہیں یا یہ کہنا چاہئے کہ دوسروں کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ لوگوں کی ہمدردی اور ان کی مدد کے لئے انہوں نے ادارے بھی کھولے ہوئے ہیں۔ عیسائیوں نے، یہودیوں نے اور دوسرے مذہب والوں نے بڑی بڑی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں جہاں وہ غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور بہت کرتے ہیں۔ لیکن اس سب خدمت اور ہمدردی کے پیچھے وہ جذبہ نہیں ہے کہ خدا کی رضا حاصل کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے یہ سب خدمت کرنی ہے۔ عارضی طور پر متاثر ہو کر کسی چیریٹی میں مدد تو کر دیں گے۔ لیکن یہ جذبہ نہیں کہ اللہ کا حکم ہے اس لئے مدد

کرنی ہے یا اللہ کے نام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے خرچ کرنا ہے۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرنی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 3 نومبر 2006ء)

مرا مطلوب و مقصود و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

مضبوط عزم و ہمت

سامعین! پانچواں بنیادی وصف جو ایک خادِم میں ہونا چاہیے وہ مضبوط عزم و ہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران:160)

کہ پس جب تو (کوئی) فیصلہ کرلے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزم و ہمت کے پیکر تھے۔ تبلیغ کا میدان ہو یا جنگ کا میدان کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور ہر ایک مشکل اور ہر ایک ظلم نہایت جانفشانی سے آپ نے برداشت کئے اور یہی اسوہ اپنی امت کے لئے آپؐ نے چھوڑا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس پانچویں بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"آخر پر پانچویں بات..... جو میں نے چُنی ہے وہ مضبوط عزم و ہمت ہے۔ مضبوط عزم اور ہمت اور نرم دلی اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ اگر یہ اکٹھے نہ ہوں تو ایسا انسان کمزور تو ہو گا با اخلاق نہیں ہو گا۔ نرم دلی جب آپ پیدا کرتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسا نرم دل انسان اور ایسا نرم خُو انسان مشکلات کے وقت گھبرا جائے اور مصائب کا سامنا کرنے کی طاقت نہ پائے..... بچپن سے یہ خُلق پیدا کرنا چاہیے کہ ہم نے شکست نہیں کھانی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق یہ جو فقرہ ہے جو آپؑ کے اِس عظیم خُلق پر روشنی ڈالتا ہے کہ:

"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں"

....پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہونے والوں میں ہرگز ناکامی کا خمیر نہیں ہونا چاہیے۔"

(خطبہ جمعہ 24/ نومبر 1989ء)

پیارے بھائیو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت اور آخری نصیحت آپ تک پہنچا کر مَیں اپنی گزارشات ختم کرتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات پر بود و باش رکھتے ہیں۔ اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقتہ نماز باجماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں اور کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لائیں..... اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے..... اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 45-46)

حضور علیہ السلام نے اپنی وفات سے دو دن پہلے احبابِ جماعت کو کچھ باتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔ اُن میں فرمایا کہ

"جماعت احمدیہ کے لئے بہت فکر کا مقام ہے کیونکہ ایک طرف تو لاکھوں آدمی انہیں کافر کافر کہتے ہیں۔ دوسری طرف اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن نہ بنے تو ان کے لئے دوہرا گھاٹا ہے۔"

(الفضل 12/ نومبر 1959ء)

اللہ تعالیٰ ہم تمام خدام و اطفال کو ان بنیادی اخلاق کو اپنے اندر منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قطب کا کام دو تم ظلمت و تاریکی میں
بھولے بھٹکوں کے لئے راہ نما ہو جاؤ
موردِ فضل و کرم وارثِ ایمان و ھدیٰ
عاشقِ احمدؐ و محبوب خدا ہو جاؤ

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)



﴿46﴾ ﴿مشاہدات۔74﴾

پانچ بنیادی اخلاق

پیارے بھائیو اور بہنو! میری آج کی تقریر کا عنوان ہے **"پانچ بنیادی اخلاق"**

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مذہبی قوموں کی تعمیر و ترقی میں سب سے اہم بات ان کے اخلاق کی تعمیر کو قرار دیتے ہوئے پانچ بنیادی اخلاق کو اپنانے کی تلقین جماعت کی دوسری صدی کے آغاز پر احبابِ جماعت کو فرمائی۔ یہ پانچ بنیادی اخلاق ہیں۔ سچائی، نرم اور پاک زبان کا استعمال، وسعت حوصلہ، غریبوں کی ہمدردی، مضبوط عزم و ہمت۔

قبل اس کے کہ اس اہم موضوع پر آگے بڑھیں۔ اخلاق کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اخلاق کہتے کس کو ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ خُلق کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"خلق اُس حالت کا نام ہے جبکہ طبعی تقاضے قوتِ فکر کے ساتھ ملا دیے جائیں اور اُن سے کام لینے والی ہستی مقتدر ہو۔ یعنی وہ اخلاق جو شریعت اور عقل کے ماتحت کیے جائیں" (منہاج الطالبین صفحہ 178)

ایک اور موقع پر حضورؓ فرماتے ہیں۔

"اخلاق کے معنی کیا ہیں؟ اخلاق در حقیقت صفاتِ الٰہیہ کے ظہور کا نام ہے جو بندے کی طرف سے ہو۔ پس ہم جب اللہ تعالیٰ کی صفات کی نقل کرتے ہیں تو با اخلاق کہلاتے ہیں۔ گویا ایک ہی چیز خدا تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہو تو اُس کی صفَت کہلاتی ہے اور بندوں کی طرف سے ظاہر ہو تو خُلق کہلاتی ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے اندر تو صفات ازلی ابدی طور پر پائی جاتی ہیں اور ہمارے اندر کسبی طور پر پائی جاتی ہیں۔ بہر حال جب یہ صفات ہمارے اندر آ جاتی ہیں تو اَخلاق کہلانے لگ جاتی ہیں اور جب خدا تعالیٰ کی طرف انہیں منسوب کیا جاتا ہے تو وہ اسماء یا صفات کہلاتی ہیں"

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 67-68)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے فرمایا کہ

"اخلاق کا لفظی معنی عرفِ عام میں انسان کی میل جول کی اُس صلاحیت کو کہتے ہیں جس سے وہ دشمن کم اور دوست زیادہ بناتا ہے"

(کتاب نمبر 3 خطبات برائے واقفینِ نو)

سامعین وسامعات! پہلا بنیادی خُلق سچائی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِیداً (الاحزاب:71)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف بات کیا کرو۔

ساتھ ہی بتایا کہ اگر تم سچائی کو اختیار کرو گے تو نتیجہ کیا ہو گا۔ فرمایا:

یُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ یُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیماً (الاحزاب:72)

کہ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً ان نے بڑی کامیابی کو پالیا۔

ایک اور موقع پر نصیحت فرمائی کہ اِجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ (الحج:31) کہ جھوٹ کہنے سے بچو۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ جہنم کی طرف لے جاتا ہے اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے ہو اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔

(مسلم)

حضرت عائشہؓ کی ایک اور روایت ہے کہ رسول کریمؐ کو جھوٹ سے زیادہ ناپسند اور قابل نفرین اور کوئی بات نہیں تھی اور جب آپؐ کو کسی شخص کی اس کمزوری کا علم ہوتا تو آپؐ اس وقت تک اس سے کھچے کھچے رہتے۔ جب تک کہ آپؐ کو معلوم نہ ہو جائے کہ اس شخص نے اس عادت سے توبہ کر لی ہے۔ (ابن سعد)

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچائی اختیار کرنے کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

"یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیادار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر میں کیوں کر اس کو باور کروں؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی ایک میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ جو شخص سچائی کو اختیار کریگا کبھی نہیں ہو سکتا کہ غریب ہو اور خدا تعالیٰ جیسا کوئی اور مضبوط قلعہ اور حصار نہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238-239)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"یہ یقین رکھیے کہ سچ کے بغیر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں اسلئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا چاہئیں کہ بار بار خدام اور انصار اور لجنات اس طرف متوجہ ہوتے رہیں کہ سچائی کی کتنی بڑی قیمت ہے اور اس وقت جماعت کو اور دنیا کو جماعت کی وساطت سے کتنی بڑی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ جماعت کو توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم احمدی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم نے یہ سچائی کا پیغام دنیا کو پہنچانا ہے، لیکن کس طرح؟ پہلے تو ہمیں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہو گا... یہی کام ہے جو انبیاء کے ماننے والوں کا ہے کہ جس طرح انبیاء اپنی مثال دیتے ہیں اُن کے حقیقی ماننے والے بھی اپنی سچائی کو اس طرح خوبصورت کر کے پیش کریں کہ دنیا کو نظر آئے۔ ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اسوہ پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ پس اس اسوہ پر چلتے ہوئے سچائی کے خُلق کو سب سے زیادہ ہمیں اپنانا ہو گا... سچائی کے یہ معیار تبھی حاصل ہوں گے جب ہم ہر سطح پر خود اپنی زندگی کے ہر لمحے کو سچائی میں ڈھالیں گے۔ ہماری گھریلو زندگی سے لے کر ہماری باہر کی زندگی اور جو بھی ہمارا حلقہ اور ماحول ہے اُس میں ہماری سچائی ایک مثال ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ 09/ ستمبر 2011ء)

پیارے بھائیو اور بہنو! دوسرا بنیادی خُلق نرم اور پاک زبان کا استعمال ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:84)

اور تم لوگوں سے نرمی کے ساتھ بات کیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے محبت اور خوش خُلقی سے پیش آتے اور بعض دفعہ مخالفین کے سخت بدکلامی کرنے کے باوجود انہیں معاف فرما دیتے اور ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے۔ آپؐ نے فرمایا: "خوش نصیب ہے وہ شخص، جس کی زبان اس کے قابو میں ہو۔ اس کا مکان (مہمانوں کے لئے) کشادہ ہو اور وہ اپنے گناہوں پر روئے۔"

عربی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔ "اَللِّسَانُ مَرْکُوْبٌ ذَلُوْل" کہ زبان سدھائی ہوئی سواری ہے یعنی زبان انسان کے اپنے اختیار میں ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے چوتھی شرط بیعت میں فرمایا:

"یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے"

(اشتہار تکمیلِ تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سخت گوئی کے جواب میں کیا طریق اختیار کرنا چاہیے۔ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

"اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حَیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ بلکہ مجھے چاہئے کہ مَیں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لیے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

حضرت مصلح موعودؓ اس دوسرے بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر درشتی کرے۔"

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دوسرے بنیادی خُلق "نرم اور پاک زبان کا استعمال" کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا ہے یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نچلی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

سامعین وسامعات! تیسرا بنیادی خُلق وسعت حوصلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالضَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (آل عمران:135)

غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق رکھنے والے کے ساتھ تعلق قائم رکھے اور جو تجھے نہیں دیتا اُسے بھی دے اور جو تجھے بُرا بھلا کہتا ہے اس سے بھی درگزر کرے۔"

(حدیقۃ الصالحین صفحہ 776)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

"غصہ کو کھالینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

آپؑ ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ کی طرف سفر کرنا بھی ایک نہایت دقیق در دقیق راہ ہے اُسکے ساتھ طرح طرح کے مصائب اور دُکھ لگے ہیں لیکن اُنکی وسعتِ حوصلہ ہی ہے جو کمرِ ہمّت بندھاتی ہے اور کامیابیوں سے ہمکنار کرتی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود جلد دوم صفحہ 27)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس تیسرے خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"تیسری چیز ہے وسعت حوصلہ۔ بچپن سے ہی سکھائیں کہ اگر تمہارا نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور حوصلے کی یہ تعلیم زبان سے نہیں اپنے عمل سے دیں... بعض دفعہ معمولی نقصان پر ماں باپ بچوں یا نوکروں پر برس پڑتے ہیں، گالیاں دیتے ہیں اور چیخیں مارتے ہیں ایسے ماں باپ بچوں میں حوصلے پیدا نہیں کر سکتے... وسیع حوصلگی جماعت کے لئے آئندہ بہت ہی کام آنے والی چیز ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24/ نومبر 1989ء)

گالیاں سُن کے دُعا دو پا کے دُکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

وسعتِ حوصلہ کا سب سے ارفع نظارہ چشم فلک نے تب دیکھا جب باوجود ہر قسم کے اختیار کے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام کو جو آپؐ اور آپ کے اصحاب کے خون کے پیاسے تھے اور ہر قسم کے ایذاء دینے میں پیش پیش تھے لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُم کہہ کر معاف فرمادیا۔

پیارے بھائیو اور بہنو! چوتھا بنیادی خُلق غریبوں کی ہمدردی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

قرآنِ شریف میں آیا ہے تَعَاوَنُوا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (المائدہ:2) کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہو جاؤ۔ کوئی جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے..... امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں، کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جُدا جُدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 263-265، ایڈیشن 1988ء)

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

"غریبوں سے نرم ہو کر اور جُھک کر بات کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے۔"

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395-396)

حضرت مسیح موعودؑ بیعت کی شرط نہم میں فرماتے ہیں:

"یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔"

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ
"ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ اوّل خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور دوسرے اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔"

(ذکر حبیب صفحہ 180)

نیز ایک دوسرے موقع پر فرمایا:
"نوعِ انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438)

بھلائی کر بدی سے باز آ پرہیز گاری کر
جو تجھ سے ہو سکے تو خلق کی خدمت گزاری کر

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس چوتھے بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:
"جس کسی کی جتنی حاجت بھی آپ دور کر سکتے ہیں خود بھی کریں اور بچوں سے بھی کروائیں اور بچپن میں اگر اس کی عادت پڑ جائے تو اس کے نتیجے میں بچہ جو لذت محسوس کرتا ہے وہ اس کی نیکی کو دوام بخش دیتی ہے اور پھر بڑے ہو کر خدام الاحمدیہ میں جا کر یا لجنہ کی بڑی عمر کو پہنچ کر پھر ان تنظیموں کو ان میں محنت نہیں کرنی پڑے گی اور بنے بنائے با اخلاق افراد قوم کو میسر آئیں گے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:
"دنیا میں دوسرے مسلمان بھی قربانیاں کرتے ہیں یا یہ کہنا چاہئے کہ دوسروں کے لئے اپنا مال خرچ کرتے ہیں، غریبوں کی مدد کرتے ہیں۔ لوگوں کی ہمدردی اور ان کی مدد کے لئے انہوں نے ادارے بھی کھولے ہوئے ہیں۔ عیسائیوں نے، یہودیوں نے اور دوسرے مذہب والوں نے بڑی بڑی تنظیمیں بنائی ہوئی ہیں جہاں وہ غریبوں کی مدد کرتے ہیں اور بہت کرتے ہیں۔ لیکن اس سب خدمت اور ہمدردی کے پیچھے وہ

جذبہ نہیں ہے کہ خدا کی رضا حاصل کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس لئے یہ سب خدمت کرنی ہے۔ عارضی طور پر متاثر ہو کر کسی چیریٹی میں مدد تو کر دیں گے۔ لیکن یہ جذبہ نہیں کہ اللہ کا حکم ہے اس لئے مدد کرنی ہے یا اللہ کے نام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے خرچ کرنا ہے۔ اللہ کی مخلوق کی خدمت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرنی ہے۔"

(خطبہ جمعہ 3 نومبر 2006ء)

مرا مطلوب و مقصود و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم

سامعین و سامعات! پانچواں بنیادی خُلق مضبوط عزم و ہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران:160)

پس جب تو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزم و ہمت کے پیکر تھے۔ تبلیغ کا میدان ہو یا جنگ کا میدان کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور ہر ایک مشکل اور ہر ایک ظلم نہایت جانفشانی سے آپ نے برداشت کئے اور یہی اسوہ اپنی امت کے لئے آپؐ نے چھوڑا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اس پانچویں بنیادی خُلق کے متعلق فرماتے ہیں:

"آخر پر پانچویں بات..... جو میں نے چُنی ہے وہ مضبوط عزم و ہمت ہے۔ مضبوط عزم اور ہمت اور نرم دلی اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ اگر یہ اکٹھے نہ ہوں تو ایسا انسان کمزور تو ہو گا با اخلاق نہیں ہو گا۔ نرم دلی جب آپ پیدا کرتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسا نرم دل انسان اور ایسا نرم خُو انسان مشکلات کے وقت گھبرا جائے اور مصائب کا سامنا کرنے کی طاقت نہ پائے..... بچپن سے یہ خُلق پیدا کرنا چاہیے کہ ہم نے شکست نہیں کھانی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق یہ جو فقرہ ہے جو آپؑ کے اِس عظیم خُلق پر روشنی ڈالتا ہے کہ:

"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں"

.... پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وابستہ ہونے والوں میں ہرگز ناکامی کا خمیر نہیں ہونا چاہیے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

تری محبت میں میرے پیارے ہر اک مصیبت اُٹھائیں گے ہم
مگر نہ چھوڑیں گے تجھ کو ہرگز، نہ تیرے در سے جائیں گے ہم

پیارے بھائیو اور بہنو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وصیت اور آخری نصیحت آپ تک پہنچا کر مَیں اپنی گزارشات ختم کرتا/کرتی ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات پر بود و باش رکھتے ہیں۔ اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بدچلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقتہ نماز باجماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں اور کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لائیں..... اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے..... اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 45-46)

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خانؓ فرماتے ہیں:

"ایک روز غالباً وفات سے دو دن پہلے حضور علیہ السلام، خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم کے ہاں کمرہ میں نماز ظہر و عصر ادا فرما کر تشریف فرما ہوئے۔ اُس وقت حضور علیہ السلام کے سامنے پندرہ بیس احباب تھے

اور مَیں بھی حاضر تھا۔ اُس وقت حضور علیہ السلام نے کچھ باتیں اور نصیحتیں فرمائیں۔ اُن میں سے حضور علیہ السلام کے یہ الفاظ مجھے آج تک خود یاد ہیں کہ:

"جماعت احمدیہ کے لئے بہت فکر کا مقام ہے کیونکہ ایک طرف تو لاکھوں آدمی انہیں کافر کافر کہتے ہیں۔ دوسری طرف اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن نہ بنے تو ان کے لئے دوہرا گھاٹا ہے۔"

حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

"جہاں تک مجھے یاد ہے یہ حضور کی آخری نصیحت تھی جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔"

(الفضل 12/ نومبر 1959ء)

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو ان بنیادی اخلاق کو نہ صرف اپنے اندر بلکہ اپنی اولاد میں بھی منتقل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿47﴾ ﴿مشاہدات۔977﴾

اسپورٹس مَین سپرٹ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعاً إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرۃ:149)

کہ ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تُم جہاں کہیں بھی ہوگے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔

تُم نے دنیا بھی جو کی فتح تو کچھ بھی نہ کیا
نفسِ وحشی و جفا کیش اگر رام نہ ہو
مَنّ و احسان سے اعمال کو کرنا نہ خراب
رشتۂ وصل کہیں قطع سرِ بام نہ ہو

میرے پیارے بھائیو! آج مَیں اپنے بھائیوں سے ایک ایسے ٹاپک پر گفتگو کرنے جارہا ہوں جس پر بہت کم لکھا اور بولا گیا ہے۔ تاہم "اپنے اندر اسپورٹس مَین سپرٹ پیدا کرو" کا فقرہ بہت دفعہ سُنا جاتا ہے۔ گو Sports man spirit کے بول یا الفاظ عمومی طور پر ایک کھلاڑی یا ایتھلیٹ کے لئے بولے جاتے ہیں لیکن اِس کے مفہوم پر اگر غور کریں تو ایک انسان خواہ وہ کھلاڑی ہو یا نہ ہو اُس پر یہ معانی لاگو ہوتے ہیں اور ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اِس کے معنوں کو اپنے اوپر لاگو کرے۔ ہم احمدی مسلمان بچے وہ قوم ہیں جن پر ہر جہت سے اسپورٹس مَین سپرٹ کے معنی لاگو ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن امور کو ایک کھلاڑی کھیل کے میدان میں مدّ نظر رکھتا ہے وہی امور دین کے میدان میں دینی کاموں میں مدّ نظر رہنے چاہئیں۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی بچے نے غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ذکر کیا کہ کرکٹ کا میچ ہو رہا ہے آپ بھی جا کے دیکھیں گے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جو میچ میں

کھیل رہا ہوں وہ ساری عمر جاری رہنے والا ہے اور تم لوگ کھیل کے شام کو واپس آجاؤ گے۔ تو یہ کرکٹ ہے جس کی آپؐ نے رہنمائی فرمادی۔ فرمایا ٹھیک ہے تم کرکٹ تو کھیلو۔ وہ اچھی کھیل ہے لیکن جو اصل مقصد ہے وہ تمہیں نہیں بھولنا چاہئے۔ تو یہی ہمیشہ ہمارے لئے رہنما اصول ہونا چاہئے۔

لہٰذا کرکٹ مادی چیز بھی ہے اور روحانی بھی۔ ہر دو کے اصول و ضوابط اور قواعد ایک جیسے ہوں گے۔ ہم چونکہ بچے ہیں اور کھیل کود کرتے ہیں۔ کوئی فٹ بال کھیلتا ہے تو کوئی ہاکی میں رغبت رکھتا ہے۔ کوئی کرکٹ کو پسند کرتا ہے تو کوئی باڑی، میروڈبہ، سنوکر وغیرہ کی جانب راغب ہے۔ ہم میں سے ہر بچے کو کھیل کے میدان میں اُترنے سے قبل باتمیز، مہذّب، معتدل مزاج، بااخلاق اور بُردبار ہونا ضروری ہے۔ میدان میں موجود تمام کھلاڑی خواہ اُن کا تعلق میدان میں اُترنے والی کسی ٹیم سے ہو یا گراؤنڈ سے باہر بیٹھا کسی کی طرفداری کررہا ہو اُن سب کو اسپورٹس مَین سپرٹ کا حامل ہونا ضروری ہے۔

پیارے بچو! اسپورٹس مَین سپرٹ جس کو اردو میں ایک کھلاڑی کا جذبۂ کھیل یا کھلاڑی میں کھیل کی روح کا نام دیا جا جا سکتا ہے۔ ایک کھلاڑی کو جن اوصاف سے متّصِف ہونا چاہئے اُن میں خود پر قابو پانا، صبر واستقامت، ٹیم ورک، ریفری کے فیصلے کو انشراحِ صدر سے قبول کرنا، نتائج کو خوشی سے قبول کرنا، فتح کی صورت میں آپے سے باہر نہ ہونا اور تحمّل بُردباری دکھلانا، شکست کی صورت میں مایوس نہ ہونا، وقار کے ساتھ شکست کو قبول کرنا اور آئندہ نئی ہمت اور تازہ جذبے کے ساتھ فتح کا عزم لئے میدان میں اُترنا، منصفانہ کھیل اور مسابقت کی روح شامل ہیں۔

پیارے ساتھیو! اسپورٹس مَین شِپ کی اہمیت پر جو نوٹس گوگل پر ملتے ہیں اُن میں دیانت داری، دوسرے کو عزت دینا، انسانیت، وقار، دوسروں کو حوصلہ دینا۔ Buck up کرنا، کیریکٹر کی تعمیر اور دوسروں کے لئے رول ماڈل بننا شامل ہے۔

آج دنیا میں ہر طرف جو افراتفری کا عالَم ہے اور تہذیب کو پارہ پارہ کیا جارہا ہے۔ کوئی اپنے مقابل پر کسی کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اِس میں کھیل کا میدان بھی باہر نہیں رہا۔ ریفری حضرات کو بھی دیانت داری، سچائی اور اخلاقی پہلوؤں کو مدّ نظر رکھنا چاہئے اور کھلاڑیوں کو اُن تمام امور کا اپنے سامنے رکھنا چاہئے جن کا

مَیں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے خلفاء اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھی تیر اندازی کے میدان میں سپورٹ مَین سپرٹ کو مدّ نظر رکھا۔

بچو! آپ نے سُنا ہو گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کے درمیان دوڑ کا مقابلہ ہوا اور حضرت عائشہؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت لے گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی خوشدلی اور بشاشتِ قلبی سے اپنی شکست کو قبول کیا اور مسابقت کی روح کو سامنے رکھ کر دوبارہ مقابلہ کیا اور جیت کر اُس شکست کا بدلہ چکایا۔ سید اسماعیل صاحب شہید نے مسلسل کئی ماہ تک تیراکی سیکھ کر تیر کر دریائے اٹک کو صرف اِس لئے عبور کیا کہ ایک مسلمان بھی سِکھ کے مقابل پر تیر کر دریا قبول کرنے والا ہو۔ آج کے دَور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچوں خلفاء نے کسی نہ کسی رنگ میں کھیلوں میں حصّہ لیا اور اُن تمام آداب، اخلاق اور کھیل کود کے اصول اور قواعد و ضوابط کو مدّ نظر رکھا۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ مسندِ خلافت پر متمکّن ہونے سے قبل طاہر نیشنل کبڈی ٹورنامنٹ اور طاہر نیشنل باسکٹ بال ٹورنامنٹ کروایا کرتے تھے۔ اِن کے جو قواعد و ضوابط ہوا کرتے تھے وہ عین اسلامی تعلیمات کے مطابق تھے اور بڑی سختی سے اِن پر عمل درآمد کروایا جاتا تھا۔ اِسی طرح جماعتِ احمدیہ میں مجلس صحت کے تحت مختلف مقابلہ جات ہوتے ہیں اُن میں بھی اسپورٹس مَین سپرٹ کو مدّ نظر رکھا جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے امسال مؤرخہ 21/ ستمبر 2025ء کو مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ برطانیہ کے اجتماعات پر مشترکہ اختتامی خطاب میں اسپورٹس مَین سپرٹ کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

"ذیلی تنظیموں کے زیر اہتمام کھیلوں اور گیمز کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ممبران جسمانی طاقت اور صحت حاصل کریں کیونکہ یہ چیز انہیں اللہ کے حقوق ادا کرنے اور اپنی دینی و علمی ترقی کے فرائض پورے کرنے میں مدد دیتی ہے۔ بدقسمتی سے آج کے دَور میں بہت سے نوجوان اپنا سارا وقت آن لائن ویڈیوز دیکھنے، ٹی وی پروگرامز دیکھنے یا ویڈیو گیمز کھیلنے میں گزارتے ہیں۔ بجائے اِس کے کہ وہ صحت مند آؤٹ ڈور سرگرمیوں اور کھیلوں میں حصّہ لیں۔ اِسی لئے ہمارے اجتماعات میں کھیل اور گیمز اِس مقصد کے لئے رکھے جاتے ہیں کہ نوجوان باہر کی فضا میں تازہ ہوا لیں، جسمانی صحت بہتر بنائیں اور اپنی فٹنس کو

سنواریں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات احمدیوں میں بھی ذاتی مفاد یا اَناغلط رویّوں کو جنم دیتی ہے۔ مثال کے طور پر اِس سال مَیں نے "مسرور کرکٹ ٹورنامنٹ" کو منسوخ کیا تھا کیونکہ کچھ لوگوں کے دل و دماغ میں بھائی چارے کی بجائے ذاتی مفاد اور تکبّر آگیا تھا۔ بجائے اِس کے کہ یہ ٹورنامنٹ محبّت اور اخوّت کو فروغ دیتا، اِس نے اختلافات اور کینہ پیدا کر دیا۔ جب کوئی چیز کدورت یا دشمنی کو بڑھائے تو بہتر یہی ہے کہ اِسے روک دیا جائے تاکہ مزید جھگڑوں سے بچا جا سکے۔ امید ہے کہ جو لوگ اصل مقاصد سے ہٹ گئے تھے وہ اپنی اصلاح کریں گے اور بہتری کی جانب مائل ہوں گے۔"

پیارے بچو! تسلسل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

"احمدیوں کو چاہئے کہ جب بھی وہ کوئی کھیل کھیلیں تو حقیقی اسپورٹس مَین سپرٹ کا مظاہرہ کریں۔ اعلیٰ اخلاق، برداشت اور دوسروں کے احترام کا ایسا معیار قائم ہونا چاہئے جو احمدی نوجوانوں کو دوسروں سے ممتاز کرے۔ اگر ہم بلند اخلاقی معیار نہ دکھا سکیں تو احمدی ہونے کا کیا فائدہ؟ اِسی لئے مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہمارے کھیلوں کے پروگرام اِس مقصد کے لئے ہوتے ہیں کہ خدام اور اطفال کی ذہنی نشوونما ہو تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق، انسانیت کے حقوق اور جماعت کی خدمت بہترین انداز میں کر سکیں"

پیارے بچو! ہم بچوں میں سے بعض مجلس اطفال الاحمدیہ اور بعض مجلس خدامُ الاحمدیہ کی مجالسِ عاملہ کے ممبرز ہوں گے اور بعض ہماری بہنیں ناصراتُ الاحمدیہ میں خدمات بجالا رہی ہوں گی۔ اُن تمام کو دینی خدمات بجالاتے ہوئے دوسروں سے نرمی، پیار، اخوّت اور صبر و برداشت سے کام لینا ہے۔ کبھی طیش میں نہیں آنا، غصّہ نہیں کرنا، کسی سے جھگڑنا یا اُلجھنا نہیں۔ اِسی طرح دوسروں کو تبلیغ کرتے سخت سے سخت سوال پر بھی تحمّل اور برداشت سے کام لے کر اعلیٰ روایات قائم کرنی ہیں۔ ہم اِسے دینی میدان میں اسپورٹس مَین سپرٹ کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعلیٰ اخلاق و عادات پر کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿48﴾ ﴿مشاہدات۔931﴾

آج کا نوجوان بطور ایک اُمید کے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم:7)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

سامعین کرام! میری تقریر کا عنوان ہے۔ آج کا نوجوان بطور ایک اُمید کے۔

ہر دور میں قوموں کی اُمیدیں اپنے نوجوانوں سے وابستہ رہی ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جو کسی بھی ملّت کی روح، اُسکا حال اور اُس کا مستقبل ہوتا ہے۔ نوجوانی کا زمانہ جوش، ولولے، جذبے اور جستجو کا دور ہوتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان میں خواب دیکھنے کا حوصلہ بھی ہوتا ہے اور انہیں پورا کرنے کا جنون بھی۔ مگر آج، اسی نوجوان نسل کو دیکھ کر سوالات جنم لیتے ہیں۔ کیا یہ نوجوان واقعی ہماری اُمید ہیں؟۔ یا وہ بے سمتی کے ایک ایسے راستے پر چل پڑے ہیں جہاں منزل صرف المیہ ہے؟ چونکہ احمدی نوجوان ہمیشہ جماعت، قوم اور ملّت کے لئے بطور اُمید کے رہا ہے اِس لئے ہم اِسی مثبت پہلو کو ہی زیر بحث لائیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سات افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا۔ عادل عُمّال اور وہ نوجوان جس نے اطاعت الٰہی میں پرورش پائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے:

"سات طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اُس دن جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہو گا: 1: امام عادل، 2: وہ جوان جس کی نشو ونما ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی، 3: وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں اٹکا ہوا ہے، 4: وہ دو شخص جو آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اُسی محبت پر ملتے اور اُسی پر جدا ہوتے ہیں، 5: وہ شخص جس کو کسی جاہ وجمال والی عورت نے بلایا اور اُس نے کہہ دیا کہ مَیں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، 6: وہ شخص جس نے اس طرح چھپا کر صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، 7: وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہنے لگ گئیں۔"

(صحیح بخاری کتاب الحدود)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نوجوان صحابہؓ کو ایسے صیقل کیا کہ وہ سونے کی ڈلی بن گئے۔ پھر انہوں نے اسلام اور سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جان کی قربانیاں بھی دیں اور ان نوجوان صحابہ کے خون نے اسلام کی کھیتی کو سینچا اور اس چمن کی آبیاری کی۔

سامعین! حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہمیں زندگی کا نصب العین ملا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ سے اگر ہم اُن کی جوانی کے ایام کا جائزہ لیں، تو اُن میں نسلِ نو کے لیے بہترین زندگی گزارنے کے گُر پوشیدہ ہیں، جن پر عمل کر کے نوجوان اپنے معاملاتِ زندگی دُرست کر سکتے ہیں اور معاملات کی یہ دُرستی صرف اعمالِ صالح کے لیے نہیں، بلکہ معاشرے میں موجودہ بگاڑ کے سُدھار میں بھی کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں، نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی

نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں۔ تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دِن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 562)

سامعین! خلافتِ احمدیہ نے نوجوانوں کی تربیت، اصلاح اور رہنمائی کو ہمیشہ خاص اہمیت دی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ قوم ترقی کرے تو نوجوانوں کو قرآن سکھاؤ۔ قرآن میں طاقت ہے، روشنی ہے برکت ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بانیٔ تنظیم خدام الاحمدیہ نے فرمایا۔

"ایک مقصد مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔"

(الفضل 17/ فروری 1939ء)

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

"وہی قوم زندہ سمجھی جاسکتی ہے جس کی آنیوالی پود زیادہ عزم والی ہوتی ہے۔ جس کی آنے والی پود زیادہ قربانی کرنیوالی ہوتی ہے۔ جس کی پود نظم پر قائم ہوتی ہے اور روحانیت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔"

(الفضل 30/ اکتوبر 1950ء)

قوموں کی تقدیر نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اپنی نسلِ نو کو صحیح خطوط پر تربیت دیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں پیچھے نہیں ڈال سکتی۔ قومیں اپنے ملک کے رقبے، اپنی اونچی اونچی عمارتوں، اپنے دریاؤں،

پہاڑوں، اپنی دنیاوی ترقی کے باعث باقی نہیں رہتی بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کی عمدہ تربیت سے ترقی کرتی ہے اور دنیا میں باقی رہتی ہے یعنی کسی قوم کے نوجوان اچھے ہوں، تعلیم یافتہ ہوں اُن کی تربیت اچھی ہو تو وہ خود اپنے ملک کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن اگر آج کا نوجوان ہی بے حس ہو، بے دین ہو، اخلاقی طور پر مردہ ہو تو وہ قوم کیا ترقی کرے گی اور کیا اُس کا مستقبل ہو گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خدام الاحمدیہ کی بنیاد بھی اسی فکر کے تحت رکھی تا کہ نوجوانوں کو دینی، علمی، جسمانی اور روحانی اعتبار سے مضبوط کیا جائے۔

آپؓ فرماتے ہیں:

"مَیں نے متواتر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نئی نسلیں جب تک اس دین اور ان اصول کی حامل نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی اور مامور دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اس وقت تک اس سلسلہ کا ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اٹھ سکتا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل 1938ء مطبوعہ اخبار الفضل 10 اپریل 1938ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

"مَیں آج اپنے عزیز بچوں اور بھائیوں کو اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت پیدا کرو اور ان بنیادوں پر ہی خدام الاحمدیہ کے سارے کاموں کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اگر بنیاد نہ ہو تو پھر آپ ہوائی قلعے تو بنا سکتے ہیں لیکن وہ مضبوط قلعے نہیں بنا سکتے جن کے متعلق بعض دفعہ خدا تعالیٰ یہ اظہار کرتا ہے کہ میرا محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان قلعوں میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس قلعہ میں پناہ گزین ہو سکتے ہیں صرف وہ قلعہ آپکے دین کی حفاظت کر سکتا ہے صرف وہ قلعہ دشمن کے حملوں سے آپ کے لائے ہوئے اسلام کو بچا سکتا ہے... جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور اللہ کے خوف اور خشیت کی بنیادوں کے اوپر کھڑا کیا جائے۔ جو قلعہ ہوا میں بنایا جائے اس کے نتیجہ میں خیالی پلاؤ پکائے بھی جا سکتے ہیں اور شاید کھائے بھی جا سکیں۔ لیکن خیالی پلاؤ نے نہ آپ کو فائدہ دینا ہے اور نہ دنیا کو فائدہ پہنچانا ہے۔ ان بنیادوں کو مضبوط کرنا

ہمارے لئے ضروری ہے... کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور رحم کی نگاہ سے انہیں نہیں دیکھتا اور ان کی صحیح رنگ میں تربیت نہیں کرتا وہ میری فوج کا سپاہی نہیں ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 20/ اکتوبر 1969ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"پس اے احمدی نوجوانو! اٹھو کہ تم سے آج دنیا کی تقدیر وابستہ ہے تم نے حیات بخش نغمے گانے ہیں۔ تم نے خدا کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کر کے زندہ کرنا ہے۔ جاؤ اور پھیل جاؤ دنیا میں، جاؤ فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی، کیونکہ خدا کی یہ تقدیر ہے جو بہر حال پوری ہو گی۔ دنیا میں کوئی نہیں جو اس تقدیر کو بدل سکے۔"

(بحوالہ الفضل جلسہ سالانہ نمبر 1983ء صفحہ 15)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے نوجوانوں کو عالمی سطح پر جوڑا اور تعلیم و تبلیغ کے نئے دَر وا کیے۔

علامہ اقبال نے نوجوان کو مخاطب ہو کر کہا۔

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

آج کا نوجوان ٹیکنالوجی سے لیس ہے۔ اُسے روحانی اور علمی طور پر بھی لیس ہونا چاہیئے۔ وہ علم رکھتا ہو اور گول کرنا بھی جانتا ہو۔

سامعین! آج کے نوجوان کی زندگی سہولیات سے تو بھر گئی ہے، مگر سکون سے خالی ہے۔ اس کے ہاتھ میں اسمارٹ فون ہے، مگر دل میں روحانیت کا خلا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی انگلیاں دنیا سے جُڑی ہوئی ہیں، مگر روح اپنے رب سے کٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ سوشل میڈیا نے جہاں دنیا کو قریب کر دیا، وہیں نوجوانوں کو مصنوعی دوستیوں، جھوٹی تصویروں اور فریب زدہ خوابوں میں الجھا دیا۔ آج کا نوجوان گھنٹوں اسکرین پر

مصروف رہتا ہے، مگر اپنے اندر کی آواز سننے سے محروم ہے۔ دینی تعلیم اور اخلاقی اقدار سے دوری نے نوجوان کو صرف ڈگریوں کا پجاری بنا دیا ہے، جب کہ کردار کی بنیادیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ ذہنی دباؤ، بے چینی، احساسِ کمتری اور مایوسی نوجوانوں کی آنکھوں میں خوابوں کی جگہ آنسو لے آئی ہے۔

سامعین! قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ کو ذاتی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ

"احمدیت کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔ معاشرے کے برے اثرات سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کریں۔ تعلیمی میدان میں مقام پیدا کریں، اچھا سائنس دان، ڈاکٹر، انجینئر اور ماہر زراعت احمدی نوجوانوں سے ملنا چاہئے۔ سخت محنت کی عادت ڈالیں، سستیاں ترک کر دیں، جہاں بھی کام کریں اس روح سے کام کریں تو کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ نظام جماعت سے وفادار رہیں، اپنے عہد کے مطابق جان و مال اور وقت کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔"

(بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ 161)

سامعین! 2021ء کو ہمارے پیارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب میں خدام کو اُن کی ذمّہ داریوں سے آگاہ کیا اور دنیا بھر میں نوجوانوں کی قربانیوں، اسلام، احمدیت اور خلافت سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر احمدی، جماعت کا ایک قیمتی وجود ہے اور پھر فرمایا خدام و اطفال بہت انمول ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہم احمدیوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ زمانہ بہت خطرناک زمانہ ہے۔ شیطان ہر طرف سے پُرزور حملے کر رہا ہے۔ اگر مسلمانوں اور خاص طور پر احمدی مسلمانوں، مَردوں اور عورتوں، نوجوانوں سب نے مذہبی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش نہ کی تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ہم دوسروں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں ہوں گے کہ ہم نے حق کو سمجھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا اور ہم نے پھر بھی عمل نہ کیا۔ پس اگر ہم نے اپنے آپ کو ختم ہونے سے بچانا ہے تو پھر ہر اسلامی تعلیم کے ساتھ پُر اعتماد ہو کر دنیا میں رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ ترقی یافتہ ملکوں کی یہ ترقی ہماری ترقی اور زندگی کی ضمانت ہے اور اس کے ساتھ چلنے میں ہی ہماری بقا ہے۔ ان ترقی یافتہ قوموں کی ترقی اپنی انتہا کو پہنچ چکی

ہے اور اب جو ان کی اخلاقی حالت ہے اخلاق باختہ حرکتیں ہیں۔ یہ چیزیں انہیں زوال کی طرف لے جا رہی ہیں اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو یہ آوازیں دے رہے ہیں اور اپنی تباہی کو بلا رہے ہیں۔ پس ایسے میں انسانی ہمدردی کے تحت ہم نے ہی ان کو صحیح راستہ دکھا کر بچانے کی کوشش کرنی ہے بجائے اس کے کہ ان کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ اگر ان لوگوں کی اصلاح نہ ہوئی جو ان کے تکبر اور دین سے دُوری کی وجہ سے بظاہر بہت مشکل نظر آتی ہے تو پھر آئندہ دنیا کی ترقی میں وہ قومیں اپنا کردار ادا کریں گی جو اخلاقی اور مذہبی قدروں کو قائم رکھنے والی ہوں گی۔

پس جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ ہمیں خاص طور پر نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا سے متأثر ہو کر اس کے پیچھے چلنے کی بجائے دنیا کو اپنے پیچھے چلانے کی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13/ جنوری 2017)

اگر ہم نے اپنے نوجوان کو محبت، مقصد، روحانیت اور کردار کی بنیادوں پر کھڑا کر دیا تو یہی نسل دنیا کی تقدیر بدل دے گی۔ ورنہ سوشل میڈیا، فیشن اور بے مقصد زندگی اُسے خاموشی سے نگل جائے گی۔ لہٰذا اب وقت گیا ہے کہ ہم نوجوانوں کو صرف تنقید کی نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ اُن کے لیے کوئی راہ انہیں دکھائیں، اُن پر اعتماد کریں، اُن کے سوال سنیں اور اُن کی روح کی پیاس بجھائیں، تبھی ہم فخر سے کہہ سکیں گے کہ ہاں آج کا نوجوان ہماری امید ہے، المیہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذاتی اور اجتماعی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، ہم اپنے عہدِ بیعت کو نبھانے والے ہوں، خلافت کے سچے فدائی بنیں اور جماعت کا روشن مستقبل بنیں۔ آمین

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تا کہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

(بتعاون: عمیر احمد باجوہ)

۞۞۞۞

﴿49﴾ ﴿مشاہدات۔296﴾

اچھے دوست بنانے کی اہمیت

مَثَلُ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَوۡلِیَآءَ کَمَثَلِ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۚ اِتَّخَذَتۡ بَیۡتًا ؕ وَ اِنَّ اَوۡہَنَ الۡبُیُوۡتِ لَبَیۡتُ الۡعَنۡکَبُوۡتِ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ (العنکبوت:42)

ترجمہ: اُن لوگوں کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اَور دوست بنائے مکڑی کی طرح ہے اُس نے بھی ایک گھر بنایا اور تمام گھروں میں یقیناً مکڑی ہی کا گھر سب سے زیادہ کمزور ہوتا ہے۔ کاش وہ یہ جانتے۔

بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ شفقت
سراسر محبت کی پُتلی بنا دے
بنوں نیک اور دوسروں کو بناؤں
مجھے دِین کا عِلم اتنا سِکھا دے
خوشی تیری ہو جائے مقصود میرا
کچھ ایسی لگن دن میں اپنی لگادے

پیاری بہنو! آج میری تقریر کا عنوان ہے اچھے دوست بنانے کی اہمیت

دُوست، س پر جزم کے ساتھ اس لفظ کے معانی یار، محبوب اور پیارے کے ہوتے ہیں۔ فارسی میں مثَل ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے کہ دوست وہ جو مصیبت میں مدد کرے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دوست وہ جو وقت پر کام آئے۔ دوست کا لفظ مذکّر و مونث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ہم ناصرات بھی یہ کہہ سکتی ہیں کہ ہمیں اچھے دوست بنانے چاہئیں۔

پیاری بہنو! دوست دو طرح کے ہوتے ہیں ایک روحانی دوست اور دوسرے مادی یا دُنیوی دوست۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کا حکم دے کر صحبتِ صالحین اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ آج مَیں وقت کی مناسبت سے روحانی اور مادی دوستوں میں سے روحانی دوست بنانے کی بات کروں گی۔

روحانی دوستوں میں سب سے پہلے نمبر پر تو اللہ تعالیٰ کو اپنا دوست بنانا ہے۔ جس کا ذکر اُس آیت قرآنی میں موجود ہے جس کی تلاوت مَیں نے تقریر کے آغاز پر کی ہے۔ وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست بناتے ہیں وہ مکڑی کی طرح ہیں جس کا گھر بہت ہی کمزور ہوتا ہے یعنی اللہ کے سوا دوسروں کو دوست بنانے والے ایسے گھروں میں مقیم ہیں جو کسی وقت بھی گر سکتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اِس آیت میں دوستی کے بیان میں تحریر فرماتے ہیں کہ اِن (مکڑی کے جالوں) میں پھنسنے والوں (یعنی دوستی کرنے والوں) کی مثال بھی اِن اَحمق مکھیوں کی طرح ہے جو مکڑی کے جالے میں پھنس کر اِس کا شکار ہو جاتی ہیں اور انہیں علم نہیں کہ مکڑی کے جالے سے کمزور تر اور کوئی پھندا نہیں۔

(تعارف سورۃ العنکبوت از ترجمۃ القرآن صفحہ 684)

پیاری بہنو! اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں ولی کے لفظ کو دو طرفہ بیان کر کے یہ ایک لطیف مضمون سمجھایا ہے کہ جو اللہ کو اپنا دوست بناتا ہے اُس کے لیے وفاداری کے تمام قرینوں کو بروئے کار لاتا ہے۔ اُس کی عبادت کے حق ادا کرتا ہے۔ حقوق اللہ کو حرزِ جان بناتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اُس کا دوست ہو جاتا ہے۔ اُس کو انعامات اور افضالِ الٰہی سے نوازتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے جو وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ یعنی اللہ کو مضبوطی سے پکڑ لیں گے اُن کو اللہ تعالیٰ نِعْمَ الْمَوْلٰی کے رنگ میں دوستی کا پیغام دیتا ہے۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ الممتحنہ کی پہلی آیت میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اے مومنو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو بھی دوست نہ بناؤ۔

سامعات! اگر ہم میں سے ہر ایک اللہ کو دوست بنائے گا تو خدا ہی اُن کا والی وارث ہو گا اور اُن کو اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس:63) کے الفاظ میں خوف اور حُزن یعنی غم نہ چھونے کی بشارت دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے:

"بعض ایسے ہوتے ہیں کہ حقِ دوستی کو وفاداری کے ساتھ پورا ادا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ وفادار دوست ہے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 63)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" جو اللہ تعالیٰ کے ولی ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کا ولی ہو جاتا ہے۔ ان کو اس دنیا میں بھی خدا کی طرف سے بشارت ہے اور آخرت میں بھی بشارت ہے۔ پس یہ انعامات کا ایک سلسلہ ہے جس سے خدا تعالیٰ اپنے ولیوں، دوستوں، حقیقی مومنوں کو نوازتا ہے۔ یعنی ایک حقیقی مومن کو خدا تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے، خدا تعالیٰ کے اس کے ساتھ جاری سلوک کی وجہ سے یہ تسلی ہوتی ہے کہ انہیں پریشانیوں اور ابتلاؤں کی وجہ سے کوئی حقیقی نقصان نہیں پہنچے گا۔ خطرات پیدا ہو سکتے ہیں، امتحانوں میں سے گزرنا پڑ سکتا ہے، لیکن ایک حقیقی مومن کو یہ تسلی ہوتی ہے کہ اگر اس دنیا میں کسی قسم کا دنیاوی نقصان ہو بھی گیا تو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے اسے پورا فرمائے گا..... لیکن پہلی شرط اللہ تعالیٰ نے یہ لگائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا حق ادا کرنا ہو گا۔ دنیاوی دوستوں کی خاطر تو ہم بعض اوقات بڑی بڑی قربانیاں دے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دوست کہلانے اور بننے کے لئے، اس کا کامل طور پر حق ادا کرنے کے لئے ہر وقت نہ صرف تیار رہنا ہو گا بلکہ ایک محبت کے جذبے سے اس کی ہر بات پر لبیک کہتے ہوئے عمل بھی کرنا ہو گا۔ اور جب یہ بات ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ کے ولی خوف سے باہر ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ 13 نومبر 2009ء)

میری دینی بہنو! اللہ تعالیٰ کے بعد دوسرے نمبر پر اللہ کے رسول خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمبر آتا ہے جن کے ساتھ روحانی تعلق، رشتہ اور دوستی بہت مبارک ہوتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ (صحیح بخاری کتاب الادب) آدمی اُسی کے ساتھ ہو گا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

ہم میں سے ہر ایک کو رسولِ خداؐ سے محبت ہے، عشق ہے، عقیدت ہے۔ یہی ہماری آپؐ سے دوستی ہمارے اللہ کو پسند آتی ہے کیونکہ یہ ذات ہمارے اللہ کی محبوب ترین ہستی ہے۔ آپؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ کے اخلاق کے حوالہ سے لکھا ہے کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ (مسند احمد بن حنبل) یعنی آپؐ کے اخلاق تو قرآن کی عملی تفسیر تھے۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ

"خدا کے واسطے دوستی ہو تو وہ باقی رہتی ہے وہ ذات پاک قدوس ہے۔ وہی دلوں میں پاکیزگی بھرتا ہے اور سینوں کو کدُورتوں سے صاف کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 204)

پیاری بہنو! اچھے اور پاکیزہ دوست بنانے کی فہرست میں مَیں "الکتاب" یعنی قرآن کریم کا ذکر کروں گی۔ عرب کے ایک مشہور شاعر مُتَنَبِّی نے کہا ہے کہ خَیرُ الْجَلِیْسِ فِی الزَّمانِ کِتابُ کہ اِس زمانہ میں بہترین ساتھی اور دوست کتاب ہے۔ گو شاعر کا اشارہ قرآن کریم کی طرف نہیں ہے لیکن علم دوست احباب قرآن کریم کو اپنا بہترین ساتھی اور دوست کا درجہ دیتے ہیں۔ اس لیے اس سے بہتر کوئی اور روحانی صحبت نہیں مِل سکتی۔ اس کی تلاوت اور ترجمہ و تفسیر کا مطالعہ ایک مومن میں ایسی نیک تبدیلی پیدا کرتا ہے جو اُس مبارک ہستی جس پر یہ قرآن نازل ہوا سے ملاقات کرواتا اور محبتِ الٰہی کے ساتھ ساتھ عشقِ رسولؐ کو بھی بڑھاتا ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحبتِ قرآن اختیار کرتے تھے اور باوجود اِس کے کہ قرآن آپؐ پر نازل ہوا اور آپؐ ہی سب سے زیادہ اس کی تعلیمات اور عرفان و فلسفہ کو سمجھنے والے تھے مگر پھر بھی آپؐ صحابہ رضوان اللہ علیہم کو مخاطب کر کے اُن سے قرآن سُنا کرتے تھے جس کا آپؐ کی طبعیت پر بہت اچھا اثر ہوتا تھا۔ (بخاری باب حسن القرأت) آپؐ نے فرمایا ہے خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ۔ (بخاری کتاب الفضائل) تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا اور دوسروں کو سکھاتا ہے۔

سامعات! ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو دوست بنانے والوں کی مثال مکڑی کے کمزور گھر کی سی ہے۔ قرآن کو دوست بنانے کے حوالے سے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو قرآن کریم کا کچھ حصّہ یاد نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ 222)

سامعات! تقریر کے آخری حصہ میں قرآن کریم کی تفسیر و تعلیمات کے آج کے مفسّرِ قرآن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کو دوست بنانے کی درخواست کرنا چاہوں گی جن کے متعلق آپؑ نے خود فرمایا ہے کہ مَیں نہیں بلکہ فرشتے لکھتے ہیں۔ ایک ایک حرف خدا کی طرف سے آتا ہے۔ ایک دستِ غیبی مجھے مدد دے رہا ہوتا ہے اور میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہوتی ہے۔ کوئی اندر سے بول رہا ہے۔ ان کُتب کو آپؑ نے دودھ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ جس طرح بچہ ماں سے دودھ حاصل کرنے کے لیے اُسے دوست بناتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے روحانی علم پانے کے لیے اِس دودھ سے دوستی ضروری ہے اور آج کے دَور میں یہ ایک اچھا دوست ثابت ہو رہا ہے۔ اِسی ضمن میں یہ بھی بتا دوں کہ ان کتب کی ایک درسگاہ ایم ٹی اے بھی ہے جو اچھا دوست ثابت ہو سکتا ہے۔ نیز وقت کی آواز حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات و خطابات ہیں ان کو سننا بھی ایک اچھے دوست کی باتیں سننے کی طرح ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اس زمانے میں جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ دعاؤں کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی تفاسیر اور علمِ کلام سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ اگر قرآن کو سمجھنا ہے یا احادیث کو سمجھنا ہے تو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی کتب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو بڑی نعمت ہے ان لوگوں کے لیے جن کو اردو پڑھنی آتی ہے کہ تمام کتابیں اردو میں ہیں چند ایک عربی میں بھی ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد دوم صفحہ 401)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِن تمام امور کا نچوڑ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(ہمیں) اپنی محبت کے اظہار خدا تعالیٰ سے بھی، اس کے رسول سے بھی اور اس کے مسیح سے بھی کرنے چاہئیں۔ اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ اپنی وفاؤں کے معیار اونچے کرنے چاہئیں۔"

(خطبہ جمعہ 26 فروری 2016ء)

خیر اندیشِ احباب رہے مدنظر
عیب چینی نہ کرو مفسد و نمام نہ ہو

رغبتِ دل سے ہو پابند نمازو روزہ
نظر انداز کوئی حصۂ احکام نہ ہو
امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکرو پریشانیٔ حُکام نہ ہو

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)



﴿50﴾ ﴿مشاہدات۔715﴾

اللہ ہمارا بہترین دوست ہے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء:70)

اور جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

مِری رات دِن بس یہی اِک صَدا ہے
کہ اِس عَالَمِ کَون کا اِک خدا ہے
اُسی نے ہے پیدا کیا اِس جہاں کو
ستاروں کو سورج کو اور آسماں کو
ہر اک چیز پر اُس کو قدرت ہے حاصل
ہر اک کام کی اُس کو طاقت ہے حاصل
وہ ہے ایک اُس کا نہیں کوئی ہمسر
وہ مالِک ہے سب کا وہ حاکم ہے سب پر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (البقرہ:452)

کہ اللہ وہ ہے کہ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں، وہ زندہ اور قیوم ہے۔

پیارے بچو! مَیں آج آپ بچوں سے آسان پیرایہ میں اپنے بہترین دوست کے حوالے سے گفتگو کرنے جارہاہوں جو ہم سب کا اللہ ہے جسے ہم پیار سے اللہ میاں بھی کہتے ہیں۔ ہم بچے بھی اور بڑے بھی اپنی اپنی زندگی میں اپنے دوست بناتے ہیں۔ جو زندگی میں ہمارے ہمراز اور خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ہم نے اپنے بڑوں سے سُن رکھاہے کہ دوست دیکھ کر بناؤ جو تمہارے ساتھ مُخلِص اور وفادار ہو اور مشکل وقت میں تمہارے کام آئے۔ اِن معنوں میں ہمارا سب سے بہترین، مخلص اور وفادار دوست ہمارا خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ ہے جس کے متعلق رفیق کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معانی ساتھی، مددگار کے ہیں جیسے میاں بیوی کے لئے رفیقِ حیات کا لفظ استعمال ہوتا ہے، کتاب کو بھی بہترین ساتھی، دوست، رفیق کہ گیا ہے اور جب یہ لفظ کسی نبی کے ساتھی کے لئے استعمال ہو تو اِس کے معنی صحابی کے ہوں گے یعنی ہم سفر، ہم نشین اور مُرید۔

آج مَیں اِنہی معنوں میں اللہ تعالیٰ سے دوستی یا اللہ تعالیٰ کو دوست بنانے کے حوالے سے گفتگو کروں گا۔ اللہ تعالیٰ رحمن اور رحیم ہے یعنی بن مانگے دینے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ ہمارے پیارے خدا نے زمین و آسمان کو پیدا کیا وہ تمام جہانوں کا رب ہے۔ یعنی ان کا پالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کرتے ہوئے انہیں بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے اور اس دنیا میں انسان کے فائدہ کے لئے بہت سی چیزیں پیدا کیں اور دنیا میں بسنے والی تمام مخلوق کے رزق کے سامان پیدا فرمائے۔

سبھی کو وہی رزق پہنچا رہا ہے
ہر اِک اپنے مطلب کی شَے کھا رہا ہے

اللہ تعالیٰ نے ہمیں وہ سب کچھ دیا جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور ماں باپ سے بڑھ کر محبت کرنے والا ہے۔

بچو! ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرتے تھے۔ آپؐ نے ہمیں بھی یہ نصیحت فرمائی کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ سے بہت پیار کریں۔ اللہ تعالیٰ اچھے کاموں سے راضی ہوتا اور بُرے کاموں سے ناراض ہوتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم نیک کام کریں اور بُرے کاموں سے بچیں تاکہ ہمارا دوست اللہ ہم سے پیار کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بہترین دوست ہے۔ بہت جلدی مان جاتا ہے، پُرانی باتیں یاد

نہیں کرواتا، ہمیں کبھی بھی مایوس نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے رسول جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو تُو جواب دے فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ کہ مَیں ان کے پاس ہی ہوں۔

اچھا دوست ہمیشہ مشکل وقت میں کام آتا ہے۔ ہمیں جب بھی کوئی مشکل یا پریشانی ہوتی ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہماری پریشانیاں دور کر دیتا ہے۔ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ہمارا رحیم خدا ہمیں شِفاء دیتا ہے۔

میری دعائیں ساری کریو قبول باری
مَیں جاؤں تیرے وَاری کر تُو مدد ہماری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اے سُننے والو سُنو! ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔"

(رسالہ الوصیت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مَیں تمہیں بڑے زور سے بتلاتا ہوں کہ دنیا میں لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ اُس سے بڑھ کر خوبصورت، اُس سے بڑھ کر محبت کرنے والا، اُس سے بڑھ کر پیارا اور کوئی نہیں ہے۔"

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 238)

کیا زندگی کا ذَوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جدا

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اللہ کو دوست بنانے کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"اگر ایک مومن کا فعل خدا کی رضا کے حصول کے لئے ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ شیطان سے بچانے اور اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالنے کے سامان پیدا فرماتا رہے گا۔ کیونکہ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک دنیاوی دوست اپنے دوست کے لئے کوشش کر کے اس کے فائدے کے سامان کرے اور خدا تعالیٰ جو سب دوستوں سے زیادہ وفا کرنے والا ہے وہ اپنے دوست کو، ایک مومن کو، باوجود اس کے چاہنے کے (کہ خدا تعالیٰ اسے ایمان میں مضبوط رکھے اور شیطان سے اسے بچا کر رکھے، اس کے حملوں سے محفوظ رکھے) یوں اندھیروں میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ کبھی بھی نہیں ہو گا۔ اگر تم میری طرف بڑھ رہے ہو اور ایمان کی مضبوطی کی کوششیں کر رہے ہو تو میرا قرب حاصل کرنے والے ہو گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ دوستی کا حق ادا کرتا ہے، اس دنیا میں بھی انعامات سے نوازتا ہے، دنیاوی ضروریات بھی پوری کرتا ہے، روحانی ترقیات سے نوازتا ہے۔ اس دنیا کو بھی جنت بناتا ہے اور مرنے کے بعد بھی ہمیشہ رہنے والی جنت میں مومن کو رکھے گا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے حقیقی مومنین کے ساتھ قرآن میں بے شمار وعدے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پورا فرماتا ہے اور آج بھی ہم ان کو مختلف شکلوں میں پورا ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں، دیکھتے ہیں۔ ہزاروں احمدی اس وعدے کے مطابق اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نشان دیکھتے ہیں۔ خلافت کا جاری نظام بھی خدا تعالیٰ کے وعدوں میں سے ایک بہت بڑا وعدہ ہے جو مومنین کے سکون کے لئے اور ان کو تمکنت دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

آپ فرماتے ہیں:

"پس حقیقی مومن اور تقویٰ پر قدم مارنے والوں کا مولیٰ اور دوست وہ عظیم جاہ و جلال والا خدا ہے جس کی بادشاہت تمام زمین و آسمان پر حاوی ہے۔ پس جو ایسے جاہ و جلال اور قدرت رکھنے والے خدا کی آغوش میں ہو کیا اسے مخالفین کا مکر اور ان کی تدبیریں کچھ نقصان پہنچا سکتی ہیں؟ یقیناً نہیں، کبھی نہیں۔ کیونکہ جو

خدا تعالیٰ پر کامل ایمان لاتا ہے خدا اس کی حفاظت کے سامان پیدا فرماتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے کہ وہ ان کی مدد فرماتا ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

آپ مزید فرماتے ہیں:

"یہ ہے مومنوں کا خدا جو کسی لمحہ بھی اپنے مومن بندوں سے غافل نہیں۔ یہ زمین و آسمان کا مالک خدا جس کو نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ آتی ہے، ہر وقت اپنے مومن بندے کی پکار پر ہر جگہ پہنچ جاتا ہے۔ پس کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اپنے اس خدا سے تعلق جوڑتے ہیں اور خشوع اور تقویٰ میں بڑھے ہوئے ہیں اور بڑھتے چلے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جو خدا اپنے مومن بندے کی حفاظت و نصرت کے لئے اس پر نظر رکھے ہوئے ہے، اس کو ماننے والے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17 اگست 2007ء)

رمضان چونکہ اللہ سے ملاپ کا مہینہ ہے اس لئے اسے اپنا بہترین دوست بنا کر اپنی جائز باتیں اور خواہشات منوا لینی چاہیے۔

قابلِ رشک ہے اس خاک کے پتلے کا نصیب
جس کی قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا

(بتعاون: حافظ عبد الحمید)

۞۞۞۞